

تشنگی یار۔۔ قسط 11

از قلم۔۔ علیشہ خان

ماہ پارہ نے پوری رات کھانستے اور چھینکتے ہوئے  
گزار ی تھی، ایک منٹ کے لئے بھی وہ سو نہیں  
پائی تھی، اس بند کمرے میں اسکا سانس کتنی دفعہ

سینے میں اٹکا تھا لیکن اس پر رحم کھانے کے لئے  
یہاں کوئی بھی نہیں تھا، وہ اس وقت حویلی کے  
آخر میں تھی، وہ شاید اگر کسی کو مدد کے لئے  
پکارتی تو بھی کوئی اسکی سننے نہ آتا اور ویسے بھی  
غاذان نے اسے منع کر رکھا تھا، اسکی آواز اس گلی  
کے باہر کھڑے ملازموں تک بالکل نہیں جانی

چاہیے۔ ماہ پارہ اس بند کمرے کو دیکھ کے ابھی  
سوچ ہی رہی تھی کہ صبح کب ہوگی؟ جب فجر کی  
اذان اسکے کانوں سے ٹکرائی۔ وہ اذانوں کی آواز  
سننے ہی اپنے سر پہ چادر درست کرتی دیوار کے  
ساتھ سر ٹکا گئی، وہ اس دھول سے اٹے بیڈ پہ بیٹھنے  
کی بجائے نیچے زمین پہ بیٹھی دیوار کے ساتھ ٹیک

لگائے ہوئے تھی۔ اذان سنتے ہوئے اپنی اماں  
سائیں کی نصیحتیں اور اسکے لاپرواہ سے جواب اسکے  
کان میں گونجنے لگے۔

(پارو!! تو نے نماز کے بعد دعا کیوں نہیں مانگی؟  
میں نے پہلے بھی کتنی دفعہ غور کیا ہے تو تیزی میں



نماز پڑھتی ہے اور پھر دعا بھی ٹھیک سے نہیں  
مانگتی! کیوں؟

اماں سائیں میرے حصے کی دعا آپ مانگ دیا کریں  
نا، مجھے ابھی اپنے ٹیسٹ کی تیاری کرنی ہے  
بیٹی اپنے اچھے نصیب کی دعا خود مانگی جاتی ہے، جو  
دعا ہم خود کے لئے کر سکتے ہیں، وہ کوئی دوسرا

ہمارے لئے نہیں کر سکتا۔

اچھانا اماں سائیں آئیندہ مانگوں گی! (پھر سے جان

چھڑوانے والا انداز)

وہ ہمیشہ بحث ختم کرنے کے لئے یہی جواب دیتی

تھی کہ وہ آئیندہ اپنے لئے ٹھیک سے دعا مانگے گی

لیکن وہ آئیندہ کبھی آئی ہی نہیں تھی، وہ تو اپنے

ٹیسٹ وغیرہ یاد کرنے کے لئے نماز بھی تیزی  
سے ادا کرتی تھی جیسے کسی کے ساتھ ریس لگائی  
ہو، وہ اپنے دنیاوی کاموں میں اتنی مصروف تھی  
کہ خدا کو دو گھڑی یاد کرتی تھی تو وہ بھی افراد  
تفری میں۔۔۔ آج جب اس کے ہاتھ خالی تھے،  
کوئی دنیاوی کام نہیں تھا، ہر طرف سے افیت مل

رہی تھی تو اسے خدا یاد آیا تھا، اذان کا ایک ایک  
لفظ سنتے اسکی آنکھوں سے آنسو پھسلتے ہوئے  
عارضوں کی زینت بن رہے تھے، آج اسکا نماز  
پڑھنے کو دل کر رہا تھا، اللہ اسے اپنی طرف بلا رہا  
تھا لیکن اس وقت اسکے پاس وضو کرنے کے لئے  
پانی اور نماز ادا کرنے کے لئے جائے نماز نہیں

تھا۔ ماہ پارہ افیت سے روتی ہوئی اپنے چہرے پہ  
دونوں ہاتھ رکھتی ہچکیاں دبانے کی کوشش  
کرنے لگی، اسے یاد تھا وہ فجر کی نماز صرف ماں  
کے پریش کی وجہ سے پڑھتی تھی، ورنہ اس وقت  
نیند کا اتنا غلبہ ہوتا تھا کہ آنکھیں کھولنے کو دل

نہیں کرتا تھا۔ آج فجر کے وقت آنکھیں کھلی  
ہوئی تھیں لیکن حالات مختلف تھے۔

ماہ پارہ کا پورا جسم ابھی تک کپکپاہٹ کا شکار تھا،  
کمرے کا دروازہ بند تھا لیکن زمین اور دیواریں  
ٹھنڈی تھیں، اس کا پیر رات کو پہلے گملے سے ٹکرایا  
لیکن جب غاذان نے اسے غصے سے دیوار کے

ساتھ لگایا تھا اس وقت اسکا پیر ٹوٹے ہوئے گملے  
کی وجہ سے کافی زخمی ہوا تھا لیکن وہ اس وقت  
اسکے خوف کی وجہ سے چیخنے کی بجائے صرف بے  
آواز روئی تھی۔ ماہ پارہ ہمت کرتے ہوئے زمین  
سے اٹھتی اس کمرے میں کوئی کھڑکی تلاش کرنے لگی  
کیونکہ اسکی سانسیں اب بری طرح سے بکھر رہی

تھی۔ وہ کمرے میں چاروں اوڑھ نگاہیں دوڑاتی  
بیڈ کی مخالف سمت دیوار کی طرف بڑھی تھی  
جہاں پرانے پردے لٹکے ہوئے تھے۔ وہ دعا  
مانگ رہی تھی ان پردوں کے پیچھے کوئی ہوادار سی  
جگہ ہو جہاں وہ ایک گہری سانس بھر سکے، اور  
شاید اسکی دعا سن لی گئی تھی، پردہ ہٹاتے ہی اسکی



نگاہیں لکڑی کی ایک چھوٹی سی کھڑکی کی طرف  
اٹھیں جس کے دوپٹ تھے، کھڑکی کے اوپر کافی  
مٹی اور جالے تھے، ماہ پارہ اس پردے کو پکڑ کے  
اس کھڑکی پر سے یہ جالے اور مٹی صاف کرتی  
چھینکتے ہوئے اسے کھول رہی تھی۔ اس کھڑکی کو  
کھولتے ہی ٹھنڈی ہوا کے تیز جھونکے ماہ پارہ کے

چہرے سے ٹکرائے تھے، ماہ پارہ نے اللہ کا شکر ادا  
کرتے ہوئے اس ہوا میں گہری سانس بھرتے  
اپنی سانسیں ہموار کیں۔ یہ بالکل درمیانے سائز  
کی چھوٹی سی کھڑکی تھی جس کے اندر کوئی جالی  
نہیں تھی لیکن کراس کی صورت میں سر پے  
فٹ تھے، وہ اس کراس سے اپنا ہاتھ با آسانی باہر

نکال سکتی تھی لیکن چہرہ نہیں۔۔۔ وہ اس کو اس  
کے اندر اپنا چہرہ گھسانے کی ناکام کوشش کرتی  
باہر کی طرف جھانکنا چاہ رہی تھی لیکن صرف  
ایک بڑا سا گیٹ ہی دیکھ پائی، اسکے علاوہ اور کچھ  
نہیں۔۔۔ ابھی صبح کی روشنی ٹھیک سے نہیں  
چڑھی تھی، صرف تھوڑا سا اندھیرا کم ہوا تھا۔ ماہ

پارہ خاموشی سے اس کھڑکی کے ساتھ سر ٹکاتی  
پرندوں کی چھبھاہٹ کی آواز سننے لگی۔ اسے  
کیڑے مکوڑوں سے جتنا ڈر لگتا تھا، پرندوں سے  
اتنا ہی پیار تھا۔

---

یزدان جوا بھی کچھ دیر پہلے ہی حویلی لوٹا تھا، اسے  
جہاں آرا بیگم سے معلوم ہوا تھا، ایشم رات میں  
کھانے کھائے بغیر ہی سو گئی تھی، جبکہ شاہ جہاں  
بیگم نے صبح برائے نام ناشتہ کیا تھا، صبح کے گیارہ  
بج رہے تھے لیکن وہ دونوں ابھی تک کمرے میں  
بند تھیں۔ یزدان نے کچن کی طرف بڑھتے

ملازمہ سے ناشتے کی ٹرے تیار کروائی اور ایٹم کے  
کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ کمرے کے دروازے  
کے قریب آتے ہی اس نے ٹرے بائیں ہاتھ میں  
پکڑتے دائیں ہاتھ سے دروازے پہ دستک دی  
تھی۔

آجائیں۔۔۔۔۔ ایشم کی مدھم اور سست سی آواز  
میں اجازت سنتا وہ دروازہ کھولتے ہوئے کمرے  
میں داخل ہوا اور ایشم کی طرف نگاہیں دورائیں جو  
بیڈ پہ اونڈھے منہ لیٹی سائیڈ ٹیبل پہ بلا فضول میں  
انگلیاں گھما رہی تھی، اس نے خود پہ کمبل اوڑھ  
رکھا تھا۔

اٹھو ایشم! ناشتہ کرو، اماں سائیں بتا رہی تھیں تم  
نے رات سے کچھ نہیں کھایا؟۔۔۔ یزدان نے  
اسکے بیڈ کے قریب آتے سنجیدگی سے ایشم کو  
مخاطب کیا تھا، وہ یزدان کی آواز پہ کرنٹ کھاتی  
سیدھی ہوئی۔ یزدان کو اپنی طرف آتے دیکھ کے



وہ پہلے تو چونکی لیکن پھر اسکے ہاتھ میں ناشتے کی  
ٹرے دیکھتی دوبارہ سے تکیے میں چہرہ چھپا گئی۔  
مجھے نہیں کرنا ناشتہ۔۔۔۔۔ ایشم نے بے تاثر لہجے  
میں جواب دیا۔

اٹھو فوراً!۔۔۔۔۔ یزدان نے اسکا جواب نظر انداز  
کرتے پھر سے اپنی چلاتے ہوئے ناشتے کی ٹرے

سائیڈ ٹیبل پہ رکھتے اسکے کمرے میں موجود  
الیکٹرک ہیٹر کی سپیڈ بڑھائی۔

مجھے نیند آرہی ہے۔۔۔ وہ بجائے اٹھ کے بیٹھنے  
کے ڈھیٹائی سے بولی۔

ایشم اٹھ کے بیٹھو اور مجھے بتاؤ کیا فیل کر رہی ہو؟  
مجھ سے شنیر کر لو۔۔۔ یزدان اسکے پاس بیڈ پہ

جگہ بنا کے بیٹھتا نرمی سے بولا۔ اس کے نرم لہجے میں  
ایشم نے آنکھوں میں نمی لئے اس کی طرف دیکھا۔  
اس کی چاکلیٹ براؤن آنکھیں سرخ سو جھی ہوئی  
تھیں، اس کی آنکھوں کا رنگ سیم وریام کے جیسا  
تھا، ان آنکھوں میں نمی یزدان کو ایک آنکھ نہیں  
بھاتی تھی۔

مجھے اکیلا چھوڑ دیں۔۔۔ وہ اپنی آنکھوں کی نمی  
پیچھے کی طرف دھکیلتی سپاٹ انداز میں بولی۔  
یزدان نے اسکی بات پہ کان دھرنے کی بجائے  
اسے کہنی سے پکڑتے ہوئے اٹھانے کی کوشش  
کی لیکن وہ اپنا بازو پیچھے کھینچ گئی۔

میں نے بولانا مجھے کچھ نہیں کھانا، مجھے اکیلا چھوڑ  
دیں۔۔ وہ ضدی انداز میں بولتی اس سے دور  
کھسک گئی۔ یزدان کا لہجہ نرم تھا اسی لئے وہ ضد  
دیکھا رہی تھی، ورنہ وہ اسکی ایک جھڑک پہ دل  
تھام جاتی تھی۔

اکیلے چھوڑ جانا تمہیں ادا سائیں (وریام) کی عادت  
ہے، میری نہیں! تم جب تک ناشتہ نہیں کرو گی،  
میں یہاں سے نہیں جاؤں گا۔ یزدان سنجیدگی  
سے بولتا اس پر سے کمبل ہٹا گیا۔ اس کے کمبل  
ہٹانے کی دیر تھی ایشم ہر براتی ہوئی جلدی سے  
اٹھ کے بیٹھی، وہ اس وقت ملگجی سی حالت میں

نہی۔ لائٹ براؤن شلوار قمیض میں بنادو پٹے کے  
بے ترتیب حالت میں بیٹھی ایشم کو دیکھتے یزدان  
نے اگلے ہی پل نگاہیں چراتے خود کو کو ساتھ، کیا  
ضرورت تھی خود سے کمر ہٹانے کی؟  
میرا دوپٹا!؟۔۔۔ ایشم اپنی قمیض کا گلہ درست  
کرتی کنفیوز سی اپنے آگے پیچھے دوپٹا ڈھونڈنے

لگی۔

تمہارے تکیے کے نیچے نظر آ رہا ہے۔۔ یزدان نے  
اسکی مشکل آسان کرتے ہوئے سائیڈ ٹیبل سے  
ناشتے کی ٹری اٹھائی، ایشم جلدی سے تکیے کے نیچے  
سے دوپٹا نکالتی اپنے وجود پہ اوڑھنے لگی، اسے



یزدان کے یوں لا پرواہی سے لمبل ہٹانے پہ سخت  
غصہ آیا تھا لیکن وہ پی گئی۔

میں جانتا ہوں تمہیں میری موجودگی پسند نہیں  
ہے۔ جلدی سے ناشتہ کرو، میں تمہارے ناشتہ  
ختم کرتے ہی یہاں سے چلا جاؤں گا۔۔۔ اسکی  
چھوٹی سی ناک کو غصے سے سرخ ہوتے دیکھ کے

یزدان سنجیدگی سے بولتا ٹرے اسکی گود میں رکھ  
کیا۔

مجھے ناشتہ نہیں کرنا۔ مجھے بالکل بھی بھوک  
نہیں ہے۔۔ وہ اپنی گود سے ٹرے ہٹاتی ضدی  
انداز میں بولی، یزدان نے بنا جواب دیئے خود ہی

چھوٹا سا نوالہ بناتے اسکے گلابی ہونٹوں کی طرف

بڑھایا۔

ضد نہیں کروا لیشم! تمہارے بھوکے رہنے سے وہ

واپس نہیں آجائے گا۔ یزدان نے اپنا لہجہ تھوڑا

سخت بنایا تھا، اسکے منہ سے حقیقت پہ مٹی جملہ

سننے لیشم کی آنکھیں نم ہوئی۔ وہ ٹھیک کہہ رہا تھا،

مر جانے والے واپس کب آتے ہیں؟ وہ تو صرف  
ہمیں زندگی بھر کا روگ دے جاتے ہیں۔  
مجھے وہ بہت یاد آتے ہیں!۔۔۔ وہ اپنی آنکھوں  
سے پھسلتے آنسو بے دردی سے رگڑتی بھیگی آواز  
میں بولی، اسکی حالت قابلِ رحم تھی۔

مت روپا کروا لیشم! مجھے تمہارے رونے سے  
تکلیف ہوتی ہے۔۔۔ یزدان اسکی بھگی پلکیں نرمی  
سے اپنے ہاتھ کی پوروں سے صاف کرتا پیار سے  
بولا۔ ایشم نے چونکتے ہوئے اسکی طرف دیکھا۔  
کیوں؟۔۔۔ وہ حیرانی سے سوال کر رہی تھی،  
اسکے رونے سے مقابل کو تکلیف کیوں ہوتی تھی

وہ سمجھ نہ پائی!

کیونکہ تمہاری اور وری کی آنکھیں بالکل ایک  
جیسی ہیں، جب تم روتی ہو تو مجھے ایسا لگتا ہے جیسے  
وہ رورہا ہو۔ وہ اسے نرمی سے جواب دیتا پھر سے  
چھوٹا سا نوالہ اسکے لبوں کی طرف بڑھا رہا تھا۔  
ایشم اسکے جواب پہ ایک دم سے پھوٹ پھوٹ

کے روتی اپنے چہرے پہ ہاتھ رکھ گئی، وہ اپنے  
دونوں بھائیوں کی لاڈلی بہن تھی، وہ کیسے اسے  
بھول جاتی جسے ہر وقت جان بوجھ کے تنگ کرنا  
وہ خود پہ فرض سمجھتی تھی۔

مجھے وہ بہت یاد آتے ہیں! انہیں تنگ کئے بغیر  
میرا کھانا ہضم نہیں ہوتا تھا اور اب ان کے بغیر

کچھ کھایا نہیں جاتا۔ وہ ہچکیوں کے درمیان بولتی  
پھوٹ پھوٹ کے رونے لگی، یزدان نے نوالہ  
واپس سے ٹرے میں رکھتے گہری سانس بھرتے  
ہوئے ایشم کی طرف دیکھا۔ وہ اپنے آنسوؤں پہ  
جس طرح ضبط کر رہا تھا یہ صرف وہی جانتا تھا۔  
اس نے اسے کچھ دیر رونے دیتا کہ وہ اپنا دل ہلکا



کر لے لیکن جب کافی دیر بعد بھی وہ خاموش نہ  
ہوئی، اسکی ہچکیوں میں کمی کی بجائے اضافہ ہوا، وہ  
اسے بازو سے پکڑتے ہوئے خود کے نزدیک  
کھینچتا زور سے اپنے سینے سے لگا گیا۔  
شش !! خاموش ہو جاؤ میرا پیارا بچہ۔ میں نے  
بولانا مجھ سے تمہارا رونا برداشت نہیں ہوتا۔۔۔

یزدان اسکی کمر پہ نرمی سے ہاتھ پھیرتا اسے خود  
میں بھینچتے ہوئے شدت پسندی سے بولا۔ اس کے  
سخت حصار میں ایشم اگلے ہی پل خاموش ہوتی  
حیرانگی سے اسکی طرف دیکھنے لگی، اس نے آج  
پہلی دفعہ اسکا اتنا محبت سے بھرپور لہجہ نوٹ کیا  
تھا، وہ اپنی ہوش میں آج پہلی دفعہ یزدان کے

اتنے قریب آئی تھی، وریام کی موت پہ جب وہ  
خود اسکے سینے سے لگی تھی تب وہ ہوش میں کہاں  
تھی؟ ایشم نے جب رونا بند کرتے ہوئے اسکے  
سخت حصار میں مزاحمت کی، یزدان جلدی سے  
اس سے الگ ہوتا نچلا لب دانتوں میں دباتا اپنی  
بے اختیاری پہ دل میں خود کو کوسنے لگا۔ یہ

صورتحال ہی ایسی پیش آئی تھی کہ وہ دونوں اپنی  
اپنی جگہ کچھ بول نہ پائے، ایشم نے جلدی سے  
نوالہ توڑ کے منہ میں ڈالتے تھوڑا سا ناشتہ کرنے  
کے بعد ٹرے اسکی طرف کھسکا دی۔ خاموش  
اشارہ تھا کہ وہ ناشتہ کر چکی ہے اب وہ یہاں سے  
جاسکتا تھا۔

سو جاؤ میں لائن آف کر جاتا ہوں! ———  
یزدان اسکے کمرے کے کرٹن گراتا بیڈ سے ٹرے  
پکڑتے ہوئے نرمی سے بولتا لائن آف کرتے  
ہوئے کمرے سے نکل گیا۔ اس کے جاتے ہی  
ایشم نے تکیے پہ سر گراتے آنکھیں موند لیں،  
نگاہوں کے آگے وہ منظر پھر سے لہرایا جب

یزدان نے اسے اپنے حصار میں تحفظ کا احساس  
دلاتے اتنے پیار سے پکارا تھا لیکن وہ اگلے ہی پل  
لاپرواہی سے اس منظر کو جھٹک گئی۔

---

صبح سے دوپہر اور دوپہر سے رات ہو چکی تھی  
لیکن ابھی تک کسی ملازمہ نے اس کمرے کے

دروازے پہ آ کے دستک نہیں دی تھی، غاذان  
نے بولا تھا وہ صبح ہوتے ہی ایک ملازمہ بھیج دے  
گا جو اسے صفائی کا سامان دے جائے گی لیکن وہ  
شاید بھول چکا تھا اس نے ابھی کل ہی ایک لڑکی کو  
اپنے نکاح میں لیا ہے، چاہے وہ ونی تھی لیکن اس  
کے نکاح میں تھی! کیا اسے ان چوبیس گھنٹوں

میں ایک دفعہ بھی اسکا خیال نہیں آیا تھا؟ ماہ پارہ کا  
جسم بخار سے دہک رہا تھا، شدید فلو ہو رہا تھا لیکن  
اس کے پاس ناک پونچھنے کے لئے کوئی ٹیشو یا  
رومال نہیں تھا۔ بھوک سے اسکی جان نکل رہی  
تھی، اس نے کل دوپہر سے کھانے کا ایک نوالہ تو  
دور پانی کا گھونٹ بھی حلق میں نہیں اتارا تھا۔ وہ



اس کھڑکی کے پاس کھڑی ادا اس نگاہوں سے  
چمکتے چاند کی طرف دیکھنے لگی جس کے گرد  
ستاروں کا جھرمٹ تھا۔ ٹھنڈی ہوا ناک سے  
گزرتی ہوئی اسکے گلے میں اریٹیشن کا باعث بن  
رہی تھی کیونکہ کھانس کھانس کے اسکا گلہ خراب  
ہو چکا تھا لیکن وہ خود سے بے حس بنی یہی پہ کھڑی

رہی، اس کمرے کی دیواریں اسے خوف میں مبتلا  
کر رہی تھیں لیکن وہ کل سے آیت الکرسی پڑھتی  
خود پہ پھونکتی رہی۔ اس نے دوپہر کے وقت اس  
کمرے کا دروازہ کھولنے کی کوشش کی تھی لیکن  
دروازے باہر سے لاک تھا، شاید غاذان رات کو  
یہاں سے جاتے ہوئے دروازہ لاک کر گیا تھا۔

بھوک اور طبیعت خرابی کے باعث اسے چکر آ  
رہے تھے، خود میں مزید کھڑے ہونے کی ہمت  
نہ پاتی وہ زمین پہ بیٹھتی چلی گئی۔ وہ اس قدر سفاک  
ہوگا، ماہ پارہ کو اندازہ نہیں تھا۔ یہ جانتے بوجھتے کہ  
اسے ڈسٹ الرجی ہے وہ اسے یہاں بند کر گیا تھا،  
اس پیلے بلب کی روشنی کی وجہ سے ماہ پارہ کے سر

میں شدید درد اٹھ رہا تھا۔ وہ اپنا چہرہ گھٹنوں میں  
دیئے بے آواز رو رہی تھی جب کسی کے بھاری  
قدموں کی آواز اسکے کانوں سے ٹکرائی۔ ماہ پارہ  
ان قدموں کی چھاپ کو پہچانتی تھی، وہ چھاپ  
سامنے دروازے سے نہیں بلکہ اسکے پیچھے سے آ

رہی تھی، ماہ پارہ ہمت کرتی ہوئی جلدی سے زمین  
سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

گاڑی باہر کھڑی ہے! پورچ میں لے آؤ۔۔۔  
غاذان اپنی گاڑی کی چابی چوکیدار کی طرف پھینکتے  
روعب سے حکم دیتا اپنے قدم مردان خانے کی  
طرف بڑھا رہا تھا، ماہ پارہ کو اچھی طرح سے یاد تھا

یہ حویلی کا فرنٹ گیٹ نہیں تھا، شاید یہ بیک گیٹ  
تھا کیونکہ وہ اس وقت حویلی کے آخر والے  
کمرے میں موجود تھی، ماہ پارہ نے اندازہ لگاتا  
ہوئے اپنے کپکپاتے خشک ہونٹوں پہ زبان  
پھیرتے غاذان کو آواز لگانے کی ہمت باندھی ہی  
تھی جب اسے اسکی کل کی دھمکی یاد آئی۔

چو کیدار باہر جا چکا تھا، اس وقت گیٹ پہ اور کوئی  
ملازم نہیں تھا، غاذان اسکی نگاہوں سے بس  
او جھل ہونے والا تھا جب وہ آنکھیں میچ کے  
کھولتی اسے پکارنے کے لئے ہونٹ وا کر گئی۔  
سنیں!!!۔۔۔۔۔ ماہ پارہ نے کپکپاتے ہونٹوں  
سے اسے درمیانی آواز میں پکارا لیکن وہ اپنے فون

میں غرق آگے کی طرف قدم بڑھاتا جا رہا تھا،  
شاید اس نے سنا نہیں تھا۔

سنیں پلیز۔۔۔۔۔ ماہ پارہ نے اپنی آواز پہلے سے  
تھوڑی سی بلند کی تھی لیکن دوسری طرف سے  
بالکل نوٹس نہیں لیا گیا تھا، البتہ اب وہ رک کے  
کال سنتا کسی پہ غصے سے چیخ رہا تھا۔



سنیں۔ غا۔ غاذان!۔۔۔۔۔ ماہ پارہ نے

دھڑکتے دل کے ساتھ آج پہلی دفعہ اسکا نام پکارا  
تھا، غاذان جو فون کال بند کرتے طیش کے الم میں  
وہاں سے نکل رہا تھا، اس آواز پہ اس کے قدم زمین  
پہ جکڑے کئے تھے، غاذان نے تیزی سے گردن  
موڑی جب نگاہیں اس چھوٹی سی کھڑکی کی طرف

انھیں جہاں وہ دیدہ دلیری سے کھڑی اسے  
آوازیں لگا رہی تھی، غاذان کا غصہ ساتویں آسمان  
پہ پہنچا تھا، وہ سلگتے ہوئے اپنے قدموں میں تیزی  
لاتا اس بیک سائیڈ گلی کی طرف بھرتے اسکے  
کمرے کا دروازہ کھولتا اندر داخل ہوا۔ اسے غصے

سے جارحانہ انداز میں اپنی طرف بڑھتے دیکھ کے  
ماہ پارہ کا وجود لرز اٹھا۔

تمہیں کل منع کیا تھا نا کہ تم مجھے آئینہ کے بعد  
آوازیں نہیں لگاؤ گی !!!۔۔۔۔ غاذان اسے  
کھڑکی سے دور ہٹا کے زور سے بند کرتا اسکا جبرہ  
اپنے ہاتھ کی سخت گرفت میں دبوچتے اپنی پوری

قوت سے اسکے کان کے پاس دھاڑا تھا۔ ماہ پارہ  
جس کا پہلے ہی سر بری طرح سے چکرار ہا تھا،  
غاذان کی اس قدر بلند دھاڑ پہ خوف سے بنا پلکیں  
جھپکائیں اسکی طرف دیکھنے لگی۔

بولو منع کیا تھا کہ نہیں؟ بولا تھا نا ہونٹ کاٹ  
دوں گا تمہارے؟۔۔۔ اسکی خاموشی پہ وہ اسے

پیچھے کھڑکی کے ساتھ لگانا اسکے جبرے پہ اپنے  
ہاتھ کا زور بڑھاتے غیض و غضب کے عالم میں  
اپنا سوال دہرانے لگا، ماہ پارہ کو اسکے ہاتھ کی سخت  
گرفت کے باعث اپنا جبرہ ٹوٹا ہوا محسوس ہو رہا  
تھا۔ وہ اسکی سرخ آنکھوں میں دیکھتی زور سے  
ہاں میں سر ہلانے لگی۔ ماہ پارہ کی چادر بے ترتیب

ہوتی اسکے وجود سے پھسل کے نیچے زمین پہ گر  
گئی۔

پھر کیا کر رہی تھی یہاں؟۔۔۔ وہاں اسکے چہرے  
پہ نگاہیں جمائے کرخت لہجے میں بولا، اسکا سرد  
لہجہ ماہ پارہ کی ہڈیوں کا خون منجمد کر رہا تھا۔  
وہ۔۔۔ مجھے۔۔۔ سانس۔۔۔ نہیں۔۔۔

سائنس نہیں آرہی تھی؟ کل سے سینے میں اٹکی  
سائنسیں بحال نہیں ہو رہی میڈیم کی؟ واٹ آ  
جوک!! ارکو میں ابھی تمہاری سائنسیں درست  
کرتا ہوں!۔۔۔ غاذان اسکے بال اپنے ہاتھ کی  
مٹھی میں دبوچتا غصے سے پھنکارا اور پھر اسے  
سوچنے سمجھنے کا موقع دیئے بغیر جھکتے ہوئے اسکے

لبوں کو اپنی پوری قوت سے اپنے ہونٹوں میں  
دبوچ گیا، ماہ پارہ کی ایش گرین آنکھوں کی پتلیاں  
ساکت ہوئی تھیں، اس کے ریکشن پہ ماہ پارہ نے  
کرنٹ کھاتے ہوئے اس سے فاصلے قائم کرنا چاہا  
جب غاذان اسکے لبوں کو مزید سختی سے خود میں  
قید کرتا اسکی ہر آتی جاتی سانس شدت سے پینے



لگا۔ اسکے جارحانہ لمس میں اس قدر شدت ماہ پارہ  
کے لبوں کو لمحہ بالمحہ زخمی کر رہی تھی، غاذان اسکی  
نازک پنکھڑیوں کو اپنے عنابی لبوں میں قید کئے  
اسکی ہر سانس اپنی سانس میں گھسیٹتا جارہا تھا، ماہ  
پارہ نے اسکے حصار میں مچلتے ہوئے اسکی براؤن  
جیکٹ کندھوں سے اپنی مٹھیوں میں جکڑی۔

کمرے کی فضا گہری خاموشی سے بو جھل ہو چکی  
تھی لیکن اس خاموشی میں بھی دونوں کی دھونکنی  
کی مانند بجتی سانسیں پورے کمرے میں گونج  
رہی تھیں، ماہ پارہ کی آنکھوں میں خوف کی جھلک  
تھی، ماہ پارہ کی سانسیں بے ترتیب ہو رہی تھیں  
لیکن وہ غاذان کی سخت گرفت میں کسی بھی طرح

سے رد عمل نہیں دے پارہی تھی، ماہ پارہ نے  
اسکے کندھے کو ہلاتے ہوئے اسے ہوش دلانی  
چاہی تھی جس پہ غاذان کے لمس میں مزید  
شدت آئی تھی۔ غاذان اسکے لبوں کو اپنے  
ہونٹوں میں لپیٹے شدت سے سک کرتے ہوئے  
اسکی سانسیں خود میں انڈھیلنے لگا، ماہ پارہ آنکھوں

میں نمی لئے غاذان کے خود پہ جھکے دیکھ رہی تھی،  
وہ ظالم بنا اسکے بالوں میں گرفت مضبوط کرنے  
کے ساتھ ساتھ اسکی نازک پنکھڑیاں زور سے  
اپنے دانتوں میں دبا رہا تھا۔ ماہ پارہ سے سانس لینا  
محال ہو رہا تھا، وہ کھانسنے چاہتی تھی لیکن غاذان  
نے جس طرح سے اسکے لبوں پہ قفل لگا رہا تھا، وہ

ذرا سی بھی مزاحمت نہیں کر پار ہی تھی سوائے  
اسکے کندھے کو ہلانے کے۔۔ غاذان اسکے دونوں  
ہاتھ اپنے کندھوں سے ہٹا کے پیچھے کھڑکی پہ پن  
کرتا اسکے بالائی لب کے اوپر تل پہ بے دردی سے  
اپنے دانت گاڑتا مسلسل اسکی سانسیں چراتا جا رہا  
تھا، ماہ پارہ جو پہلے ہاتھوں سے تھوڑی بہت

کوشش کر رہی تھی، اب لبوں کے ساتھ ساتھ  
ہاتھ بھی اسکی گرفت میں تھا، جبکہ اسکا سر پیچھے  
کھڑکی کے ساتھ پن تھا، ماہ پارہ کچھ ہی دیر میں  
اسکی شدت کی تاب نہ لاتی اپنی جگہ پہ ساکت ہو  
گئی، وہ زمین بوس ہونے والی تھی جب غاذان نے  
اسکے لب آزاد کرتے جلدی سے اسکی کمر کے گرد

اپنا ہاتھ لپیٹا۔ اسے ہوش و حواس سے بیگانہ ہوتے  
دیکھ کے غاذان کی نگاہیں اسکے بھگے لبوں کی  
طرف اٹھیں، اسکے نچلے لب پہ گہرا کٹ لگ چکا  
تھا جس سے خون کی بوندیں رہی تھیں۔ اسکے  
گلابی ہونٹ اس وقت سرخ قندھاری تھے،  
بالائی لب کے اوپر سیاہ تل پوری آب و تاب سے

چمک رہا تھا، آنسو عارضوں سے نیچے گردن کی  
طرف سفر کر رہے تھے۔ اسکا چادر اور سویٹر سے  
ندارد وجود اسکے سامنے تھے، سیاہ قمیض کے  
گہرے گلے سے وہ اندازہ لگا چکا تھا اس نے سردی  
سے بچنے کے لئے نیچے کوئی گرم شرٹ بھی نہیں  
پہنی ہوئی تھی۔ غاذان نے اس پر سے نگاہوں کا



زاویہ بدلتے ارد گرد کمرے پہ نظریں  
دوڑائی، غاذان کی سانسیں پھولتی ہوئی تھیں۔  
کمرہ ابھی تک گندا تھا۔ غاذان صبح ملازمہ کو یہاں  
بھیجنا بھول چکا تھا، وہ کل رات سے بھوک پیاسی  
اسی کمرے میں بند تھی۔ غاذان اپنا سارا غصہ  
اسکے لبوں پہ نکال چکا تھا جو آج پھر آحد جکھرا نی

کے ہاتھ نہ آنے پہ آیا تھا۔ وہ اسکے لمس کی شدت  
سے بے ہوش ہوئی تھی یا بھوکے پیاسے ہونے کی  
وجہ سے؟ غاذان سمجھ نہ پایا۔

عجیب مصیبت ہے!!۔۔۔۔۔ غاذان اسکی کمر پہ  
اپنے ہاتھوں کا دباؤ ڈالتے اسے اپنی بانہوں میں  
اٹھاتا بیڈ کی طرف بڑھا لیکن وہ حد سے زیادہ گندا

تھا، وہ اسے یہاں لیٹانے کا ارادہ ترک کرتا اسکے  
کمرے سے نکلتے ہوئے دو کمرے چھوڑ کے اسی  
کمرے کی طرف بڑھ گیا جہاں اسے کل واشروم  
یوز کرنے کی غرض سے لایا تھا، وہ کمرہ قدرے  
صاف تھا لیکن یہاں روشنی بالکل بھی نہیں تھی،  
غاذان نے اسے اپنے کندھے پہ ڈالتے ہوئے

جیب سے فون نکالا جس کی سکرین یہ میڈیم کل  
توڑ چکی تھی، ٹارچ آن کرتے وہ اندر کی طرف  
بڑھتا اسے بیڈ پہ لٹاتے ملازم کو فون ملا کے اس  
کمرے کی لائٹ آن کروانے لگا۔ دو ہی منٹوں  
میں پورا کمرہ سفید روشنی سے جگمگانے لگا۔ غاذان  
نے اپنے بھیکے ہونٹوں کو ہاتھ سے رگڑتے ہوئے

جب بچہ جھلا کے ماہ پارہ کی طرف دیکھا، اب وہ اسے  
ہوش میں کیسے لائے؟ کیا اسے ہوش میں لانا  
ضروری تھا؟ نہیں اتنا ضروری بھی نہیں تھا، وہ  
اگر ابھی ہوش میں نہیں آئے گی تو مر نہیں جائے  
گی! ونی میں آئی لڑکی کے ساتھ وحشیوں کی  
طرح جنسی تعلق قائم کیا جاتا تھا لیکن اس نے اس

کے ساتھ ابھی کیا ہی تھا جو وہ اتنی نازک بننے کی  
ایکٹنگ کر رہی تھی؟ غاذان سلگ کے سوچتا ہوا  
کمرے میں یہاں وہاں چکر لگانے لگا، اسکے دھول  
سے اٹے کپڑے دیکھ کے غاذان نے اپنے بالوں  
میں ہاتھ پھیرتے ایشم کا نمبر ملانا چاہا لیکن پھر رک  
کیا۔ اسکی بہن کیا سوچے گی وہ یہاں اس لڑکی کے

لئے رات کے اس وقت کپڑے کیوں منگوا رہا  
ہے؟ غاذان نے فون سے نگاہیں ہٹاتے اس کے  
سر آپے کی طرف دیکھا۔ وہ ایشم سے صحت مند  
تھی، اسے اس کے کپڑے آنے بھی نہیں تھے۔  
غاذان نے دل میں سوچتے ہوئے سر جھٹکا، وہ اس کے  
دودھیا سفید پیرہ چوٹ دیکھ کے بھی نظر انداز کر

کیا تھا۔ غاذان نے اس کمرے کی الماری چیک کی  
تھی لیکن وہ بالکل خالی تھی۔ غاذان نے زور سے  
الماری کا پٹ بند کرتے اپنے اڈتے غصے پہ قابو  
پاتے ہوئے سائیڈ ٹیبل سے خالی جگہ اٹھا کے  
باتھ روم کی طرف قدم بڑھائے۔ جگ میں پانی



بھرنے کے بعد وہ کمرے میں بیڈ کی طرف آتے  
ہی ماہ پارہ کے چہرے پہ سارا پانی انڈھیل گیا۔  
اہہ۔۔۔ ماہ پارہ کے جسم نے حرکت کی، وہ اگلے  
ہی پل ہر براتی ہوئی آنکھیں کھول گئی جس کے  
باعث پانی کی دھارا سکی آنکھوں میں چھبن کا  
باعث بنی، وہ اپنے چہرے پہ دونوں ہاتھ رکھتی

خود کو اس برف سے بھی ٹھنڈے پانی سے بچانے  
لگی، اسے ہوش میں آتے دیکھ کے غاذان نے  
بیزاری سے جگ سائیڈ ٹیبل پہ رکھتے اسکی طرف  
دیکھا جو ابھی تک چہرے کو ہاتھوں میں چھپائے  
ہوئے تھی۔ اسکا لباس پانی سے بھیگ کے اسکے

جسم کے ساتھ چپکتا اسکے بدن کے خدو حال واضح  
کر رہا تھا۔

ہو گئی سانسیں بحال یا ابھی بھی سینے میں اٹکی ہوئی  
ہیں؟ کیا مجھے ایک اور کوشش کرنی  
چاہئے؟؟۔۔۔ غاذان ایک گھٹنہ بیڈ پہ رکھ کے  
اس پہ جھکتا اسکے ہاتھ چہرے سے ہٹاتا آبرو آچکا

کے استہزایا انداز میں استفسار کرنے لگا، اسکے  
سوال پہ ماہ پارہ نے آنکھوں میں نمی اور خوف لئے  
اسکی طرف دیکھا جس نے اسکی سانسوں کو حلق  
میں اس طرح سے گھونٹا تھا کہ ماہ پارہ کو لگا وہ اسکے  
سخت حصار میں بن آب مچھلی کی طرح مچلتی ہوئی  
مر جائے گی۔ اسکا چہرہ دہک رہا تھا، اسے ابھی تک

غاذان کاشدت بھرا لمس اپنے ہونٹوں پہ محسوس  
ہو رہا تھا، غاذان سے خوفزدہ نگاہیں ہٹاتے وہ اس  
سے دور کھسکتی اس کمرے کی سفید روشنی پہ غور  
کر رہی تھی جو اسے پورے چوبیس گھنٹوں کے  
بعد دیکھنے کو نصیب ہوئی تھی، وہ جو اس پہلے بلب

کی روشنی سے تنگ آچکی تھی، ایک دم سے سفید  
روشنی آنکھوں کو چند ہیا کرنے کا سبب بننے لگی۔  
نہ تمہیں سفید روشنی پسند ہے، نہ پیلی روشنی پسند  
ہے تو میں سوچ رہا ہوں اس صورتحال میں  
تمہیں زندان میں بند کر دینا چاہیے، وہاں ہر وقت  
اندھیرا ہوتا ہے، کوئی بھی لائٹ تمہاری آنکھوں

میں پھسبن کا باعث نہیں بنے گی! کیا کہتی ہو؟۔  
غاذان اسکی چہرے کے اتار چڑھاؤ بغور دیکھتا اس  
پہ مزید جھکتے ہوئے پر اسرار لہجے میں بولتا ماہ پارہ  
کے رونگھٹے کھڑے کر گیا، ماہ پارہ نے زور زور  
سے نفی میں سر ہلاتے غاذان التجائیہ نظروں سے  
دیکھا۔

ن۔ نہیں!۔۔ پل۔۔ پلیر۔۔ ن۔۔ نہیں!۔۔

وہ بے آواز روتے ہوئے منت کرنے والے انداز

میں بولی۔ غاذان کی نگاہیں بے ساختہ اسکے

لرزتے سرخ ہونٹوں پہ مکی خون کی بوند کی

طرف اٹھیں۔۔



وہاں کھڑکی پہ کیوں کھڑی تھی تم؟۔۔۔ غاذان  
اسکے بالائی لب سے اوپر تل پہ نگاہیں دوڑاتا ہے  
تاثر لہجے میں سوال کرنے لگا۔ ماہ پارہ کا دودھیا  
سفید چہرہ اس وقت سرخ تھا۔ پھولے گالوں پہ  
آنسوؤں کے نشان جبکہ ایشن گرین آنکھیں  
سو جھی ہوئی تھیں۔

میری۔۔ سانس۔۔ نہیں۔۔ نہیں۔۔ م۔

مجھے۔۔ گھبراہٹ۔۔ ہو۔۔ رہی۔۔ تھی۔۔

کمرے۔۔ کا۔۔ دروازہ۔۔ بھی۔۔ باہر۔۔

لاک۔۔ تھا۔۔ ماہ پارہ جو پھر سے پہلے والا جواب

دینے والی تھی، اسکا کچھ دیر پہلے والا عمل یاد کرتی

جلدی سے اپنے الفاظ میں رد و بدل کر گئی۔ ماہ پارہ

نے بالکل ابھی نوٹ کیا تھا، وہ اس کے سامنے بغیر  
چادر کے لیٹی ہے، پانی کے باعث اپنے بدن سے  
چپکی قمیض کو دیکھتی ماہ پارہ سرخ چہرہ لئے اپنی  
چادر کو ڈھونڈنے کی غرض سے یہاں وہاں  
نظریں دوڑانے لگی۔ زیرک نگاہ رکھنے والا غاذان  
اس کے تاثرات نوٹ کرتا اس سے فاصلے پہ

ہوتے فون پہ نمبر ملانے لگا، جبکہ ماہ پارہ یہاں  
کہیں بھی اپنی چادر نہ پاتی اٹھ کے بیٹھتے ہوئے  
اپنے نیچے سے تکیے نکال کے اپنا جسم چھپانے کی  
کوشش کرنے لگی۔ اسے اس دھول سے اٹے  
ہوئے کمرے سے یہاں کون لایا تھا؟ کیا غاذان  
لایا تھا؟ ماہ پارہ کو صرف اتنا یاد تھا وہ اسکے لمس کی

تاب نہ لاتی بے ہوش ہو گئی تھی اس کے بعد سے  
اسے کچھ بھی یاد نہیں تھا۔

میں گلی کے پاس آرہا ہوں! تم دو منٹ سے پہلے  
کھانے کی ٹرے لے کر وہاں پہنچو!۔۔ غاذان جو  
فون پہ کسی ملازم سے مخاطب تھا، بات کرتے  
ہوئے کمرے سے نکل گیا، اسے کمرے سے نکلتے

دیکھ کے ماہ پارہ کو پھر سے خوف نے آن کھیرا، کیا  
وہ آج رات بھی اسے یہی پہاکیلا چھوڑ کے جارہا  
تھا؟ اسے غاذان سے اتنا ڈر لگ رہا تھا کہ اس سے  
چھوٹا سا سوال بھی نہ کر پائی، اسکے کمرے سے  
نکلے ہی وہ بیڈ سے کھڑی ہوتی یہاں وہاں اپنی چادر  
ڈھونڈنے لگی۔

یا اللہ! میں کب سے ان کے سامنے بغیر چادر کے  
تھی؟۔۔۔ ماہ پارہ تذبذب کا شکار ہوتی دل میں  
سوچتے ہوئے سرخ پڑی تھی، اس نے پورے  
کمرے میں اپنی چادر تلاش کر لی تھی لیکن وہ  
کہیں نہیں تھی۔ وہ ابھی یہی سب سوچ رہی تھی  
جب غاذان کھانے کی ٹرے پکڑے کمرے میں

داخل ہوا۔ اس نے بھی کسی کو یوں کھانا پیش  
نہیں کیا تھا جس طرح سے اس مہارانی کو کرنے  
والا تھا، یہ ونی میں آئی لڑکی دو دونوں میں اسے گھما  
چکی تھی۔

تمہاری صحت کے مطابق دو بندوں کا کھانا منگوایا  
ہے، اگر تمہیں مزید بھوک لگے تو تم بول سکتی



ہو، میرا غاذان لاشاری نے رزق بانٹنے میں بھی  
کنجوسی نہیں کی!۔۔ غاذان بیڈ کے پاس آتے ہی  
اسکے سامنے کھانے کی ٹرے رکھتا اس کے  
پھولے سر اُپے پہ چوٹ کرتا آنکھیں گھما کے  
بولا۔ غاذان کے طنز پہ ماہ پارہ کی آنکھیں نم  
ہوئی۔۔

(اگر کوئی تیرے موٹا پے پہ چوٹ کرے گا تو کیا  
تو سہ لے گی؟۔۔۔ ماں کی آواز کانوں میں گونجی  
جب وہ اسے کسی پتلی لڑکی کا مذاق اڑانے پہ ٹوک  
رہی تھیں)

میں زیادہ نہیں کھاتی ہوں۔۔۔ ماہ پارہ ناک  
پھولاتے ہوئے معصومیت سے بولتی اپنی آنکھیں

رگڑنے لگی۔ اس نے اپنا بھرم رکھنے کے لئے  
جھوٹ بولا تھا اور نہ ماہ پارہ کھانے کے معاملے میں  
کسی کی نہیں سنتی تھی اور نہ ہی اسکے ماں باپ نے  
کبھی اسے زیادہ کھانے سے روکا تھا۔

واٹ ایور!!۔۔۔ غاذان کندھے اچکا کے  
لاپرواہی سے بولتا کمرے کی کھڑکی کی طرف

بڑھتے اسکی طرف سے رخ موڑ گیا تاکہ وہ سکون  
سے کھانا کھالے۔

جلدی کھانا کھاؤ! تمہیں اپنے کمرے میں واپس  
جانا ہے! صبح فجر کے وقت ملازمہ تمہیں  
تمہارے مہینے کاراشن وغیرہ اور صفائی کا سامان  
دے جائے گی، آئندہ سے مجھے آوازیں لگانے

سے گریز کرنا۔۔۔ وہ کھڑکی کھولتے سنجیدگی سے  
بولتا باہر کی طرف دیکھنے لگا۔ ماہ پارہ اسکی باتیں  
سنتی گہری سانس بھرتے ہوئے پلیٹ کے اوپر  
الٹی رکھی پلیٹ ہٹانے لگی۔ کھانا گرم اور کافی  
خوشبودار تھا۔ اسکی پسندیدہ چکن اور گرما گرم  
نان دیکھتے ماہ پارہ کی بھوک انگڑائی لے کر بیدار

ہوئی تھی، ابھی تو غاذان نے ملازم کو فون کیا تھا تو  
وہ پھر وہ اتنی جلدی میں یہ کھانا کہاں سے لے آیا  
تھا؟ ماہ پارہ سوچتے ہوئے چھوٹا سا نوالہ منہ میں  
ڈالنے لگی، کھانا واقعی ہی لذیز تھا یا اسے بھوک کی  
وجہ سے لذیز لگ رہا تھا وہ سمجھ نہ پائی۔

آپ کھائیں گے؟۔۔۔ نوالہ نکلتے ہوئے ماہ پارہ  
نے غاذان کا لحاظ کرتے ہوئے اسے ڈرتے ڈرتے  
صلح ماردی، ورنہ دل میں وہ یہی دعا مانگ رہی تھی  
وہ منع کر دی کیونکہ اسے بہت بھوک لگ رہی  
تھی۔

نہیں۔۔۔ سوچوں میں کم غاذان نے مڑے بغیر  
مدھم لہجے میں جواب دیا، اسے شیر کی طرح  
غرانے کی بجائے اتنی تمیز سے جواب دیتے دیکھ  
کے ماہ پارہ تھوڑی ریلکس ہوئی تھی، ورنہ ابھی کچھ  
دیر پہلے اس کے خوف سے اسکی جان جارہی  
تھی۔



آپ پریشان ہیں؟۔۔۔ غاذان کو مسلسل باہر  
چاند کی طرف دیکھتا پا کے کھانا کھاتی ماہ پارہ کو لگا وہ  
اپنے بھائی کو یاد کر رہا ہے، اسی لئے نرم دلی کے  
باعث پھر سے ہمت کرتے ہوئے مزید ایک  
سوال پوچھا۔ اس میں نجانے اتنی ہمت کہاں سے  
آئی تھی۔

یہ تمہارا مسئلہ نہیں ہے!۔۔۔ غاذان نے  
عادت کے خلاف کچھ سخت بولنے کی بجائے پھر  
سے مدھم لہجے میں سنجیدگی سے جواب دیا۔  
اچھا! لیکن میں پریشان ہوں! اور مجھے پریشانی میں  
بہت بھوک لگتی ہے، اگر میں یہ سارا کھانا کھا  
جاؤں گی تو آپ مجھے ڈانٹیں گے تو نہیں؟۔۔۔ ماہ

پارہ نوالہ منہ میں ڈالتے ہوئے دل کی بات زبان  
پہ لاتی بھیگی آواز میں بولتے ہوئے سوں سوں  
کرتی رونے لگی، غاذان نے چونک کے اپنی  
نظریں چاند سے ہٹاتے ہوئے رخ موڑ کے اس  
کی طرف دیکھا جو کھانا ٹھونسٹی ہوئی اپنے آنسو  
رگڑ کے صاف کر رہی تھی، نوہ چباتے ہوئے وہ

اپنا نچلا سرخ لب مڑوڑ رہی تھی جس پہ غاذان  
نے گہرا کٹ دیا تھا، اسکے چہرے پہ اس وقت  
معصومیت ہی معصومیت تھی، وہ اسکی طرف  
متوجہ نہیں تھی، اسے اتنے دوستانہ انداز میں خود  
سے مخاطب ہوتے دیکھ کے وہ نخوت سے سر  
جھٹکتا پھر سے چاند کی طرف دیکھنے لگا۔ ابھی تو اس

لڑکی کے بہت سے امتحان باقی تھے، وہ اگر غاذان  
کو کوئی رحم دل شہزادہ سمجھ رہی تھی تو یہ اسکی  
بھول تھی۔

نہیں! تم کھا لو۔۔۔ غاذان اسے رزق پہ ڈانٹتا  
نہیں چاہتا تھا اسی لئے بے تاثر لہجے میں مدھم آواز  
میں جواب دیتا پھر سے چاند کی طرف دیکھنے

لگا۔ اسے تیسری دفعہ اتنی تمیز سے جواب دیتے  
دیکھ کے ماہ پارہ کی آنکھیں پھیلی تھیں، خیر وہ  
مزید کوئی بھی سوال کرنے کی بجائے سکون سے  
کھانا کھانے لگی، وہ جتنی بھی پریشان ہوتی تھی،  
کھانا کھاتے ہوئے وہ پریشانی کچھ پل کے لئے  
بھول جایا کرتی تھی اور اب تو وہ ویسے بھی چوبیس

گھنٹوں سے بھوک کی گھٹی ایسے میں وہ اپنے کھانے  
میں مزید حلل نہیں ڈالنا چاہتی تھی۔ کچھ دیر بعد  
غاذان نے رخ موڑتے کن اکھیوں سے اسکی  
طرف دیکھا تھا وہ منہ میں چھوٹا سا نوالہ ڈالتی ابھی  
تک کھانے میں مصروف تھی، البتہ اب اس نے  
اپنے سینے سے تکیہ ہٹا کے سائیڈ پر رکھا ہوا تھا،

اسکے بکھرے بال اسکے چہرے پہ آتے اسے تنگ  
کر رہے تھے۔ غاذان خاموشی سے فون میں  
مصروف ہو گیا۔ اسے اسکے زیادہ کھانے پہ غصہ  
نہیں آرہا تھا۔

یہ بچا ہوا کھانا میں نے ڈھک دیا ہے۔۔۔ ماہ پارہ  
سارہ کھانا ٹھونسنے کے بعد تھوڑا سا نان اور چٹکی



جتنا سالن چھوڑتی اس پہ پیٹ واپس سے  
موندتے ہوئے معصومیت سے بولتی تیزی سے  
ہاتھ دھونے کی غرض سے ہاتھروم کی طرف  
بڑھ گئی، کسی کے گھر میں پیٹ بھر کے کھانا بھی  
کتنا مشکل کام تھا۔ اسے یہاں اتنا سارا کھانے پہ  
شرمندگی ہو رہی تھی لیکن وہ کیا کرتی؟؟ وہ جتنا

کھا رہی تھی اسے اتنا ہی کم لگ رہا تھا اس نے  
آخری دونوں آلے نجانے کس دل سے چھوڑے  
تھے یہ وہی جانتی تھی۔

(ہاں جانتا ہوں میں! کتنا کھانا چھوڑا ہو گا پانڈہ  
نے!!)۔۔۔۔۔ اسے ہاتھ روم میں ہاتھ دھوتے  
دیکھ کے غاذان اسکی بات کا بلند جواب دینے کی

بجائے سلگ کے دل میں بولتا فون میں مصروف  
رہا۔ ہاتھ روم میں ہاتھ دھوتی ماہ پارہ نے اپنا سر باہر  
نکالتے چوری چھپے غاذان پہ ایک نگاہ ڈالی تھی،  
گویا یہ جاننے کی کوشش کر رہی ہو کہ وہ اسکے بچے  
ہوئے کھانے کا معائنہ تو نہیں کر رہا؟ لیکن صد

شکر وہ اس معاملے میں کنجوس نہیں تھا، وہ چہرے  
پہ چٹائی تاثرات سجائے فون میں مصروف تھا۔  
جلدی باہر نکلو! مجھے تمہیں تمہارے کمرے تک  
چھوڑ کے یہاں سے نکلنا ہے۔۔۔ اسے ابھی تک  
اندردیکھ کے غاذان کڑکتی آواز میں بولا۔ ماہ پارہ

اسکی تیز آواز پہ اچھلتی ہوئی اگلے ہی پل ہاتھروم  
سے باہر نکل آئی۔

اس کمرے میں بہت دھول ہے، کیا میں آج  
رات کے لئے اس کمرے میں ٹھہر جاؤں؟۔۔۔ ماہ  
پارہ اپنے سینے پہ ہاتھ باندھتی نگاہیں جھکاتے  
ہوئے غاذان سے معصومیت سے التجاء کرنے لگی،

اس کا لہجہ اپنے دشمن کے ساتھ بھی بہت جلد  
ہموار ہو جاتا تھا، غاذان تو پھر اسکی محبت تھا، وہ اس  
کے روپے پہ اس سے ناراض ہونے کی حیثیت  
نہیں رکھتی تھی۔ غاذان نے اسکے سوال کا جواب  
دینے کی بجائے ایک ہی نگاہ میں اسکا اوپر سے نیچے  
تک جائزہ لیا۔

نہیں!!۔۔۔۔۔ غاذان اسے مزید شے نہیں

دینا چاہتا تھا اسی لئے درشتی سے انکار کرتا

دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ ماہ پارہ گہری سانس

بھرتی بحث کرنے کی بجائے خاموشی سے اسکی

طرف بڑھنے لگی۔ اسکے وجود پہ چادر نہیں تھی،

ماہ پارہ کو کافی اکورڈ محسوس ہو رہا تھا لیکن وہ سمجھ

چکی تھی اسکی چادر اسی خستہ حال کمرے میں رہ  
چکی ہے۔ اس کمرے سے نکلتے ہی ماہ پارہ کا استقبال  
پھر سے اندھیرے نے کیا تھا، وہ غاذان کے ہمقدم  
ہوتی سمیتے دل سے اپنے کمرے کی طرف بڑھ  
رہی تھی۔ وہ اسے کیسے بتاتی اسے اس گندے



کمرے میں کتنا ڈر لگتا ہے۔ اس نے کون سی سن  
لینی تھی؟

میں آجکل مصروف ہونے کی وجہ سے تمہیں  
ٹف ٹائم نہیں دے پا رہا اسی لئے یہ مت سمجھنا تم  
اس حویلی میں لگژری زندگی گزارو گی، تمہارے  
برے دن بہت جلد شروع ہونے والے ہیں! تم

نے ابھی تک میری بے رحم سائیڈ کا ٹریلر بھی  
نہیں دیکھا! اگر میرا بھائی اس مٹی کے نیچے دفن  
ہو سکتا ہے تو تم بھی اس کمرے میں رہ سکتی ہوں!  
ناٹ آبیگ ڈیل!!۔۔۔ اسے اپنے کمرے میں  
داخل ہوتے التجائیہ انداز میں اپنی طرف دیکھتا پا  
کے وہ اسکی آنکھوں کا سوال پڑھتا غصے سے دبے

دبے انداز میں غراتے اسکے کمرے کا دروازہ باہر  
سے لاک کر گیا۔ اس نے اسے اپنے سر چڑھانے  
کے لئے بالکل نکاح نہیں کیا تھا۔

اندر سے بھی لاک کرو!!۔۔۔۔۔ اسکی طرف  
جوا بآخاموشی پا کے غاذان سر دلچے میں بولا جس  
پہ ماہ پارہ اگلے ہی پل اندر سے کنڈی لگا گئی۔ آج

پھر اسے اس دھول مٹی والے کمرے میں پوری  
رات جاگ کے گزارنے تھی، کچھ دیر پہلے کھانا  
کھاتے ہوئے جو کھانسی اور چھینکیں رکی ہوئی تھی  
وہ پھر سے شروع ہو گئی۔

---

تشنگی یار۔۔۔ قسط 12

از قلم۔۔۔ علیشہ خان

(دو ہفتوں بعد)

(فرسٹ پشینٹ کو اندر بھیجیں۔۔۔ اپنا لچ ختم کرتے ہی روشانے زیدی نے اپنے ٹیبل پہ پڑی گھنٹی بجائی، اپنے دروازے کے باہر کھڑے والنٹیسر کے اندر

جھانکنے پہ وہ حکیمہ انداز میں بولتی ٹیشو سے اپنے لب  
تھپتھپانے لگی۔ وہ کافی دیر سے پیشنٹ چیک کر رہی  
تھی، لنچ بریک کے دوران سب پیشنٹس باہر اسکا  
ویٹ کر رہے تھے جنہیں والٹنٹیر نے ایک ایک کر  
کے اندر بھیجنا تھا۔ روشانے زیدی اپنا دوپٹا درست  
کرنے میں مصروف تھی جب کسی نے کمرے میں

داخل ہوتے ہی اسے سلام جھڑا تھا، جانی پہچانی آواز پہ  
روشانے چو نکتی ہوئی سراٹھا کے اسکی طرف دیکھنے  
لگی۔ سامنے کھڑے بالاچ لاشاری کو دیکھتے ہی اسکی  
نگاہیں اسکے ہاتھ کی طرف اٹھی تھیں جہاں اس نے  
کل اسٹیج پر لگائے تھے، اسکے ہاتھ پہ بینڈ تاج جوں کی  
توں تھی، شاید وہ بینڈ تاج چینیج کروانے آیا تھا۔ وہ ہاؤس





تھینک یو!۔۔۔۔۔ بالاج شکر یہ کہتا اپنے سیاہ کوٹ کے  
بٹن کھولتے ہونٹوں پہ خوبصورت سی مسکراہٹ  
سجائے کر سی سنبھال گیا۔

آپکا ہاتھ کیسا۔۔۔۔۔ روشانے ٹیبل پہ اپنے دونوں  
ہاتھ رکھتی سنجیدگی سے اس سے اسکے ہاتھ کے متعلق  
استفسار کرتی جب بالاج اسکی بات کاٹ گیا۔

میں اپنے ہاتھ کی چوٹ کے سلسلے میں نہیں آیا ہوں  
ڈاکٹر صاحبہ!۔۔۔ وہ ٹانگ پہ ٹانگ چڑھاتے کرسی کی  
پشت پہ ہاتھ پھیلائے گلہ کھنکھارتے ہوئے  
بولا، مسکراہٹ جوں کی توں تھی۔

تو پھر کس سلسلے میں آئے ہیں؟۔۔۔ روشانی نے  
آبرو اچکا کے سوال کرتے اپنے سامنے ٹیبل پہ پڑی

چیزیں درست کی تھی۔

شاید آپ کو میرا مسئلہ تھوڑا weird لگے کیونکہ  
مجھے بھی weird لگا تھا جب میرے کزن نے میری  
اس بیماری کے symptoms نوٹ کر کے مجھے  
بتائے! میں کافی دنوں سے اگنور کر رہا تھا لیکن پھر آج  
یوں اچانک ہی بیٹھے بیٹھے خیال آیا کہ اگر یہ

symptoms بڑھتے چلے گئے تو شاید یہ بیماری  
شدت اختیار کر جائے، اسی لئے میں نے سوچا مجھے  
ڈاکٹر سے رجوع کرنا چاہیے، چونکہ آپ نے کل اتنے  
اچھے اسٹیجز لگائے تھے تو مجھے لگا "مس روشانی"  
سے اچھی ڈاکٹر اس پورے لاہور میں کہیں نہیں ہو  
سکتی سو میں آپ کے پاس چلا آیا۔۔۔۔۔ بالاج مسکراتے

ہوئے ٹھہرے ہوئے انداز میں روشنانے سے مخاطب  
تھا، روشنانے زیدی غور سے اسے سن رہی تھی البتہ  
اسکے آخری دو جملوں پہ وہ آبرو آچکا گئی۔ کیا وہ  
Buttering کر رہا تھا؟ روشنانے نے دل میں  
سوچا، منہ سے نہیں بولی۔

جی ایڈوکیٹ صاحب! آپ نے بہت اچھی تمہید  
باندھی ہے، اب میں آپ کی بیماری کے  
symptoms جاننا چاہوں گی، پلیز مختصر انداز  
میں ٹودا پوائنٹ بتائیے گا، باہر پیشینش وٹینگ پہ  
ہیں۔۔۔۔۔ روشانہ اپنی کہنی ٹیبل پہ ٹکا کے گال پہ  
ہاتھ رکھتی رسمی مسکراہٹ ہونٹوں پہ سجا کے بولی۔ وہ

مستلسل مسكرار ٻاٽها اسي لئو روشاڻو بهي مسكرادى۔  
بالاچ ٺو اٻو عٺاٻي هوٺ سكوڙو ٽو هوئو سر ڪو خم  
دٻا۔

يس شيور! ميں symptoms ڏسڪس ڪرڻو ڪي  
بجائو ڏاڙيڪٽ مدعو ٻو آتا هوں، اٽڪچولي مجھو هر وقت  
مسڪراڻو ڪي ٻياري هوگئي هو، مير اڪزن (غاذان)

نہیں چاہتا، ہر لڑکی میری اس مسکراہٹ کا غلط مطلب  
نکال کے مجھے مشکوک سمجھے! سو مجھے جلد از جلد اس  
بیماری کا علاج چاہیے۔۔۔ بالاج مسکراتے ہوئے اپنی  
بات مکمل کرتا روشنانے کی طرف دیکھنے لگا جو اسے نا  
سمجھی سے آئبر واٹھاتی یوں دیکھ رہی تھی جیسے بول  
رہی ہو "آرپو آؤٹ آف یور مائنڈ؟"



کب سے ہوئی ہے آپ کو یہ بیماری؟۔۔۔ مقابل  
بھی روشا نے زیدی تھی، کرسی کے ساتھ ٹیک لگاتی  
استفہامیہ انداز میں بولی۔

تقریباً ایک ہفتے سے۔۔۔ بالاج لاشاری نے دماغ  
میں کیلکولیشن کرتے ہوئے مسکرا کے جواب دیا۔

ہم! مسکراہٹ تو آپکی واقعی ہی کافی مشکوک سی لگتی  
ہے، چونکہ آپ کو علاج جلد از جلد چاہیے، تو مجھے لگتا  
ہے آپ کو میڈیسن پہ ریلے کرنے کی بجائے  
ڈائریکٹ آپریٹ کروانا چاہیے۔۔۔ روشانے اسکی  
مسکراہٹ پہ ایک نگاہ ڈالنے کے بعد اپنی انگلیوں میں  
پین گھماتی پر سوچ انداز میں بولی۔

یس آئی ایگری!!۔۔۔ بالاج کی مسکراہٹ میں ابھی  
تک کوئی کمی نہیں آئی تھی۔

مسئلہ سیر یس ہے! آپ کو جلد از جلد اپنے ہونٹ کٹوا  
دینے چاہیے!۔۔۔ روشانے زیدی دل میں دانت  
کچکچاتی جبکہ ظاہر مطمئن انداز میں کندھے اچکا کے بولی

اسکے اتنے سادہ مگر خطرناک جواب پہ بالاج کی

مسکراہٹ غائب ہوئی تھی

واٹ؟؟۔۔۔ وہ آنکھیں پھیلا کے حیرانی سے بولا۔

جی ایڈوکیٹ صاحب! آپ نے درست سنا اور ابھی

کچھ دیر پہلے بالکل درست فرمایا تھا روشا نے زیدی

جیسی ڈاکٹر اس پورے لاہور میں کوئی ہو ہی نہیں سکتی

کیونکہ روشا نے اپنا وقت برباد کرنے والے پیشمنٹس  
کو اسپیشل ٹریمنٹ دیتی ہے، کیا آپ مجھ سے اسپیشل  
ٹریمنٹ لینا چاہیں گے یا ڈائریکٹ مدد سے پہنچیں گے؟  
باہر پیشمنٹس ویٹ کر رہے ہیں!۔۔۔ روشا نے  
زیدی ایک ایک لفظ پہ زور ڈالتی دانت پیس کے بولی،  
بالاچ لاشاری نے آبرو اچکاتے ہوئے اس کے خطرناک

ارادوں پہ نظر ثانی کی تھی۔ وہ پھر سے خوبصورت سی  
مسکراہٹ اپنے ہونٹوں پہ سجا گیا۔  
میں آپکے اس اسپیشل ٹریٹمنٹ پہ ضرور غور کروں گا  
ڈاکٹر صاحبہ! ان شاء اللہ کبھی تو آپ سے یہ ٹریٹمنٹ  
ضرور کرواؤں گا فلحال مجھے اپنے ہاتھ کی بینڈیج چینیج  
کروانی ہے!۔۔۔ بالاج لاشاری نے پہلے دو جملے

زو معنی انداز میں کہے تھے لیکن روشا نے غور نہ کر  
پائی، بلکہ اسکا آخری جملہ سنتے ہی وہ سنجیدگی سے اس کے  
ہاتھ کی بینڈ تاج چینیج کرنے کے لئے میڈیکل باکس  
کھولنے لگی۔

ہونٹ کٹوا دینے چاہیے!! وائے ناٹ!!؟ یہ ہونٹ  
آپ ہی کا ٹیٹیں گی ڈاکٹر صاحبہ، میرا وعدہ رہا آپ سے!

لیکن اوزار میری مرضی کے ہوں گے!۔۔ روشانی  
کو نرمی سے اپنے ہاتھ پہ بینڈ تاج چینیج کرتے دیکھ کے  
بالاچ اسکے گلابی ہونٹوں کو گہری نگاہ سے دیکھ کے دل  
میں مسکرا کے سوچتا گلے ہی پل اپنی نگاہوں کا زاویہ  
بدل گیا۔)



سوچوں کا تخیل ٹوٹتے ہی وہ زخمی سی مسکراہٹ  
ہو ننوں پہ سجائے اپنے بائیں ہاتھ کی طرف دیکھنے لگا  
جہاں اس نے ابھی کچھ دیر پہلے اپنی انگلیوں پہ بالکل  
اسی مقام پہ کٹ لگائے تھے جہاں ایک مہینے لگائے  
تھے، اس روز اسے اس زخم نے اگر سکون پہنچایا تھا تو  
آج یہ زخم رنج کے تکلیف پہنچا رہا تھا، وہ اپنے کمرے

میں اندھیرا کر کے بیٹھا چہرے پہ سو گوار مسکراہٹ  
سجائے ناچاہتے ہوئے اس لڑکی کو سوچ رہا تھا جس کے  
تمام خیالات وہ اپنی سوچوں سے مٹا دینا چاہتا تھا۔ ہاتھ  
کی تکلیف شدت اختیار کرتی جا رہی تھی لیکن دل کے  
کسی خانے سے آواز آئی تھی اس تکلیف کا علاج لاہور  
میں ہے۔۔

نہیں!! میں لاہور نہیں جاؤں گا! ابھی نہیں جاؤں گا۔

میرا ٹارگٹ صرف حیات ابراہیم ہے!۔۔ بالاج

لاشاری اپنے دل کو ڈپٹتا چہرے پہ چٹانی تاثرات سجائے

اپنے ہاتھ پہ بینڈ تاج لگائے بغیر بے حسی برتاؤ نہی

اوندھے منہ بیڈ پہ گر گیا۔ ان کے خاندان کی جوان

موت ان سب کی زندگیوں کو بدل کے نجانے کس  
دہانے پر لے کر جانا چاہتی تھی؟

---

بابا جان یہ سوٹ میں لوں گی، یہ بہت خوبصورت  
ہے۔۔۔ روشنائی ایک گاجری رنگ کے خوبصورت  
سے سوٹ پہ ہاتھ رکھتی چمکتے ہوئے اپنے باپ سے

مخاطب ہوئی جو اسکی بات پہ اسے مصنوعی حنفی سے  
دیکھتے سر نفی میں ہلاکے۔

یہ سوٹ میں تمہاری امی کے لئے لایا ہوں، تم باقی  
کپڑوں میں سے کچھ پسند کر لو، یہ میری بیوی پہنے  
گی۔۔۔ دانیال زیدی اسکے ہاتھ سے یہ خوبصورت سا  
گاجری لباس اپنی بیوی کو پکڑاتے لہجے میں محبت کی

مٹھاس لئے بولے۔ بیڈ کراؤن کراؤن کے ساتھ ٹیک  
لگا کے لیٹی سعدیہ بیگم ان کی بات پہ شرماتے ہوئے  
مسکرا نے لگیں، ان کے جسم کی رائیٹ سائیڈ  
paralyzed تھی، وہ اپنے جسم کی دائیں سائیڈ کو  
بالکل حرکت نہیں دے پاتی تھیں لیکن دانیال زیدی  
نے انہیں آج تک ان کی یہ محرومی نہیں جتلائی تھی،

ان کا پیار ان کے لئے آج بھی ویسا ہی تھا جیسا شادی کے  
شروع کے دنوں میں تھا اسی لئے توروشانے اپنی ماں کو  
اکیلے میں چھیڑ چھاڑ کرتی رہتی تھی۔

باباجان دیکھیں یہ نا انصافی ہے! آپ کی بیگم ہمیشہ مجھ  
سے اچھے کپڑے لے اڑتی ہیں، کبھی بیٹی کو بھی گھاس  
ڈال دیا کریں۔۔۔ روشانے ان دونوں کی طرف

دیکھتی حنفی سے منہ پھولاتے ہوئے بولی۔ وہ ان کی  
لاڈلی تھی لیکن جان بوجھ کے اپنے ماں باپ کو تنگ  
کرنا اسکا فیورٹ کام تھا۔ وہ اس وقت ان دونوں کے  
کمرے میں ان کے بیڈ پہ بیٹھی فیملی ٹائم دے رہی تھی،  
وہ چاہے اپنی ڈاکٹری میں بہت مصروف رہتی تھی لیکن  
اس کے ماں باپ اور بھائی اسکی فرسٹ پرائیوٹی تھے،



روشانے کا ایک ہی بھائی ہے جو زیادہ گھر نہیں آتا تھا  
کیونکہ وہ آرمی میں تھا۔

زیادہ منہ بنانے کی ضرورت نہیں ہے، باقی رنگ بھی  
بہت اچھے ہیں، میں نے تم دونوں کے لئے بہت پیار  
سے شاپنگ کی ہے لیکن وہ سوٹ صرف تمہاری ماں  
ہی پہنے گی۔۔۔ دانیال زیدی ہنستے ہوئے اسے اپنے

ساتھ لگا کے بولتے اسکی مصنوعی حنفی دور کرنے لگے  
جبکہ سعدیہ بیگم اپنی بیٹی کی خود پہنکی زو معنی نظروں پہ  
مسکراہٹ دبانے لگیں۔

کاش بابا جان سب شوہر آپ جیسے ہوں تو دنیا کی ہر  
عورت خود کو خوش قسمت محسوس کرے۔۔۔۔۔ وہ  
اپنی مصنوعی ناراضگی بھول کے ان کے سینے پہ سر

رہتی گہری سانس بھرتے ہوئے ادا سی سے بولی، اس  
نے ہاسپٹل میں بہت سی ڈومیٹک وائلنس کی شکار  
خواتین کو دیکھا تھا جنہیں دیکھ کے اسے مرد ذات پہ  
غصہ آتا تھا لیکن جب وہ اپنے باپ کو دیکھتی تھی اسکا  
سارا غصہ جاگ کی مانند بیٹھ جاتا تھا، وہ واقعی ہی اپنے  
باپ کو ایک آئیڈیل شوہر اور باپ تسلیم کرتی تھی

جس نے پوری زندگی انہیں اپنے پروں کے نیچے چھپا  
کے رکھا تھا۔

میں ایک ہی پٹریں تھا بیٹی جو تمہاری ماں کے نصیب میں  
لکھا تھا۔ بیٹی اور بیوی کو ایمو شئل ہوتے دیکھ کے  
دانیال زیدی ماحول کو ہلکا پھلکا کرنے کی غرض سے  
شوخی لہجے میں بولتے ان دونوں کو ہنسنے پہ مجبور کر کے

۔ دل میں وہ اپنی خوبصورت اور قابل بیٹی کے اچھے  
نصیب کے دعا گو تھے جس نے چھوٹی سی عمر سے اب  
تک سٹر گل کی تھی، وہ لوگ ہائی کلاس فیملی سے نہیں  
تھے، دانیال زیدی نے ساری عمر محنت کرتے ہوئے  
اپنے گھر کو چلایا تھا، اور روشا نے ان کی اس محنت کی

بہت قدر کرتی تھی، اسکا باپ محنتی تھی تو وہ آج ڈاکٹر  
بن کے اپنے پیروں پہ کھڑی تھی۔

---

(بالکل اچھا نہیں لگتا تجھ پہ یہ رومال! آخ تھو کیا گندی  
شکل لگتی ہے اس میں تیری!۔۔ یزدان اس کے

خوبصورت چہرے سے نگاہوں کا زاویہ بدلتا منہ کے  
زاویے بگاڑتا اسے جان بوجھ کے تنگ کرنے لگا۔  
ہاہا ہا جیلز لوگ! لڑکیاں مرتی ہیں تیرے بھائی کے  
اس سٹائل پہ۔۔ وریام آئینے کے سامنے کھڑا ہو کے سر  
پہ رومال باندھتا ہنستے ہوئے اترا کے بولا۔

تو نے کان پہ piercing کب کروائی؟۔۔۔

یزدان جو اسے طنزیہ جواب دینے والا تھا اسے دائیں

کان پہ چھوٹا سا ٹاپس پہنتے دیکھ کے حیرانی سے سوال

کیا۔ وریام جواب دینے کی بجائے کھلکھلا کے ہنستا ہوا

اس سلور ٹاپس کو سیٹ کر رہا تھا۔



اس میں ہنسنے والی کیا بات ہے؟ تجھے شرم نہیں آتی تھی  
یہ خالص ذنابہ فیشن اپناتے ہوئے؟۔۔۔ یزدان واقعی  
ہی شا کڈ تھا اسی لئے اسے جھڑکنے لگا۔

تجھے ایسا لگتا ہے میں کسی فیشن کو اپنانے کے لئے خود کو  
تکلیف دوں گا؟ کتنی دفعہ بولتا ہوں اپنے کند دماغ سے  
سوچنے کی بجائے وریام لاشاری بن کے سوچا کر! یہ

آرٹیفیشل مقناطیسی ٹاپس ہے۔۔ وریام اپنے کان سے  
ٹاپس اتار کے اسے دو حصوں میں تقسیم کرتا یزدان کی  
عقل پہ افسوس کرنے لگا۔

اوو! اسکا مطلب تو نے piercing نہیں کروائی  
؟۔ یزدان اسکا کان صحیح سلامت دیکھتے سکون کی

سائنس بھرتے بولا، ورنہ اسے سخت ناپسند تھا لڑکوں کا  
یہ piercing فیشن۔۔

اکھورس! اور اب تجھے بتا دیا ہے تو پوری یونیورسٹی میں  
بانڈا پھوڑنے کی ضرورت نہیں ہے، دوسرے لوگوں  
کے لئے میں نے piercing کروالی ہے! سمجھا

تو؟۔۔ وریام اسے آنکھیں دیکھا کے تشبیہ کرتا روعب

سے بولا۔

کیوں؟ دوسرے لوگوں نے تیرے اس کتے فیشن پہ  
تجھے سراہتے ہوئے آسکر ایوارڈ سے نوازا نا ہے؟۔۔  
یزدان نے افسوس سے سوال کیا۔

اونے میرے حسن اور فیشن سے جل مت! تو بھی کر  
لے۔ تجھے کوئی منع کر رہا ہے کیا؟۔ وریام نے اپنی  
چاکلیٹ براؤن بئیر ڈکو مزید چمکانے کے لئے اس پہ  
بئیر ڈ آئل لگاتے ہوئے یزدان کو آنکھیں گھما کے  
جواب دیا، وریام اس وقت یونیورسٹی کے لئے تیار ہو رہا  
تھا اور اسکے نخرے لڑکیوں سے زیادہ تھے۔

اللہ بچائے مجھے ایسے زنانہ فیشن کے شر سے! الٹی آرہی  
ہے تجھے دیکھ کے!۔۔ یزدان جان بوجھ کے زبان باہر  
نکال کے وامٹ کرنے کی ایکٹنگ کرتا اور یام کو چڑانے  
لگا۔

ایک وقت آئے گا، جب تو اور یام لاشاری کے پیرپہ پیر  
رکھتے اسکی فیشن سینس فالو کرے گا! جسٹ ویٹ اینڈ

واچ پیٹا! وہ سنا ہے نا خر بوزے کو دیکھ کر خر بوزہ رنگ  
پکڑتا ہے؟ تیرے ساتھ بھی یہ حساب بہت جلد ہونے  
والا ہے۔۔ وریام مسکراتے ہوئے پورے وثوق سے  
بولتا اب ٹیشو سے اپنے ہاتھوں پہ لگا آئل صاف کر رہا  
تھا۔

آخ تھو! میں مرنہ جاؤں تیری اس لھٹیا فیشن سینس  
کو اپنانے سے پہلے!۔۔ یزدان اسے مسلسل چڑاتا  
ڈسٹ پن میں جھک کے تھوک پھینکتا افسوس سے نفی  
میں سر ہلانے لگا، وریام جو کب سے اسکے منہ سے اپنے  
فیشن کی توہین سنتے ہوئے بھی اگنور کر رہا تھا، اب اسکی  
بس ہوئی تھی، اس نے باڈی سپرے اٹھا کے غصے سے



اسے دے ماری لیکن یزدان ہنستے ہوئے پہلے ہی نیچے  
جھک چکا تھا اسی لئے وہ باڈی سپرے پیچھے دیوار کی  
زینت بن گئی۔)

وہ اس کے کمرے کے آئینے کے سامنے کھڑا اپنی اور  
وریام کی آج سے چار سال پہلے کی گفتگو یاد کرتا اور اسی  
سے اپنے ہاتھ میں موجود اسکے رومال کی طرف دیکھ رہا

تھا جو وہ ہمیشہ اپنے سر پہ باندھتا سب سے منفرد نظر آتا  
تھا۔ اسے کہے ہوئے ایک مہینہ ہونے والا تھا لیکن  
یزدان کے لئے یہ ایک مہینہ صدیوں برابر تھا، اس  
ایک مہینے کی مسافت بہت تکلیف دہ اور اذیت سے  
بھرپور تھی، یزدان کا پور پور جیسے کانٹوں سے زخمی تھا  
لیکن وہ سب کے سامنے خود کو بے تاثر ظاہر کرتا تھا۔

پوری حویلی میں ایک سناٹا تھا، اسے اپنی حویلی کے  
لوگوں کو زندگی کی طرف واپس لانا تھا جو وریام کے  
جانے کے بعد ہر چیز سے مایوس اور بیزار ہو چکے تھے  
کیونکہ اگر اسکی جگہ وریام ہوتا تو وہ اپنے لوگوں کو کبھی  
اداس نہیں رہنے دیتا۔ یزدان یہی سب سوچتے ہوئے  
اسکا سیاہ رومال اٹھا کے اپنے سر پہ باندھنے لگا، وہ صحیح کہتا

تھا ایک وقت آئے گا وہ اسکی فیشن سینس ضرور فالو  
کرے گا اور وہ وقت شاید آچکا تھا۔ وہ اپنے گندمی گھنے  
بال اس رومال میں چھپاتے ہوئے اس سے اپنا سر کور  
کرتے رومال کو پیچھے سے گڑھا لگا رہا تھا، یزدان اس  
وقت سیاہ جینز پہ وائٹ ہائی نیک پہنے ہوئے تھا، وائٹ  
ہائی نیک اسکے چٹائی وجود سے چپکی اسکا باڈی بلڈر وجود

ظاہر کر رہی تھی۔ ہائی نیک کے اوپر اس نے سینے تک  
آتا سلور لاکٹ پہن رہا تھا جس میں ٹوٹا ہوا دل تھا، اس  
ٹوٹے ہوئے دل کا ایک حصہ ہمیشہ وریام پہنتا تھا، وہ  
دونوں جب بھی اپنے لاکٹ کو اتار کے ایک دوسرے  
کے قریب کرتے تھے مقناطیسی کشش کی وجہ سے  
لاک میں موجود دونوں کا ٹوٹا دل جڑ جایا کرتا تھا لیکن

اب س دل کو جوڑنے والا شاید کوئی بھی نہیں تھا۔  
وریام کا یہ سیاہ رومال اسکی دودھیا سفید رنگت پہ کافی بیچ  
رہا تھا۔ وہ اسکے سلور ٹاپس کو کان میں پہننے کی بجائے  
اپنی جیب میں رکھتا اسکے کمرے سے نکلتے سیڑھیوں کی  
طرف بڑھ رہا تھا، اس کا رخ نیچے ڈائینگ روم کی  
طرف تھا۔ ڈائینگ روم کے دروازے کے قریب

آتے ہی اس نے ایک نظر سب کو دیکھا تھا، حویلی کے  
سب مکین بالکل خاموشی اور سنجیدگی سے ہلکا پھلکا سا  
ناشتہ کر رہے تھے، انہوں نے تو اکٹھے بیٹھ کے کھانا  
کھانا بھی چھوڑ دیا تھا، بالاجی نے کچھ دن پہلے انہیں  
اکٹھے ڈائننگ میں جوڑنا شروع کیا تھا، ایشم کو بھی بالاجی

اور غاذان پیار سے ڈائینگ روم میں لے کر آئے تھے  
ورنہ وہ تو صرف اپنے کمرے کی ہو کے رہ چکی تھی۔  
السلام علیکم لیڈ یز اینڈ جینٹل مین۔۔۔ یزدان نے اندر  
داخل ہوتے سب کو چہکتے ہوئے بلند آواز میں سلام کیا  
جس پہ سب بے ساختہ اسکی طرف متوجہ ہوئے۔ وہ  
سب بنا پلکیں جھپکائیں اسکی طرف دیکھنے لگے جس نے



آج پورے ایک مہینے بعد اپنے لبوں پہ مسکراہٹ سجائی  
تھی، صرف انہیں ہی نہیں بلکہ سب کو ایسا لگ رہا تھا  
ان کے سامنے وریام کھڑا ہو۔ اس کے سر پہ سیاہ رومال  
دیکھتے وہ سب ادا سی سے مسکرا دیئے جبکہ شاہ جہاں بیگم  
اپنی کرسی سے اٹھ کے ٹرانس کی کیفیت میں اس کے سینے  
سے لگتی آنسو بہانے لگیں، وہ جانتی تھی وہ ان کا وریام

نہیں ہے لیکن وہ ان کے لئے وریام سے کم بھی نہیں  
تھا، اس نے اس پورے مہینے میں غاذان سے زیادہ ان کا  
اور ایشم کا خیال رکھا تھا۔

شش پیاری لڑکی! آپ کی آنکھیں بہت خوبصورت  
ہیں، روئیں مت ورنہ اگر میں فلٹرنگ پہ اتر آیا تو آپ  
کے جناب شوہر مجھے قید میں بند کر ڈالیں گے۔ انہیں

روتے دیکھ کے یزدان شوخ لہجے میں بولتا ان کے آنسو  
اپنے ہاتھوں سے صاف کرنے لگا، روتی ہوئی شاہ جہاں  
بیگم اسکی زو معنی بات پہ ایک دم سے جھینپ گئی جبکہ  
سالک لاشاری پورے دل سے مسکراتے ہوئے اپنے  
آنسو اندر کی طرف اتارنے لگے۔ ایشم اسے ایک نظر  
دیکھنے کے بعد ادا سی سے اپنی نگاہیں پلیٹ پہ جھکا گئی تھی

جبکہ یزدان کے منہ سے قید کا لفظ سن کے غاذان  
لاشاری کو اچانک سے وہ لڑکی یاد آئی تھی جس کی اس  
نے پچھلے دو ہفتوں سے خبر تک نہیں لی تھی لیکن ہاں  
اس روز کے اگلے ہی دن ملازمہ کے ہاتھ صفائی کا اور  
اسکے کھانے پینے کا سامان بچھو دیا تھا۔ وہ اس کا خیال اپنے  
ذہن سے جھٹک کے پھر سے مسکراتا ہوا یزدان کی

طرف متوجہ ہو گیا جو شاہ جہاں بیگم کو جھینپنے پہ مجبور کر  
کیا تھا۔

اچھے لگ رہے ہو یزدان!۔۔۔۔۔ بالاج نے مسکراتے  
ہوئے کھلے دل سے اسکی تعریف کرتے چائے کا کپ  
ہونٹوں سے لگایا۔ چائے کا گھونٹ بھرتے ہی اس نے  
اپنے حلق میں اٹکا آنسوؤں کا گولہ اندر کی طرف اتارا۔

اسے یزدان کا جہاں ماحول کو خوشگوار بنانا بہت اچھا لگا  
تھا وہی پہ اسکی یاد بھی آئی تھی جس کا رومال اس وقت  
یزدان کے سر پہ بندھا ہوا تھا۔

شکریہ ادا سائیں!۔۔۔ یزدان جواباً سر کو خم دے کر  
مسکرا کے بولتا ایک نظر اس کے ساتھ بیٹھی ایشم کو

دیکھنے لگا جو ناشتہ کرتے ہوئے اسے کن الھیوں سے  
دیکھ رہی تھی۔

ایشم کل سے تم کالج جاؤ گی، بہت ہو گئی چھٹیاں۔۔۔  
یزدان نے اپنی پلیٹ میں ناشتہ ڈالتے ہوئے نارمل  
انداز میں ایشم کو مخاطب کیا جو پہلے سے کمزور ہوتی جا  
رہی تھی۔

نہیں! میرا دل نہیں چاہتا۔۔۔ ایشم نے بددلی سے  
جواب دیتے اپنے ناشتے سے ہاتھ کھینچے تھے۔  
یزدان ٹھیک رہا ہے ایشی! تم دونوں کل سے اپنا کالج  
اور یونی جوائن کرو گے، پیپرز قریب ہیں۔۔۔ ایشم کے  
انکار پہ غاذان نے اسے اپنے ساتھ لگاتے ہوئے نرمی  
سے سمجھایا، اسکا لہجہ نرم ہونے کے ساتھ ختمی تھی تھا



جس پہ ایشم نے دل میں یزدان کو غصے سے کوستے جبکہ  
بظاہر غازان کی بات مانتے اسکے سینے کے ساتھ سر ٹکا دیا

-

---

وہ اپنے روز کے معمول کے مطابق اس کمرے کی  
صفائی کرنے کے بعد دروازے پہ بنی دو سیڑھیوں پہ جا

کے بیٹھتی ادا اسی سے سامنہ دیوار کی طرف دیکھنے لگی،  
یہاں کوئی بھی نہیں آتا تھا، وہ پورا پورا دن اس دیوار کو  
گھورتی رہتی تھی یا اپنے کمرے میں بے مقصد چکر  
لگانے کے بعد ادا اسی سے کمرے میں موجود کھڑکی میں  
کھڑی ہو جاتی لیکن جیسے ہی اسے غاذان کے قدموں یا  
گاڑی کی آواز سنائی دیتی وہ تیزی سے اس کھڑکی کو بند

کر دیتی تھی، ماہ پارہ نے ان دو ہفتوں میں نوٹ کیا تھا  
غاذان زیادہ تر پچھلے گیٹ سے حویلی میں داخل ہوتا  
ہے اور غلطی سے بھی اس کے کمرے کی طرف دیکھے  
بغیر وہ مردان خانے کی طرف بڑھ جاتا تھا۔ اسے یہاں  
بیٹھ کے اپنے ماں باپ کو یاد کرتے کرتے گھنٹوں گزر  
جاتے تھے، وہ اپنے ادا سائیں کو بھی یاد کرتی تھی لیکن

دل میں ایک رجسٹر سی تھی کہ اس نے اپنی بہن یا ماں  
باپ کا ایک دفعہ بھی مڑ کے حال پوچھنا ضروری نہیں  
سمجھا تھا؟ کیا اس کے لئے اپنی کل کی محبت حاصل کرنا  
بہت ضروری تھا؟ آج پھر انہی سوچوں میں دوپہر سے  
شام ہو چکی تھی، تقریباً ساڑھے پانچ کا وقت تھا، وہ بے  
آواز روتی دروازے کے ساتھ سر ٹکائے اوپر آسمان کی

طرف دیکھنے لگی شاید آج بھی کل کی طرح بارش آنے  
والی تھی، ماہ پارہ جو ہمیشہ بارش کے نام پہ خوش ہوتی  
تھی آج پریشان سی نظر آتی تھی کیونکہ کل پوری رات  
اسکے کمرے کی چھت سے جگہ جگہ سے پانی ٹپکتا رہا تھا،  
چھت میں جگہ جگہ چھید تھے، پانی کے ٹپ ٹپ ٹپکنے کی  
آواز نے پوری رات تنگ کیا تھا جس کے باعث اس کا

چھوٹا سا سنگل بیڈ بھی گیلا ہوتا رہا تھا، اس نے کل کی  
پوری رات جاگ کے گزاری تھی۔ وہ پوری رات  
اپنے کمرے کا دروازہ بند رکھتی تھی لیکن صبح ہوتے ہی  
وہ یہ دروازہ کھول کے ٹھنڈی ہوا میں کھلی سانس بھرتی  
تھی کیونکہ اس دن غاذان کے بعد جب ملازمہ اسے  
سامان وغیرہ دینے آئی تھی وہ باہر سے لاک کر کے جانا

بھول گئی تھی، ابھی کل ہی وہ ملازمہ اس گلی کے سامنے  
سے گزر رہی تھی جب ماہ پارہ نے اسے مجبوری میں  
آواز دیتے ایک سوٹ مانگا تھا، اسی طرح سے اس نے  
اس سے اس روز ایک سوٹ مانگا تھا جب وہ اسے راشن  
وغیرہ دینے آئے تھی اور ایک دفعہ کل۔۔ وہ بیچاری  
ملازمہ اسے نجانے کہاں سے سوٹ لا کے دیتی تھی،

خیر جو بھی تھا وہ اسکے پاس زیادہ دیر نہیں رکتی تھی،  
اسکی دوست بھی نہیں بنتی تھی لیکن نرمی سے بات کر  
لیا کرتی تھی۔ اس ملازمہ نے کل ملا کے دو سے تین  
دفعہ ہی چکر لگایا تھا، اور ماہ پارہ کو آج یہاں چودہ دن  
گزر چکے تھے، اسے یوں محسوس ہوتا تھا جیسے وہ کسی  
جیل میں رہ رہی ہو۔ اسے لگا تھا ایشم ایک دفعہ اس سے



اسکا حال وغیرہ پوچھنے آئے گی یا شاید آ کے شکوے ہی  
کر لے لیکن اس نے اس گلی میں ایک دفعہ بھی آنا  
ضروری نہیں سمجھا تھا۔ کیا وہ اتنی بری تھی؟ وہ ابھی  
یہی سب سوچ رہی تھی جب ایک دم سے تیز بارش  
شروع ہوئی تھی، ماہ پارہ بھوکھلاتی ہوئی جلدی سے  
سیڑھیوں سے اٹھ کھڑی ہوئی، اسے تو لگ رہا تھا بارش

رات کے وقت آئے گی لیکن یہ بارش ابھی سے  
شروع ہو گئی تھی۔ ماہ پارہ نے پہلے تو اندر جانے کا سوچا  
لیکن پھر اپنے للچاتے دل پہ قابو نہ پاتی اسی گلی میں  
کھڑی رہی، وہ گلی تنگ بالکل نہیں تھی، کافی چوڑی سی  
گلی تھی جس کے پیچھے ہی ایک اور گلی نکلتی تھی لیکن ماہ  
پارہ اس پیچھے والی گلی تک کبھی نہیں گئی تھی، وہ جب

سے یہاں رہ رہی تھی اس گلی کی حدود سے باہر نہیں  
نکلی تھی کیونکہ غاذان کی وار ننگ وہ ابھی تک نہیں  
بھولی تھی، غاذان نے جس طرح اسے اس روز لبوں پہ  
زخم دیا تھا وہ جب جب یاد کرتی اسکے گال دہک کے انار  
ہوتے تھے جیسے ابھی بارش میں بھیسکتے اس منظر کو یاد  
کرتے ہوئے ہو رہے تھے، لیکن اس منظر کو یاد کر کے

وہ اپنا رونا بھی کنٹرول نہیں کر پاتی تھی، اس نے لکٹی  
بے دردی سے اسکے ہونٹوں کو چھوا تھا؟ وہ بے آواز  
روتی اپنے بازو پھیلائے اس تیز بارش میں بھینگنے لگی،  
اس کی اماں سائیں اسے ہمیشہ سردی کی بارش میں  
بھینگنے سے منع کرتی تھیں لیکن وہ پھر بھی ان کی بات  
سن ان سنی کرتی بارش میں نہا کے بعد میں بیمار ہو کے

بیٹھ جاتی تھی۔ اپنی ماں کی ڈانٹ پھٹکار یاد کرتی وہ  
افیت سے آنسو بہانے لگی، اسکے پاس کام ہی کیا تھا  
سوائے اپنے نصیبوں پہ رونے کے؟ وہ بارش میں  
بھیسکتے ہوئے آنکھیں بند کئے یہاں وہاں گھوم رہی  
تھی، اسے ارد گرد کا کوئی ہوش نہیں تھا، وہ اس وقت  
اپنی سوچوں میں گم تھی۔۔ وہ جس گلی میں کھڑی تھی،

وہ ایل شپ میں تھی۔ اس ایل کا آدھا حصہ اس کے  
کمرے کے پیچھے سے نکلتا تھا۔ وہ اپنی سوچوں میں اتنی  
گم تھی کہ گھومتی ہوئی اس حصے کی طرف آگئی جہاں وہ  
پہلے کبھی نہیں آئی تھی، اور غاذان کی گاڑی کے ہارن  
کی آواز پر بھی غور نہ کر پائی۔ چوکیدار اور ملازم، جو  
بارش کی وجہ سے گیٹ سے کچھ دور شیڈ کے نیچے

کھڑے تھے، غاذان کی گاڑی کی آواز سنتے ہی چھاتانے  
گیٹ کی طرف بھاگے۔ ایک منٹ سے پہلے گیٹ کھولا  
کیا تھا۔ غاذان، جو سنجیدگی سے گاڑی اندر لا رہا تھا، غیر  
ارادی طور پر یہاں وہاں نظریں گھماتے اس اچانک  
برستی بارش کا اندازہ لگانا چاہا جب اپنے دائیں جانب گلی  
کا منظر دیکھتے اسکی آنکھیں لال انگارہ ہوئی تھیں،

غاذان لاشاری نے ایک دم سے بریک پہ ہاتھ رکھا اور  
گاڑی کا دروازہ کھولتے فوراً سے باہر نکلا، اسکے ماتھے کی  
لکیریں اور گردن کی تنی رگیں اسکے شدید غصے کا پتہ  
دے رہی تھیں، کسی ملازم نے اسکے سر پہ چھاتا کرنا چاہا  
تھا جب وہ اسکا ہاتھ جھٹکتا ہوا اسے یہاں سے جانے کا  
اشارہ کرتا غصے سے پاگل ہوتے اس گلی کی طرف قدم



بڑھانے لگا جہاں وہ اپنے وجود سے لاپرواہ اس بارش  
میں جھومتی جا رہی تھی۔ گلابی اور سفید رنگ کے  
امتزاج کا دوپٹا اس کے وجود سے پھسلتا پیروں میں گر  
چکا تھا لیکن ماہ پارہ کو ارد گرد کی کوئی ہوش نہیں تھی،  
اسکی گلابی قمیض اس کے بدن سے چپکتی اسکے انگ انگ کو  
واضح کر رہی تھی، قمیض اس کے سائز کی نہیں تھی اسی

لئے اسے کافی فٹنگ میں تھی، اسکے بے ترتیب سراپے  
کو دیکھتے غازان لاشاری کے قدموں میں تیزی آئی  
تھی، وہ طیش و اشتعال کے عالم میں ایک جست میں  
اسکے سر پہ جا کھڑا ہوا، ماہ پارہ کو ہوش اس وقت آئی  
تھی جب اپنے بھورے بالوں پہ کسی کی مضبوط گرفت  
کا جھٹکا محسوس ہوا، وہ ہولے سے چیختی اپنی آنکھیں وا کر

گئی، اپنی سانسوں سے بھی قریب کھڑے غازان  
لاشاری کو دیکھتے اسکی آنکھیں حیرت سے پھٹی! وہ آج  
پورے ڈیڑھ ہفتے کے بعد اسے اپنے سامنے دیکھ رہی  
تھی، اسکی آنکھوں میں شدید غصے کی سرخی دیکھتی ماہ  
پارہ کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ ہوئی تھی، وہ خوف  
سے غازان لاشاری کی طرف دیکھتی جا رہی تھی۔

میں پوچھ رہا ہوں کب سے کھڑی ہو یہاں؟۔۔۔  
غازان لاشاری اب کی بار دھاڑا تھا، وہ شاید کب سے  
اس سے یہی سوال پوچھ رہا تھا لیکن اسے اتنے دنوں  
بعد اپنے سامنے دیکھ کے وہ خوف سے بولنا اور سننا  
بھول چکی تھی، اسکی دھاڑ پہ وہ لرزتی ہوئی اس کی  
گرفت سے آزادی پانے کی کوشش کرنی لگی لیکن وہ

اسے بے دردی سے پیچھے ٹھنڈی دیوار کے ساتھ لگاتا

ایک ہاتھ اسکے جبرے پہ جما گیا۔

و۔ وہ۔ بارش۔۔ ہو۔ رہی۔ تھی۔ تو۔۔ میں۔۔ ماہ پارہ

معصومیت سے جواب دینا چاہ رہی تھی لیکن اس کا خوف

اس قدر ہاوی تھا کہ وہ اپنا جملہ مکمل نہ کر پائی، وہ سہمتے

ہوئے غاذان کی طرف دیکھنے لگی جو اسکے جبرے پہ  
خطرناک حد تک گرفت مضبوط کر گیا تھا۔  
تو میں چھم چھم کرتے ہوئے یہاں ناچنے آگئی؟۔۔۔  
اسکے خاموش ہونے پہ غاذان لاشاری نے اسکے کان  
میں غراتے ہوئے شدید غصے سے اسکا جملہ مکمل کیا، وہ  
سہمتی ہوئی تیزی سے نفی میں سر ہلاتی بے آواز رونے

لگی، ماہ پارہ نے نظریں یہاں وہاں گھما کے جانے کی  
کوشش کی تھی کہ وہ اس وقت کہاں پہ موجود ہے  
لیکن وہ باہر سے اپنے کمرے کی اس واحد کھڑکی کے  
علاوہ اور کچھ نہ پہچان پائی، ماہ پارہ کو اپنی غائب دماغی پہ  
غصہ آیا تھا۔

کس کی اجازت سے اپنے کمرے سے نکلی تھی  
تم؟؟۔۔۔ اسے یہاں وہاں دیکھتا پا کے وہ پہلے سے  
زیادہ غصے سے سوال کرتا اسکے یا قوتی لبوں سے کچھ اوپر  
سیاہ موٹے تل پہ نگاہیں جما گیا جس پہ وقتاً فوقتاً بارش کی  
بوندیں ٹھہر رہی تھیں، ماہ پارہ نے جواب دینے کی  
غرض سے اپنے جبرے سے اسکا ہاتھ ہٹانا چاہا جب وہ



اپنی گرفت مزید مضبوط کرتا اسکے اپر لپ مول سے  
نگاہیں ہٹا کے اسکے سر اُپے کو گہری نگاہوں سے دیکھنے  
لگا، اسکے انداز میں استحقاق اور غصہ تھا، اس گلابی قمیض  
میں اسکے جسم کے واضح ہوتے خدو حال کو قہر برساتی  
نگاہوں سے گھورتا وہ اسکے بے حد نزدیک ہوا، اتنا

نزدیک کے ماہ پارہ کی دھڑکنیں اسکے چٹائی سینے سے  
ٹکرا گئی۔

کس کا لباس پہنا ہے تم نے؟۔۔۔ غازان نے طیش کے  
عالم میں غصے سے چلاتے ہوئے سوال کیا، ماہ پارہ نے  
اس کے سینے میں چھپنا چاہا لیکن وہ اسے بے دردی سے  
دیوار کے ساتھ لگائے اپنا ہاتھ اسکے بالوں سے ہٹائے

اسکی کمر پہ جھاتا اسے غصے سے اپنی منٹھی میں بھرنے لگا،  
ماہ پارہ سسکی! غاذان کو اچھی طرح سے یاد تھا وہ جب  
حویلی آئی تھی وہ سیاہ لباس میں ملبوس تھی، پھر اس  
وقت وہ کس کے کپڑے پہنے ہوئے تھی؟ وہ مناسب  
سراپے کی مالک تھی، نہ ضرورت سے زیادہ موٹی اور نہ  
حد سے زیادہ سمارٹ! وہ گول مٹول چہرے، پھولے

سیبی گال اور نرم و نازک روئی سے جسم کی مالک معصوم  
اور خوبصورت سی لڑکی کسی کا بھی ایمان ڈگمگاسکتی تھی،  
وہ اس ٹائٹ گیلی قمیض میں اسکے رعنائیں چھلکتے سر آپے  
کو دیکھتا غصے سے پاگل ہو رہا تھا، اگر گیٹ کے سامنے  
ملازموں کی فوج کھڑی ہوتی اور وہ اس طرح سے خود  
سے لاپرواہ بارش میں جھوم رہی ہوتی تو غاذان بنا سوال

کئے اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا، صد شکر تھا ملازم  
بارش کی وجہ سے گیٹ سے دور کھڑے تھے۔  
وہ۔۔ جو۔۔ مجھے۔۔ سامان۔۔ دینے۔۔ آئی۔۔  
تھی۔۔ اس۔۔ سے۔۔ مانگ۔۔ لئے۔۔ کیونکہ۔۔  
میرے۔۔ کپڑے۔۔ مٹی۔۔ سے۔۔ گندے۔۔  
ہو۔۔ کئے۔۔ تھے۔۔ اسے اپنے جبرے پہ گرفت

ڈھیلی کرتے دیکھ کے ماہ پارہ نے آنکھوں میں آنسو لئے  
غازان کی بات کا جواب دیا۔ اسے بے باکی سے اپنی  
سر اُپے پہ نگاہیں گاڑتے دیکھ کے اسے شرم محسوس ہو  
رہی تھی، اسکے گال تندور کی مانند دہک کے گلابی سے  
لال ہو چکے تھے۔ غازان نے اسکے جواب پہ اپنا نچلا  
لب زور سے دانتوں تلے دبایا، وہ اسے کپڑے بچھوانا تو

بھول ہی چکا تھا! اسے کسی ملازمہ کے لباس میں دیکھ کر  
غاذان کو عجیب سے انداز میں غصہ آرہا تھا۔  
منہ میں زبان تھی نا؟؟ اسی ملازمہ کے ہاتھ مجھے پیغام  
نہیں بجھوا سکتی تھی؟۔۔۔ وہ اس کے نچلے ہونٹ پہ بے  
دردی سے انگوٹھا مسلتا غصے سے بولا، بے آواز روتی ماہ  
پارہ چونک کے اسکی طرف دیکھنے لگی لیکن اگلے ہی پل

اسکی لشیلی ہیزل نٹ آنکھوں کی تاب نہ لاتی نگاہیں جھکا  
گئی۔

آپ۔۔ ڈانٹتے!۔۔ ماہ پارہ نے تھوک نکلتے ہوئے

معصومیت سے جواب دیا۔

اگر تمہیں میری ڈانٹ کا اتنا ڈر ہوتا تو یہاں چھم چھم  
کرتی لاپرواہی سے بارش میں ناچ نہ رہی ہوتی!!۔۔



غاذان دانت کچکچا کے غصے سے بولتا پھر سے اسکے  
کپکپاتے وجود میں نظریں گاڑ گیا، اسکے سراپے پہ کسی  
ملازمہ کا لباس بری طرح سے چھب رہا تھا، دل کر رہا  
تھا قمیض کو گلے سے پکڑ کے دو حصوں میں چیر دے، یا  
اسی لباس سمیت اس وجود کو آگ کی نظر کر دے!  
تاکہ اسکی جان چھوٹے اس مصیبت سے!!

یہ بھی اس سے مانگی تھی؟؟۔۔۔ وہ اسکی گلابی کیلی  
قمیض کندھے سے کھسکا کے اس بلیک سٹریپ میں انگلی  
پھنساتا غصے سے استفسار کرنے لگا، اسکے اس قدر بے  
باک سوال پہ ماہ پارہ کا دل کیا زمین دو حصوں میں بٹے  
اور وہ اس میں سما جائے، اس نے جواب دینے کی بجائے  
یہاں وہاں نگاہیں دوڑاتے اپنا دوپٹا تلاشنا چاہا جو کچھ ہی

فاصلے پہ زمین کو سلامی دے رہا تھا، ماہ پارہ اس دوپٹے کو  
پکڑنے کی غرض سے اس کے حصار سے آزاد ہونا چاہ رہی  
تھی جب وہ اس کی بلیک سٹریپ پہ اپنی انگلی کی گرفت  
مزید مضبوط کرتا اسے اپنے بے حد قریب کھینچ گیا، تیز  
بارش ان دونوں کو مکمل بھگو چکی تھی، سردی اور  
غازان کی دہشت کے باعث ماہ پارہ کا جسم بری طرح

سے کانپ رہا تھا جبکہ اسکے لباس کو اسکے وجود سے چپکتے  
دیکھ کے غاذان کا پاراہائی ہو رہا تھا، وہ اپنی زیرک  
نگاہوں سے اسکے انگ انگ کی پیمائش کر رہا تھا۔  
کچھ پوچھا ہے میں نے؟۔۔ غاذان نے کرخت لہجے  
میں اپنا سوال بلا جھجک دہرایا تھا جس پہ ماہ پارہ تھوک  
نگلتی جلدی سے نفی میں سر ہلاتی نگاہیں چڑا گئی، اس

میں اتنی ہمت نہیں تھی اس سوال کا منہ سے جواب  
دے سکے۔ غاذان اسکے بالائی لب سے اوپر تل پہ مکی  
پانی کی بوندیں اپنی انگلی کی پور سے صاف کرتا سکی  
اٹھتی جھکتی پلکوں کا رقص دیکھنے لگا۔

پل۔ پلیز۔ مجھے۔ چھوڑ۔ دیں۔۔ میرا۔۔ دوپٹا!!۔۔  
مجھے۔۔ اپنے۔۔ کمرے۔۔ میں۔۔ جاننا۔۔ ہے۔۔ ماہ

پارہ اسکی نظروں سے خائف ہوتی معصومیت سے التجاء  
کرنے والے انداز میں بولی جس پہ غازان استہزایا انداز  
میں ہنس دیا۔

تمہیں اگر لگ رہا ہے آج میں تمہیں سزا دیئے بغیر  
چھوڑ دوں گا تو یہ تمہاری بھول ہے!! بہت شوق ہے نا  
تمہیں بارش میں ناچنے کو؟؟ چلو میرے ساتھ،

میرے سامنے ناچو! میں تمہارا شوق ختم کرواتا  
ہوں!!۔۔۔ غاذان اسکے کان میں غصے سے چلاتا ہوا  
اسکی سٹریپ سے انگلی ہٹا کے اسے زور سے بازو سے  
تھامتا اسکے کمرے کی طرف بڑھتا چلا گیا، ماہ پارہ سمیٹتے  
ہوئے اس سے التجائیں کرتی اسکے ساتھ کھینچتی چلی جا  
رہی تھی۔

تفنگی یار۔۔ قسط 13

از قلم۔۔۔ علی شے خان

میں تمہاری شکل دیکھنے کے لئے یہاں نہیں بیٹھا  
ہوں! ناچنا شروع کرو جیسے پہلے ناچ رہی تھی،  
جب تک بارش ختم نہیں ہو جاتی تم ایک سیکنڈ کے  
لئے بھی جھومنا بند نہیں کرو گی!۔۔ ماہ پارہ کو اپنے



سامنے سینے پہ ہاتھ باندھ کے کھڑے دیکھ کے اسکے  
کمرے کی باہر والی سیڑھیوں پہ بیٹھا غاذا ان غصے سے  
اسے حکم دے رہا تھا، کانپتی ہوئی ماہ پارہ نے اسکے حکم  
پہ تھوک لگلا۔ اسے دوپٹے کے بغیر اتنی شرمندگی  
محسوس ہو رہی تھی لیکن غاذا ان نے اسے اسکا زمین  
پہ گرا دوپٹا پکڑنے نہیں دیا تھا۔ غاذا ان نے اسکے

جھومنے کو جان بوجھ کے ناچنے سے تشبیہ دی تھی  
تاکہ وہ شرمندگی محسوس کرے اور ماہ پارہ پہ واقعی  
ہی گھڑوں پانی گرا تھا۔

م۔ مجھے۔۔ بہت۔۔ سردی۔۔ لگ۔۔ رہی۔۔  
ہے۔۔ ماہ پارہ نے معصومیت سے نگاہیں جھکا کے

جواب دیتے اپنی آنکھوں کی نمی پیچھے کی طرف  
دھکیلی۔

تم تو ونی میں آنے کے بعد بھی یہاں مزے میں  
ہو؟ بہت جلد تمہیں ذندان کی ہوا لگوانی پڑے  
گی!۔۔ غاذان اسکی بات نظر انداز کرتا یہاں وہاں  
نگاہیں گھماتے پر سوچ انداز میں بولا، ذندان کے

ذکر پہ ماہ پارہ نے اپنی ایش گرین آنکھوں میں بے  
حد خوف لئے غاذان کی طرف دیکھا۔ وہ جب بھی  
یہاں آتا تھا ماہ پارہ کو ہمیشہ کسی ناکسی خوف میں مبتلا  
کر جاتا تھا۔

تم ابھی تک ایسے ہی کھڑی ہو؟ ابھی تک ناچنا  
شروع کیوں نہیں کیا؟ کیا چاہتی ہو تمہاری اس حکم

عدولی پہ تمہیں آج ہی ذندان میں بند کر  
ڈالوں؟؟۔۔۔ غاذان جس نے ارد گرد کا جائزہ لینے  
کے بعد ماہ پارہ کی طرف آنکھیں گھمائی تھیں اسے  
ابھی تک اپنی جگہ پہ کسی اسٹیچو کی طرح کھڑے دیکھ  
کے غصے سے لہورنگ ہوتی آنکھوں سے غرایا۔ ماہ  
پارہ اسکی غراہٹ کی آواز پہ اپنی جگہ سے اچھلی تھی،

اسکی آنکھوں سے آنسو کسی سمندر کی طرح بہتے جا  
رہے تھے، اسے کیا معلوم تھا بارش میں جھومنا اس  
کے لئے سزا بن جائے گا۔

م۔ میرا۔۔۔ دوپٹا۔۔۔ مجھے۔۔۔ شرم۔۔۔ آ  
رہی۔۔۔ ہے!۔۔۔ ماہ پارہ روہانسی آواز میں  
معصومیت سے بولتی اپنی انگلیاں موڑنے لگی، اسے

واقعی ہی اسکے سامنے شرم آرہی تھی۔ غاذان جس  
طرح سے سیڑھیوں پہ بیٹھا ہوا تھا، صرف اسکی  
ٹانگوں پہ بارش پڑ رہی تھی جبکہ اوپر والا وجود  
کمرے کے دروازے کے اوپر لگی شیڈ کے باعث  
مزید گیلا نہیں ہو رہا تھا۔

ہاہاہاہ۔ واٹ آجوک؟ ابھی کچھ دیر پہلے ارد گرد کی  
پر وائے بغیر پوری گلی میں یہاں وہاں پھدکتے  
ہوئے شرم و حیا نہیں آرہی تھی لیکن جس کی  
اٹینشن پانے کے لئے یہ سارے گھٹیا ڈرامے کئے  
جارہے تھے، اب اسی کے سامنے شرم آرہی ہے؟  
ایکٹنگ مست کرتی ہو ویسے! کتنے آڈیشن دے چکی



ہو اب تک؟۔ غاذان اسکی بات کا مذاق اڑاتے  
ہوئے استہزایا انداز میں ہنستا ہوا تالی بجانے لگا، اسکی  
تمسخر سے لبریز ہنسی اور اس پہ تضاد الفاظ کے چناؤ پہ  
ماہ پارہ کا چہرہ اہانت سے سرخ ہوا، اس نے کب  
اسکی اٹینشن پانے کے لئے یہ سب کیا تھا؟ وہ تو اپنی

سوچوں میں اتنی کم ہو چکی تھی کہ اسے معلوم ہی نہ  
ہوا وہ کہاں پہ جاتی جا رہی ہے۔

مجھے نہیں پتہ تھا آپ اس وقت حویلی آئیں گے!  
میں ایسی لڑکی نہیں ہوں۔۔۔ اس تیز بارش میں  
بھیگتی ماہ پارہ اپنے آنسوؤں پہ ضبط کرنے کی ناکام  
کوشش کرتی بھیگی آواز میں بولی، اسکی آنکھوں کا

شکوہ پڑھتے غاذان ایک پل کو دم بخود ہوا لیکن پھر  
اگلے ہی پل شانے اچکا گیا۔

تم کیسی لڑکی ہو کیسی نہیں! اس سے میرا کوئی لینا  
دینا نہیں ہے، فلحال مجھے تمہاری پرفارمنس دیکھنی  
ہے، جلدی سٹارٹ کرو مجھے اور بھی بہت کام ہیں!  
— غاذان سنگدلی سے غراتا ہوا اپنی بھاری ہوتی گیلی

جیکٹ اتار کے سائیڈ پہ رکھ گیا، وہ اب سیاہ جینز پہ  
وائٹ ٹی شرٹ پہنے ہوئے تھا، اسکی وائٹ ٹی  
شرٹ سے اسکے چوڑے مضبوط شانے، پھولے  
بائیسپ، کٹاؤدار چٹانی سینہ، اور اسکے لیبرز نمایاں  
تھے۔

مجھے بہت سردی لگ رہی ہے پلیز مجھے اندر جانے  
دیں۔۔۔ اسے دروازے پہ جم کے بیٹھے دیکھ کے ماہ  
پارہ نے روتے ہوئے مزید ایک کوشش کی تھی  
لیکن غاذان کا چہرہ بے تاثر تھا، وہ اپنی جیکٹ پہ کہنی  
ٹکا کے نیم دراز ہوتا ٹانگیں لمبی کر کے سیڑھیوں پہ

دھرے فرصت سے اسکی طرف دیکھنے لگا جیسے  
اسکی التجاء کو کوئی اثر ہی نہ ہوا ہو۔

پلیز۔۔۔ مج۔۔۔ ابھی ماہ پارہ مزید بولتی جب غازان  
درشتی سے اسکی بات کاٹ گیا۔

اگر تم مجھے اگلے ہی منٹ بنا بریک لگائے جھومتی  
نظر نہ آئی تو خدا کی قسم ابھی اور اسی وقت زندان

میں بند کردوں گا اور زندان تمہاری سوچ سے  
زیادہ خطرناک ہے!۔۔۔ غاذان غصے سے چلایا تھا،  
اسکی خطرناک دھمکی پہ ماہ پارہ کے اوسان خطا  
ہوئے تھے، اس نے مزید بحث کئے بغیر تیزی سے  
جھومنا شروع کیا تھا بالکل اسی طرح جس طرح وہ  
اسکی غیر موجودگی میں جھوم رہی تھی، غاذان

استہزایا انداز میں سر جھٹکتا اسکے وجود کے ایک ایک  
حصے کا نظارہ کر رہا تھا، ابھی کچھ دیر پہلے وہ یوں ہی تو  
خود سے بے پروا جھوم رہی تھی تب اسکی یہ شرم و  
حیا کہاں فوت ہو گئی تھی؟ غاذان دل میں غصے سے  
سوچتا اپنے گیلے سیاہ بالوں میں ہاتھ پھیرتا نہیں  
ماتھے سے پیچھے کی طرف کر رہا تھا۔ اسکے خوف سے



جھومتی ماہ پارہ کچھ ہی دیر میں اپنی سوچوں میں کم ہو  
گئی، وہ بانہیں پھیلائے اپنا چہرہ آسمان کی طرف کئے  
ان چودہ دنوں کے متعلق سوچنے لگی جو اس نے اس  
جگہ پہ اکیلے گزارے تھے، اور نجانے مزید کتنے ہی  
دن یہاں گزارنے تھے، وہ شاید یہاں بیٹھے غاذان  
لاشاری کو بھی فراموش کر چکی تھی جو مبہوت ہوتا

اسکے سفید شفاف چہرے پہ گرتی پانی کی بوندیں  
دیکھ رہا تھا، پانی کی بوندیں اسکے ماتھے سے ناک تک  
آنے کے بعد اسکے بالائی لب سے اوپری سیاہ موٹے  
تل پہ آ کے ٹھہر ٹھہر جاتیں، اس تل پہ گرتی پانی کی  
بوندیں غاذان کو کہیں نہ کہیں بے چین کر رہی  
تھیں لیکن وہ ماننے سے انکاری تھا۔ ماہ پارہ کو بارش

میں یو نہی جھومتے بیس منٹ گزر چکے تھے، اس  
نے ایک سیکنڈ کے لئے بھی جھومنا بند نہیں کیا تھا  
اور غاذان نے آدھے سیکنڈ کے لئے بھی اس پر سے  
نگاہیں نہیں ہٹائی تھیں، وہ اسے یوں دلجمعی سے  
دیکھ رہا تھا جیسے فلم کا سین دیکھ رہا ہو، لمحہ بالمحہ  
گزرنے کے ساتھ بارش میں کمی کی بجائے تیزی

آتی جا رہی تھی، اس کا وجود بری طرح سے لرز رہا  
تھا۔ شام کا وقت تھا لیکن آسمان پہ چھائی گھٹا  
اندھیری رات کا گمان دے رہی تھی۔

آہہ۔۔۔ بادلوں کے ایک دم سے گر جتنے پہ  
جھومتی ہوئی ماہ پارہ نے سہم کے چیتے ہوئے کسی  
چیز کا سہارا لینا چاہا لیکن ناکام ہوتی زور سے

سیڑھیوں کے پاس جا گری، نان سٹاپ جھومنے  
کے باعث اسے زوردار چکر آئے تھے، وہ بہت  
بری طرح سے گری تھی، نچلی سیڑھی زور سے  
اسکی پنڈلی پہ لگی تھی، اسکا ماتھا اوپر والی سیڑھی سے  
ٹکرا جاتا اگر وہ غاذان کو بروقت نہ تھامتی، اسکا ایک  
ہاتھ غاذان کے پیر پہ جبکہ دوسرا اسکے گٹھنے پہ تھا،

نیم دراز میر غاذان لاشاری اس اچانک افتاد پہ چونکتا  
ہوا جلدی سے سیدھا ہو کے بیٹھتا اپنا پیر اسکے ہاتھ  
سے دور کر گیا۔ ماہ پارہ کا ایک ہاتھ جوا بھی تک اسکے  
گٹھنے پہ تھا، اسے یوں اچانک سے اٹھ کے بیٹھتے  
دیکھ کے وہ سہمتی ہوئی اپنا ہاتھ پیچھے ہٹا گئی۔

م۔ مجھے۔۔ ذندان۔۔ میں۔۔ مت۔۔ ڈالے۔۔  
گا۔۔ پلیز۔۔ مجھے۔۔ چکر۔۔ آ۔۔ کئے۔۔  
تھے۔۔ ماہ پارہ اپنی پنڈلی کی چوٹ نظر انداز کرتی  
روتے ہوئے غاذان سے التجاء کرتی زمین سے اٹھنے  
لگی، اسے لگ رہا تھا وہ اسکی اس غلطی پہ اسے ابھی  
ذندان میں ڈال دے گا، اس نے ابھی تک ذندان

دیکھا نہیں تھا لیکن اس جگہ کا نام سنتے ہی ایک  
عجیب سی وحشت ہوتی تھی۔ غاذان سنجیدگی سے  
اسے زمین سے اٹھتے ہوئے دیکھ رہا تھا جب ایک  
دفعہ پھر سے زور سے بادل گرجے تھے، اب کی  
دفعہ بادل گرجنے کی آواز پہلے سے کئی گنا زیادہ  
تھی، ماہ پارہ جو آدھی کھڑی ہو چکی تھی، بادلوں کے



گر جنے کی آواز پہ چنچنی ہوئی پھر سے بری طرح سے  
گر جاتی لیکن غاذان اسے بھر وقت اپنی مضبوط  
بانہوں میں تھام گیا۔ غاذان کے یوں اچانک سے  
تھامنے پہ وہ اسکی گود میں آگری، غاذان نے  
محسوس کیا تھا اسکی ایش گرین آنکھیں بار بار بند ہو  
رہی تھیں لیکن وہ انہیں زبردستی کھول رہی تھی۔

پل۔۔ پلینز۔۔ مجھے۔۔ زندان۔۔ میں۔۔ ماہ پارہ  
اکھڑتی سانسوں کے درمیان بھیگی آواز میں ابھی اپنا  
جملہ مکمل کرتی جب غاذان نے تیزی سے اسکے  
لبوں کے ساتھ اپنے عنابی لب جوڑتے اسکے حلق  
میں اپنی سانسیں اتاری تھیں، اپنے بازوؤں میں  
اسکے نرم روئی سے وجود کو ڈھیلا پڑتا محسوس کر کے

وہ لمحے میں جان گیا تھا وہ faint ہو رہی ہے۔ ماہ  
پارہ نے بند ہوتی آنکھوں کو زبردستی کھولتے خود پہ  
جھکے غاذان لاشاری کی طرف دیکھا تھا جو آج اسکی  
سانسیں کھینچنے کی بجائے اس میں اپنی سانسیں  
اندھیل رہا تھا۔ ماہ پارہ کانوں کی لوں تک سرخ پڑی  
تھی، غاذان اسکے گال پہ ہاتھ جمائے تیزی سے اس

میں اپنی سانسیں انڈھیل رہا تھا، سانسیں بحال  
ہوتے ہی ماہ پارہ نے شرم سے لرزتی پلکوں کو گالوں  
پہ سجدہ ریز کرتے اس سے فاصلہ قائم کرنا چاہا جب  
غاذان اسے اپنی بانہوں میں سمائے سیڑھیوں سے  
کھڑا ہوتا اس میں مسلسل اپنی سانسیں اتارتا اندر کی  
جانب بڑھ گیا۔ اسے ماہ پارہ کی دہکتی سانسوں کی

تپش اور اسکے وجود سے نکلتی ہیٹ سے معلوم ہو  
چکا تھا اسے کافی تیز بخار ہے۔ اسے بیڈ پہ لیٹاتے  
ہوئے غاذان کو اچانک سے ہوش آئی تھی، وہ یہ کیا  
کر رہا تھا؟ وہ اس لڑکی میں نرمی سے اپنی سانسیں  
انڈھیل رہا تھا جو اسکے وری کے قاتل کی بہن تھی؟  
غاذان نے حیرانی سے سوچتے خود پہ لعنت بھیجی

تھی! وہ کیسے اس لڑکی کے ساتھ نرم ہو سکتا تھا؟  
اس نے غصے سے سوچتے اگلے ہی پل اس سے اپنی  
دی گئی سانسیں بے دردی سے کھینچنا شروع کر  
دیں، ماہ پارہ نے اسکی بے رحمی پہ سہم کے اپنی ایش  
گرین آنکھیں وا کرتے التجائیہ انداز میں اسکی  
طرف دیکھا لیکن وہ اسکی ہر التجاء نظر انداز کرتا اس

پہ سایہ فلن ہوتے اپنی دی گئی ایک ایک سانس سود  
سمیت واپس لے رہا تھا، غاذان کے بھاری وجود کا  
وزن خود پہ محسوس کرتی ماہ پارہ نے بے بسی سے  
اسکے کندھوں پہ اپنے ہاتھوں کا دباؤ ڈالتے خود سے  
فاصلے پہ کرنا چاہا لیکن وہ جنونی انداز میں اسکی

سائسیں پینے میں مصروف اسکے گیلے بالوں میں اپنی  
انگلیاں الجھائے ہوئے تھا۔

(مجھے یہ گیم ایمانداری سے جیتنا تھا سائیں سرکار  
اسی لئے میں نے آپ سے رشوت لینا ضروری  
نہیں سمجھا!۔۔) آحد جھکرائی کا جملہ دماغ میں



گوئجنے کی دیر تھی جب غاذان کے وجود میں غصے  
کے لاوے سے پھوٹنے لگے۔۔

(جھوٹ بولتا ہے سالار! آحد جکھرائی نے اریب اظہر  
سے تیس لاکھ روپے کی رشوت لیتے ڈوینگ کی مدد  
سے وری کوہرایا تھا!) اب کی دفعہ یزدان کی غصیلی  
آواز کانوں میں گونجی تھی جب اس نے وریام کی

موت کے بعد اسے اور بالالچ کو حقیقت سے آگاہ  
کیا تھا، غاذان اسکے اپر لپ مول پہ اپنی پوری قوت  
سے دانت گاڑ گیا، ماہ پارہ کے لبوں سے چیخ برآمد  
ہوئی تھی، غاذان کی اس بے رحمی پہ وہ مچلتی ہوئی  
اسکی ٹی شرٹ سینے سے اپنی مٹھیوں میں جکڑ کے  
دبوچنے لگی۔ ماہ پارہ کی آنکھوں سے بہتے آنسوؤں

کی روانی میں تیزی آئی تھی، وہ نہیں جانتی تھی وہ  
اپنی نرمی سے دی گئی سانسوں کا بدلہ اتنی بے رحمی  
سے لے گا۔ اپنے بالائی لب سے اوپری تل پہ اس کے  
دانتوں کا بڑھتا دباؤ محسوس کرتی ماہ پارہ اپنی آنکھیں  
زور سے میچتی مزاحمت ترک کر گئی، اس میں مزید  
مزاحمت کرنے کی ہمت باقی نہیں رہی تھی۔ اسے

اس روز کی طرح ساکت ہوتے دیکھ کے غاغان نے  
اسکے لبوں کو آزادی بخشے پھولی سانسوں کے  
درمیان اسکے چہرے کی طرف دیکھا تھا، آزادی  
ملنے پہ اسکی طرف سے کوئی ریکشن نہیں تھا، وہ  
آنکھیں موندے ہوئے تھی، اسکی سانسیں مدھم  
تھیں، اسکے ہونٹوں کے زخمی کناروں سے رستے

خون کو دیکھتے میر غاذان نے بے ساختہ ان نازک  
گلاب کی پنکھڑیوں کو چھوا جو روئی سے زیادہ نرم  
تھیں، وہ ان پہ نمکی خون کی بوندیں اپنی انگلی کی  
پوروں سے چن گیا۔

پیے لڑکی! آنکھیں کھولو!۔۔ اسے ہوش کھوتے  
دیکھ کے غاذان نے کہنیوں کے بل ہوتے اس پر

سے اپنا وزن ہٹایا تھا، وہ اسکا دایاں گال تھپتھپاتے  
اسے ہوش دلانے کی کوشش کر رہا تھا جو آج  
دوسری دفعہ اسکے لمس کی شدت کی تاب نہ لاتا  
ہوش و حواس سے بیگانہ ہو گئی تھی، لیکن ماہ پارہ نے  
کوئی ریکشن نہیں دیا تھا، کیا وہ واقعی ہی اتنی نازک  
تھی یا صرف بنتی تھی؟ غاذان نے دل میں سوچتے

اس پہلے بلب کی روشنی میں اسکے چہرے کے ایک  
ایک نقش پہ غور سے نگاہیں دوڑائیں۔ اسکا چہرہ زرد  
پڑ رہا تھا جبکہ سانسیں سست تھیں، غاذان جس نے  
اسے faint ہونے سے بچانے کے لئے سانسیں  
دی تھیں اسکی سانسیں بے رحمی سے دبوچ کے  
اسے خود ہی بے ہوش کرنے کا سبب بن چکا تھا۔

چھت میں چھید ہونے کی وجہ سے بارش کا پانی ٹپ  
ٹپ غاذان اور ماہ پارہ پہ گر رہا تھا لیکن آج وہ پانی  
سے بھی ہوش میں نہیں آرہی تھی۔

کیا مصیبت ہے یہ لڑکی؟۔۔۔ غاذان جھنجھلاتے  
ہوئے اس گیلے بیڈ کو دیکھتا ماہ پارہ کے اوپر سے اٹھتے  
ہوئے اپنے سیاہ گیلے بالوں کو جھٹکنے لگا۔ اسے خود پہ



غصہ آرہا تھا آخر ضرورت کیا تھی یہاں آنے کی؟  
اب یہ لڑکی ہمیشہ کی طرح اسکا ایک سے ڈیڑھ گھنٹہ  
ضائع کروائے گی۔

جب تک تمہارا بھائی نہیں مل جاتا تمہیں اتنی آسانی  
سے مرنے نہیں دوں گا لڑکی!!۔۔۔ غاذان اسکے  
بے ہوش وجود سے غصے سے مخاطب ہوتا اسکے

جبرے کو اپنے ہاتھ میں دبوج کے اسکے لب واکرتا  
ان میں اپنی کچھ سانسیں چھوڑتے ماہ پارہ کی  
آنکھوں کی طرف دیکھ رہا تھا جوا بھی تک بند تھیں،  
اسکی پلکوں میں ذرا سی بھی جنبش نہیں ہوئی تھی۔  
غاذان نے اپنی دو انگلیوں سے اسکی سائیڈ گردن  
چھوتے اپنی ایک انگلی اسکی دھڑکنوں تک ٹریس کی

تھی، اسکی دھڑکنیں دوسو کی سپیڈ پہ چل رہی تھیں،  
اسکے نشیب و فراز پہ نگاہیں گھماتے ہی اسکے لباس پہ  
ایک نئے سرے سے غصہ آیا تھا، اسکا سیاہ لباس  
کہاں تھا؟ غاذان نہیں جانتا تھا ورنہ ابھی اور اسی  
وقت اسے ملازمہ کے استعمال شدہ لباس سے رہائی  
دلوادیتا۔

آنکھیں کھولو لڑکی! یہاں تمہارے نخرے اٹھانے  
نہیں آتا ہوں میں!۔۔ اسے ابھی تک آنکھیں  
کھولتے نادیکھ کے غاذان غصے سے دانت پیستے اسکے  
کان میں غرایا، ماہ پارہ کی پلکوں میں جنبش ہوئی  
تھی، وہ اپنی ذرا سی آنکھیں کھولتی پھر سے غنودگی  
میں چلی گئی۔

سنا نہیں تم نے آنکھیں کھولو!!۔۔۔ غاذان اب کی  
دفعہ پہلے سے زیادہ بلند آواز میں دھاڑا تھا لیکن

جواب ندارد۔۔۔

اگر تم نے ایک منٹ سے پہلے اپنی آنکھیں پوری  
طرح سے نہ کھولیں تو تم اسی گیلے لباس سمیت  
ذندان میں بند کردو گے!!۔۔۔ غاذان نے اب کی

دفعہ اپنے انگوٹھے اور انگلی کی مدد سے چٹکی بجاتے  
وہی دھمکی لگائی تھی جس سے ماہ پارہ کی جان جاتی  
تھی۔ ماہ پارہ نے آنکھیں وا کرنے کی بھرپور  
کوشش کرنی چاہی تھی لیکن اسکی آنکھیں بار بار بند  
ہو رہی تھیں، غاذان اسکی آنکھوں میں ذندان کے  
نام سے خوف کی جھلک محسوس کر گیا تھا۔

کپڑے کہاں ہیں تمہارے لڑکی؟۔۔۔ غاذان نے  
اسکا گال تھپتھپاتے نارمل لہجے میں سوال کیا، وہ اتنا  
تو سمجھ چکا تھا وہ نیم بے ہوش ہے، اسے سن سکتی ہے  
لیکن پھر سے اسکی طرف سے کوئی جواب نہ پا کے  
غاذان گہری سانس بھرتے ہوئے خود پہ ضبط کرتا  
اسے اپنے بازوؤں میں اٹھائے اس کمرے سے باہر

کی طرف قدم بڑھانے لگا کیونکہ اس کمرے کی  
حالت بارش کے پانی کی وجہ سے بہت بری ہو چکی  
تھی۔ اس کمرے سے باہر نکلتے ہی غاذان نے  
محسوس کیا تھا بارش کافی حد تک کم ہو چکی ہے، اسکی  
بانہوں میں موجود ماہ پارہ سردی سے کانٹتی ہوئی نیم  
بے ہوشی میں اپنا چہرہ غاذان کے سینے میں چھپانے



لگی، وہ شاید بارش کی بوندوں سے پچتا چاہ رہی تھی،  
غاذان بے تاثر چہرہ لئے دو کمرے چھوڑ کے  
تیسرے کمرے کی طرف بڑھا۔

اسکے کمرے میں تو واشروم ہی نہیں تھا، تو کیا وہ ہر  
روز واشروم یوز کرنے یہاں آتی تھی؟ کیا اسے  
اکیلے یہاں آتے ڈر نہیں لگتا ہوگا؟ اس دن تو بڑے

ڈرامے کر رہی تھی۔ اس کمرے میں داخل  
ہوتے یونہی غاذان کو ایک خیال سا گزرا۔ وہ  
دونوں ابھی کپڑوں سمیت گیلے تھے، غاذان نے  
اسے بیڈ پہ لیٹانے کی بجائے صوفے پہ لیٹایا اور اپنی  
جینز کی جیب سے فون نکال کے ملازم کو کال ملاتا  
کان سے لگا گیا۔

ہیلو! میرے ڈریسنگ روم سے میرے دوٹریک  
سوٹ اور ایک جیکٹ لے کر بیک سائیڈ گلی کے  
کنارے پہ فوراً سے پہلے پہنچو! میں دو منٹ میں  
وہاں پہ آرہا ہوں۔۔ غاذان حکمیہ انداز میں بولتا فون  
بند کرتے ہوئے سینٹرل ٹیبل پہ رکھتا اس کمرے  
کے ڈریسنگ روم کی طرف بڑھ گیا۔ ویسے تو یہ کمرہ

اتنا خاص کسی کے استعمال میں نہیں ہوتا تھا لیکن  
ہاں اگر کبھی حویلی میں مہمان زیادہ ہو جاتے تھے تو  
ان صاف رومز میں بھی رک جایا کرتے تھے،  
غاذان جانتا تھا اس کمرے کے ڈریسنگ روم میں  
کوئی کمبل یا چادر تو ضرور ہوگی۔ اس نے ڈریسنگ  
روم سے کمبل لا کے بیڈ پہ پھینکتے اس ٹھنڈے

کمرے میں موجود الیکٹرک ہیئر کی تھوڑی بہت  
سیٹنگ کرتے اس کی سپیڈ کچھ دیر کے لئے بڑھادی  
تھی تاکہ یہ کمرہ گرم ہو جائے کیونکہ صوفے پہ  
موجود اس نازک وجود کو اس وقت ہیٹ کی  
ضرورت تھی۔ اپنے فون پہ ملازم کی کال آتے دیکھ  
کے غاذا ان کال کٹ کرتا کمرے سے باہر کی طرف

بڑھ گیا، گلی کے کنارے پہ آتے اس نے ملازم کے  
ہاتھ میں موجود کپڑوں کا شاپر پکڑتے چھتری بھی  
تھام لی۔

چکن سوپ تیار کرواؤ، مجھے سردی لگ رہی ہے۔  
غاذان جو مڑچکا تھا کچھ یاد آنے پہ سنجیدگی سے رخ  
موڑ کے جاتے ہوئے ملازم کو حکم صادر کیا جو

تا بعد اری سے جواب دیتا وہاں سے رفو چکر ہو گیا،  
اس گلی کی حدود میں کسی ملازم کو آنے کی اجازت  
نہیں تھی کیونکہ غاذان نے سختی سے ملازموں کو  
منع کر رکھا تھا۔ غاذان نے اس کمرے تک واپس  
آتے چھتری بند کر کے ایک سائیڈ پہ رکھی اور اس  
کپڑوں والے شاپر کو کھول کے بلیک ٹریک سوٹ

نکالتا ہاتھروم کی طرف بڑھ گیا، وہ گیزر آن کر کے  
پانچ منٹوں میں شاور لینے کے بعد خود کو اس گیلے  
لباس سے آزاد کرتا اس سیاہ گرم ٹراؤزر اور ہڈی  
میں ملبوس ہاتھروم سے باہر نکلتا صوفے کی طرف  
بڑھ گیا۔ وہ ابھی تک ہوش و حواس سے بیگانہ تھی،  
چہرہ زرد تھا۔ غاذان نے اس کے ماتھے پہ ہاتھ رکھتے



اسکا ٹمپر چرچیک کیا، اسکا بخار بڑھتا جا رہا تھا۔  
غاذان اس شاپر میں موجود اپنا سفید گرم ٹریک  
سوٹ نکالتے کمرے کی لائٹس بالکل ڈم کرتا پھر  
سے ماہ پارہ کی طرف بڑھ گیا۔

"تم بھول گئے تھے میر غاذان! ونی میں پانڈہ کا بچہ  
لینے کی بجائے ایک ثابت لڑکی لینی تھی جو ہر وقت

تمہاری خد متیں کرتی ناکہ تم اسکے نو کر بنے  
رہتے!۔۔ غاذان اسکے قریب آتا دل میں خود کو  
کوستے ہوئے نچلا لب دانتوں تلے دباتا اسکے لباس  
کا جائزہ لے رہا تھا، لباس تبدیل کروانے والا  
ایکسپیرنس وہ پہلی دفعہ کرنے والا تھا بلکہ یوں کہا  
جائے کہ ماہ پارہ کے آنے پہ اس نے بہت سے

ایلیسپیر نس پہلی دفعہ ہی کئے تھے تو غلط نہیں ہوگا  
ورنہ وہ کہاں خود ہل کے پانی بھی پیتا تھا۔ غاذان نے  
اسے اوندھے منہ کرتے اسکی قمیض کی ذپ تلاشی  
چاہی تھی، چڑڑ کی آواز سے ذپ کھسکنا وہ تین سے  
چار منٹوں میں اسکا لباس تبدیل کروانا گہری سانس  
بھرنے لگا، اسکا لباس تبدیل کرواتے ہی وہ لائٹس

آن کرتا اسے صوفے سے اٹھا کے بیڈ پہ منتقل کرتا  
اس پہ کمبل دے رہا تھا۔

(دل چاہ رہا ہے یہ غبارے جیسا منہ پھوڑ دوں!)  
ملازم سمجھ رکھا ہے؟؟)۔۔۔ اسے سکون سے  
آنکھیں موندے دیکھ کے غاذان اپنے مضبوط ہاتھ  
کا بیچ بنا کے اسکے گول مٹول چہرے کے قریب لاتا

غصے سے دانت کچکچا کے دل میں سوچتا اسکے لمبے  
گھنے بال تکیے پہ پھیلا رہا تھا۔ اسکے اوور سائز ٹریک  
سفید ٹریک سوٹ میں ملبوس وہ واقعی ہی ایک  
کیوٹ سی پانڈہ لگ رہی تھی، اس پر سے نگاہیں ہٹا  
کے اس نے سینٹرل ٹیبل سے فون اٹھاتے پھر سے  
ملازم کو کال ملائی۔

اگلے سال آؤ گے سوپ لے کر؟؟۔۔۔ چھوٹے

ہی غصے سے بھرا غاذان ملازم پہ چڑھ دوڑا۔

ہاں ہاں ٹھیک ہے!! آگے آنے کی ضرورت نہیں

ہے، وہی پہ کھڑے رہو، میں آرہا ہوں کارنر

پہ!۔۔ دوسری طرف سے نجانے کیا کہا گیا تھا جو

غاذان تحمل سے جواب دیتا فون بند کر کے ٹیبیل پہ

پنکلتا چھتری پکڑتے ہوئے باہر کی طرف بڑھ گیا۔  
بارش پھر تیز ہو چکی تھی۔ کارنر پہ آتے ہی وہ ملازم  
سے سوپ کا باؤل تھا متا سے تخلیہ کا اشارہ کرتے  
واپس مڑ گیا۔

---

کیا ہوا مس یسٹل؟ آجکل اتنی اداس کیوں ہیں  
آپ؟ ایون صرف آج کل ہی نہیں، میں کافی  
ہفتوں سے نوٹ کر رہا ہوں! سب ٹھیک تو ہے  
نا؟۔ شازل شاہ جو اپنی سیاہ جینز کی جیبوں میں  
ہاتھ ڈالے آفس کی طرف بڑھ رہا تھا، گزرتے  
ہوئے نگاہ یسٹل کے کیمین کی طرف اٹھی، وہ کام پہ



دھیان دینے کی بجائے یو نہی انگلیوں میں پین  
گھماتی کچھ سوچ رہی تھی، چہرے پہ ادا سی تھی،  
اسکی سوچوں کا تسلسل شاذل شاہ نے اس کے  
دروازے پہ دستک دیتے ہوئے توڑا تھا۔  
یس ایوری تھنگ از او کے شاذل! یو کین سٹ  
ہیسیر (جی سب ٹھیک ہے شاذل! آپ یہاں پہ بیٹھ

سکتے ہیں)۔۔۔ یسٹل چونک کے اسکی طرف دیکھتی  
لبوں پہ نرم سی مسکراہٹ سجائے اسے ٹیبل کے  
اس پار پڑی کرسی پہ بیٹھنے کی دعوت دے رہی  
تھی۔

مان لیتا ہوں سب ٹھیک ہے! ویسے اگر آپ چاہیں  
تو مجھ سے شئیر کر سکتی ہیں؟۔۔۔ شاذل شاہ کرسی

سنجالتانرمی سے مسکراتے ہوئے بولا۔ مسکراتے  
کے باعث ہمیشہ کی طرح دائیں گال پہ گڑھا نمودار  
ہوا تھا۔

نہیں کچھ خاص نہیں، ایون میں آپ سے ہی پوچھنا  
چاہ رہی تھی کہ غاذان سر نے تقریباً ایک منٹ سے  
آفس میں کوئی چکر نہیں لگایا؟ اور ایسا آئی تھنک پہلی

دفعہ ہو رہا ہے؟ کیا آپ وجہ جانتے ہیں؟۔۔۔ یسٹل  
اپنے بال کان کے پیچھے اڑستی لہجے کو سرسری سا  
بناتے پوچھ رہی تھی لیکن اپنے چہرے پہ موجود  
غاذان کے لئے فکر مندی وہ چھپا نہیں پائی تھی۔  
اوو۔ تو یہ ادا سی باس کی غیر موجودگی کے باعث  
تھی؟۔۔۔ شاذل اس کے چہرے کے تاثرات نوٹ کرتا

گہری سانس بھرتے ہوئے دل میں سوچنے لگا، اسکی  
مسکراہٹ غائب ہو چکی تھی۔

صرف غاذان سر ہی نہیں بالاج سر بھی غائب ہیں  
مس یشعل!۔۔ شاذل شاہ کا انداز جتانے والا تھا،  
اسکے جواب پہ یشعل شیطانی ہوئی نچلا لب دانتوں

تِلے دبا گئی، اسکا دھیان غاذان کی طرف سے ہٹتا تو  
کسی دوسرے کی طرف جانا؟  
پیس رائٹ! میں بھی یہی نوٹس کر رہی تھی، میں  
نے کافی میل اور میسجز کئے ہیں بٹ نو  
ریسپانس!!۔۔۔ یسٹل سنبھلتے ہوئے بولی۔

جیسا کہ میں نے آپ کو پہلے ہی بتایا تھا مس یسٹل !  
باس نے مجھے تین ہفتے پہلے میل کر دی تھی ہم اپنے  
پرانے سکیجول کے مطابق چلیں گے ! وہ اس منتھ  
کی میٹنگز اٹینڈ نہیں کر پائیں گے اسی لئے مینجر کو اور  
ہمیں ہی یہ سب دیکھنا ہے، ویسے بھی اس منتھ کا  
سکیجول کوئی خاص نہیں تھا، صرف ہمیں

مینو ویلچر نگ پہ ہی فوکس کرنا تھا، ڈیلز تو باس پہلے  
سے ڈن کر چکے ہیں!!! ان کی میل کے ریلپلائے  
کے بعد میں نے انہیں ڈسٹرب کرنا مناسب نہیں  
سمجھا۔ شاذل شاہ نے سنجیدگی سے یشعل کو جواب  
دیتے اپنے گھنے سنہری بالوں میں ہاتھ پھیرا۔



ہمم! وہ سب تو میں پہلے سے جانتی ہوں، میں  
جسٹ ان کی absence کی وجہ جاننا چاہ رہی  
تھی۔۔۔ یسٹل نے ایک دفعہ پھر سے اپنے مین  
سوال پہ زور دیا تھا، اسکا مدعا سنتے شاذل شاہ کی ایمر  
رنگ آنکھیں سرخی مائل ہوئی تھیں، اسے یسٹل

کی غاذان کے لئے اتنی بے چینی ہمیشہ یا تو غصہ  
دلاتی تھی یا ہرٹ کرتی تھی۔

وہ باس ہیں مس یسٹل اور ہم صرف ان کے  
ایمپلائیز ہیں! میں یا آپ ان کی فرینڈ لسٹ میں  
نہیں آتے ہیں جو ان سے ان کی غیر موجودگی کے  
سوالات کریں!

We should stay grounded

وجہ کوئی پرستل بھی ہو سکتی تھی، مجھے ان کے میسٹرز

میں دخل دینا اچھا نہیں لگا سو میں نے نہیں

پوچھا!۔۔ شاذل شاہ نے کندھے اچکاتے ہوئے

بے حد سنجیدگی سے ایک باس اور ایمپلائے میں

فرق واضح کروایا تھا۔

یس یو آر رائٹ مسٹر شاذل۔۔ یشعل تذبذب کا  
شکار ہوتی چہرے پہ ادا سی سجائے مدھم آواز میں  
جواب دیتی اثبات میں سر ہلا گئی۔ اسکی کنجی  
آنکھوں میں ادا سی شاذل شاہ نے بغور نوٹ کی  
تھی، اسے یہ ادا سی بے چین کر گئی تھی لیکن یشعل  
کو کام میں مصروف ہوتے دیکھ کے وہ ایک سیوز کرتا

وہاں سے اٹھتے ہوئے تیزی سے اپنے آفس کی  
طرف بڑھ گیا۔

---

پیے لڑکی ڈرامے کی شوٹنگ ختم ہو گئی ہے! ہوش  
میں آؤ فوراً۔۔۔ غاذان سائیڈ ٹیبل پہ سوپ کا باؤل  
رکھتا روعب سے بولتے ہوئے اسکے پاس جگہ بنا

کے بیٹھا، میسر نے کمرے کو اچھا خاصا گرم کر دیا تھا  
لیکن ماہ پارہ کو ہوش نہیں آ رہا تھا، شاید یہ سردی جو  
اسے کافی دنوں سے لگی ہوئی تھی آج بارش میں  
زیادہ دیر کھڑے رہنے کی وجہ سے وہ بگڑ چکی تھی۔  
دیکھو! میرے صبر کا امتحان مت لو لڑکی، میرا دماغ  
گھوم گیا نا تو یہی گرما گرم سوپ کا باؤل اٹھا کے

تمہارے اوپر گرا دوں گا۔ غاذان نے اسکا پھولا  
گلابی گال زور سے اپنے ہاتھ سے کھینچتے ہوئے اسے  
دھمکی لگاتے غصے سے آنکھیں دیکھانے لگا لیکن  
مجال تھی جو اس پانڈہ پہ ذرا بھر بھی اثر ہوا ہو۔  
غاذان جو کب سے لا پرواہ بنا اسے دھمکیاں لگا رہا تھا  
اسے کافی دیر بعد بھی ہوش میں نہ آتے دیکھ کے وہ

شش و پنج کا شکار ہوا۔ غاذان نے اسکی ناک کے  
پاس اپنی دونوں انگلیاں اسکی سانسوں کی روانی  
چیک کی تھی جو ابھی تک مدھم تھی۔ وہ جانتا تھا  
اسے کیسے ہوش میں لایا جاسکتا ہے لیکن وہ اس لڑکی  
کو اپنے جسم کی قربت نہیں سونپ سکتا تھا جو قاتل  
کی بہن تھی۔



میں ساری لائنیں آف کر کے تمہیں یہاں پہ بند  
کر کے چلا جاؤں گا پانڈہ اگر تم نے مجھے زیادہ تنگ  
کیا تو!! اور ہاں تم پہ دو چار چھپکلیاں بھی پھینک دوں  
گاتا کہ وہ تمہیں کچا چبا جائیں!! اگر تم نہیں چاہتی میں  
اس قدر ظالم ثابت ہوں تو اچھے بچوں کی طرح  
آنکھیں کھولو! ویسے تو تمہارا ہوش میں آنا یہ نہ آنا

میرے لئے ضروری نہیں ہے لیکن جب تک  
تمہارا وہ حرام خور بھائی پکڑا نہیں جاتا میں تمہیں  
اتنی آسانی سے مرنے نہیں دوں گا!!۔۔ غاذان  
نے اپنی بھاری آواز میں بے ہوش ماہ پارہ کو غصے  
سے دھمکیاں لگائی تھیں لیکن اسے ڈھیٹ بنتے دیکھ  
کے وہ ایک جھٹکے سے اپنی سیاہ گرم ہڈی اتار کے

دورا چھالتا اسکے لمبل لھس میں گیا۔ غاذان اس  
کے ذرد چہرے سے نگاہیں ہٹاتا اسکی سائیڈ گردن پہ  
جھک کے اپنی پوری شدت سے اسکی سکُن سک  
کرنے لگا، اسکی اس قدر شدت اور اس پہ تضاد اسکی  
گھنی بَیر ڈاور مونچھوں کی چھبِن پہ ماہ پارہ کی  
پلکوں میں ہلکی سی جنبش ہوئی تھی۔ غاذان اسکی

گردن پہ جگہ جگہ اپنی شدتیں بکھیرتا ہڈی کا گلہ  
کھسکانے لگا، یہ ہڈی اسے پہلے ہی کافی لوز تھی اسی  
لئے وہ آسانی سے کسی بھی حد تک کھسکائی جاسکتی  
تھی۔ غاذان نے اپنے لبوں کا رخ اسکی گردن  
سے نیچے گہرائیوں کی طرف موڑا تھا، وہ اسکی کمر  
کے گرد دونوں ہاتھ لپیٹ کے اس ہڈی کے اندر کی

طرف سر کا گیا، اسکے پیٹ اور کمر پہ اپنے گرم ہاتھ  
پھیرتے وہ اسکی گردن کی گہرائیوں پہ اپنی شدت  
دیکھانے لگا، ایک نظر ماہ پارہ کے دہکتے چہرے اور  
لرزتی پلکوں کو دیکھتے غاذان نے زور سے اپنے  
دانت اسکے دل کے مقام پہ گاڑے، ماہ پارہ اگلے ہی  
پل سسکتی ہوئی اپنی ایش گرین آنکھیں وا کرتی خود

پہ جھکے شرٹ لیس غاذان لاشاری کودیلھتی اپنی  
ایش گرین آنکھیں پھیلا گئی۔ اسکے ہاتھ اپنی کمر اور  
پیٹ پہ محسوس کرتے ماہ پارہ کے پورے جسم کا  
خون سمٹ کے چہرے پہ آیا تھا جبکہ غاذان اسکے  
حیران تاثرات پہ لاپرواہی سے کندھے اچکاتا اس  
سے دور ہو گیا۔

شکر مناؤ تمہیں ہوش آگیا ہے ورنہ میں جس انداز  
میں تمہیں ہوش دلاتا، تم اپنے داغدار جسم کو  
پچاننے سے انکار کر دیتی!۔۔۔ غاذان اسے کسی  
بھی قسم کی خوش فہمی یا غلط فہمی میں مبتلا نہیں کرنا  
چاہتا تھا اسی لئے نفرت سے بولتا بیڈ سے کھڑے  
ہوتے سائیڈ ٹیبل پہ پڑے سوپ میں چچ گھمانے

لگا، اس نے کن الھیوں سے ماہ پارہ کے تاثرات  
نوٹ کئے ہوئے تھے جو گنگ ہوتی کبھی اپنی حالت  
دیکھ رہی تھی اور کبھی شرٹ لیس غاذان کو، خود کو  
اتنی کھلی ہڈی میں دیکھتے ماہ پارہ نے جلدی سے اپنا  
بے ترتیب گلہ درست کرتے نم آنکھوں سے  
غاذان کی طرف دیکھا تھا، وہ شاید کچھ غلط سوچ رہی



تھی، غاذان کن الھیوں سے بھی اسکی آنکھوں کا  
شکوہ پڑھ گیا تھا۔

کیا ساری لڑکیاں تنی ڈمب ہوتی ہیں یا یہ اکلوتا پس  
تھی؟۔ اسکے بے یقین اور ساکت تاثرات پہ  
غاذان نے جھنجھلاتے ہوئے دل میں سوچا، خیر وہ

جو سمجھ رہی تھی بجھتی رہے، غاذان کا اسے صفائی  
دینے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔

یہ سوپ ختم کرو!!۔۔۔ غاذان اسے سوپ کا  
باؤل پکڑا تا رو عب سے بولا۔ ماہ پارہ اسکے چوڑے  
کسرتی وجود کو دیکھ کے تھوک نکلتی شرم سے  
نظریں جھکا گئی۔

میرے۔۔۔ کپڑے۔۔۔ ماہ پارہ بجائے سوپ کا  
باؤل پکڑنے کے ایک نظر اپنے سر اپنے کو دیکھتی  
ابھی اپنا سوال مکمل کرتی جب غاذان اسکی بات  
کاٹ گیا۔

اوو گاڈ! کیا تم واقعی ہی بہت ڈرامے دیکھتی ہو؟ یا  
ایکٹنگ انڈسٹری جوائن کرنے کا شوق ہے؟ اب

تمہارا پہلا سوال ہو گا تمہارے کپڑے کس نے  
تبدیل کروائے ہیں؟ دوسرا سوال ہو گا کیا کپڑے  
تبدیل کروانے والا تمہاری عزت لوٹ چکا ہے؟  
تیسرا سوال ہو گا کیا تم اس کے بچے کی ماں بننے والی  
ہو؟ رائٹ؟ کچھ ایسے ہی سوال آرہے ہیں نا  
تمہارے دماغ میں؟۔۔۔ غاذان نے جھنجھلاتے

ہوئے پٹر پٹر بولنا شروع کیا تھا اسکے بے باک الفاظ  
پہ ماہ پارہ خاموش ہوتی معصومیت سے اسکی طرف  
دیکھنے لگی، پھر اسکے کٹاؤ دار برہنہ سینے اور لہیز کو  
دیکھتی متمماتا چہرہ لئے نظروں کا زاویہ بدل گئی، اس  
نے پہلے دو سوال تو ٹھیک بتائے تھے لیکن تیسرا

سوال ابھی تک ماہ پارہ نے نہیں سوچا تھا، وہ اتنی  
ڈمب بھی نہیں تھی جتنا غاذان اسے سمجھ رہا تھا۔  
تمہاری خاموشی میرے سوالات پہ مہر لگا رہی ہے!  
کچھ ایسے ہی سوال میرے دماغ میں بھی آرہے  
تھے! کیا میرا ڈریس تم نے چینج کر دیا ہے؟ کیونکہ  
جب میں یہاں اس ایریا میں آیا تھا میں دوسرے

لباس میں تھا! میرا دوسرا سوال یہ ہے کہ کیا تم نے  
میرا لباس تبدیل کرواتے کرواتے میری بے  
ہوشی کا کافائدہ اٹھا ہے؟ میرا تیسرا۔۔۔ غاذان  
اسکی خاموشی پہ بے حد سنجیدگی سے ابھی اپنے  
سوالات مکمل کرتا جب ماہا پارہ زور زور سے نفی  
میں سر ہلاتے پھوٹ پھوٹ کے رونے لگی، یہ

الزام تھا، سراسر الزام تھا، معصوم سی ماہ پارہ بھلا  
ایسی بے شرم حرکتیں کیوں کرے گی؟  
م۔ میں نے۔۔ ایسا۔۔ کچھ۔۔ نہیں۔۔ کیا۔۔  
اللہ۔۔ کی۔۔ قسم۔۔ نہیں۔۔ کیا!۔۔ ماہ پارہ نے  
روتے ہوئے بے حد معصومیت سے غاذان کے  
بے شرم سوالات کی نفی کی تھی، غاذان کو نجانے



کیوں اسکایوں اچانک سے رونا اتنا فنی لگ رہا تھا، آج  
کافی وقتوں بعد اسکے لبوں کو مسکراہٹ نے چھوا تھا  
لیکن وہ بروقت اپنی مسکراہٹ چھپاتا چہرے پہ  
چٹانی تاثرات سجائے اسکی گود میں سوپ کا باؤل  
رکھ گیا۔

شش!!! خاموش!!! بالکل خاموش!!!۔۔۔ اسے  
روتے دیکھ کے غاذان نے غصے سے چلاتے ہوئے  
اسے ایک ہی سیکنڈ میں خاموش کروایا تھا، وہ سہمتے  
ہوئے اسکی طرف دیکھنے لگی۔

اپنے ڈرامے بند کر کے یہ سوپ فنش کرو! آج تک  
کوئی ایسا انسان پیدا نہیں ہو سکا جو میر غاذان

لاشاری کی بے ہوشی میں بھی اسے اسکی مرضی  
کے بغیر چھو سکے! اور جہاں تک رہی تمہارا لباس  
تبدیل کروانے کی بات تو وہ میں نے کروایا ہے  
کیونکہ اس گیلے لباس میں ٹھنڈ سے مر رہی تھی تم!  
آئینہ کسی سے بھی کپڑے مانگنے سے گریز کرنا  
ورنہ تم پہ انہی کپڑوں سمیت پٹرول چھڑک کے

آگ لگا دوں گا!!۔۔۔ غاذان کے بھاری لہجے میں  
بیک وقت روعب و دبدبہ اور غصہ محسوس کرتی ماہ  
پارہ تھوک نگلتے ہوئے اس باؤل کو تھامتی اس میں  
چچ گھمانے لگی۔ وہ گردن تک سرخ پڑ رہی تھی،  
اس نے اسکا لباس تبدیل کروایا تھا؟ یہ سوچ سوچ

کے اسکی ذر در نگت لمحوں میں گلابیاں بکھرنے  
لگیں، نگاہیں اٹھانا محال ہو رہا تھا۔

تم صرف آج کی رات اس کمرے میں گزار سکتی ہو  
صبح ہوتے ہی تم اپنے کمرے میں واپس جاؤ گی! میں  
تمہیں چڑیلوں کی طرح یہاں وہاں بھٹکتے ہوئے نہ  
دیکھوں اور اگر بالفرض میں نے تمہیں بلا فضول

میں تمہارے کمرے سے باہر دیکھ لیا تو وہ دن تمہارا  
اس دنیا میں آخری دن بھی ہو سکتا ہے! اسی لئے  
ہوش کرنا لڑکی!۔۔۔ اسے نقاہت سے سوپ کا  
چمچ منہ میں ڈالتے دیکھ کے غاذان سنجیدگی سے  
اپنے ایک ایک لفظ پہ زور دیتا اپنی سیاہ بڑی اٹھاکے  
فیہ تن کرنے لگا۔ ماہ پارہ نے نظریں جھکائے فقط

ہاں میں سر ہلایا، اسے آج کی رات پھر سے یہاں  
اکیلے گزارنی تھی، یہی بات اسے ہمیشہ کی طرح  
ادا اس کر گئی تھی۔

آ۔۔ آپ۔۔ نے۔۔ میرے۔۔ ساتھ۔۔  
کچھ۔۔ اسے فون اٹھا کے دروازے کی طرف  
بڑھتے دیکھ کے ماہ پارہ ہمت کرتے ہوئے ابھی یہ

سوال مکمل کرتی جب وہ بیزارى سے اسكى بات  
کاٹ گيا۔

فار گاڈ سيك!!! هاؤ ڈمب۔۔۔۔۔ وہ غصے سے غرا  
كے جواب ديتا باهر سے دروازہ لاک كر گيا۔ اسكے  
جواب پہ وہ تذبذب كا شكار هوتي نچلا لب دانتوں  
میں دبا گئی۔ وہ جب بھی آتا تھا اسكى غضب بے



عزنی کر کے جاتا تھا۔ ماہ پارہ معصومیت سے دل میں  
اسے برا بلا بولتی سوپ پینے لگی، سوپ پیتے ہوئے  
اچانک سے وہ لمحہ یاد آیا جب وہ ابھی کچھ دیر پہلے  
اس پہ جھکا ہوا تھا، ماہ پارہ نے کھانستے ہوئے تیزی  
سے اپنے گلے سے ہڈی کھسکائی تھی، یہاں اسکے  
دانتوں کے نشان دیکھتی وہ کانوں تک سرخ پڑتی

نچلا لب دانتوں میں دبا گئی۔ اسے اپنے ہونٹوں اور  
گردن پہ بھی بری طرح سے جلن محسوس ہو رہی تھی،  
اسے اس کاشتت سے بھرپور لمس صرف  
ہونٹوں پہ، گردن پہ اور دل کے مقام پہ محسوس  
ہوا تھا۔ وہ سمجھ گئی تھی اس نے اسے اس سے زیادہ  
کہیں پہ بھی نہیں چھوا ہے ورنہ اسکے باڈی بلڈر

وجود کی شدتوں کی بدولت اسکا پورا جسم اس وقت  
دھک رہا ہوتا۔



تشنگی یار۔۔ قسط ۱۲

از قلم۔۔ علی شے خان

شکر ہے آپ بھی باہر نکلی بھا بھی ورنہ آپ تو  
اپنے کمرے کی ہو کے رہ گئی تھیں۔۔ شاہ جہاں  
بیگم کو لاؤنچ کے صوفے پہ بیٹھتے دیکھ کے جہاں

آرا بیگم خوشگوار لہجے میں بولیں، شاہ جہاں بیگم  
جواباً اسی سے مسکرا دیں، ان کے ہاتھ میں تسبیح  
تھی، وہ تسبیح کے آخری دانے پہ کچھ پڑھ کے  
اسے مکمل کرتی سینٹرل ٹیبل پہ رکھ رہی تھیں۔  
ایشم کالج گئی ہے آج؟۔۔ شاہ جہاں بیگم نے  
سوالیہ انداز میں جہاں آرا بیگم سے پوچھا جو

ملازمہ کو آواز لگا کے اپنے لئے اور ان کے لئے  
چائے منگوا رہی تھیں۔

جی بھا بھی گئی ہے! وہ جا نہیں رہی تھی، یزدان  
زبردستی لے کر گیا ہے۔۔۔ جہاں آرا بیگم کا لہجہ  
مٹھاس سے بھرپور تھا، وہ واقعی ہی اتنی میٹھی  
تھیں یا صرف ایسا ریکٹ کرتی تھی واللہ اعلم!!

ہمم۔۔ جوا باشاہ جہاں بیگم نے صرف ہنکارا

بھرا۔

ایک بات کہوں بھا بھی؟۔۔ جہاں آرا بیگم نے  
رازداری سے شاہ جہاں بیگم کو مخاطب کیا جنہوں  
نے سوالیہ انداز میں ائیر واٹھاتے انہیں بات  
جاری کرنے کا اشارہ دیا تھا، وہ اب پہلے سے کافی

کمزور دکھنے لگیں تھیں، بیٹے کی جدائی نے انہیں

عمر سے پہلے بوڑھا کر دیا تھا۔

غازی کی بھی کچھ خیر خبر لیں، اسے بتائیں کہ وہ

لڑکی ونی میں لے کر آیا ہے اسکے ناز نخرے

اٹھانے کے لئے نہیں! اگر یہ لڑکی یو نہی اسے

اپنی انگلیوں پہ نچواتی رہی تو آپ کا غاذان بھی



آپکے ہاتھوں سے جائے گا! مت بھولیں وہ  
ہمارے وری کے قاتل کی بہن ہے!!۔۔ جہاں  
آرا بیگم نخوت سے بولیں۔  
کیا مطلب؟ میں تمہاری بات سمجھی نہیں؟۔۔  
شاہ جہاں بیگم نا سمجھی سے بولی، وہ چو کننا ہوئی  
تھیں۔۔

مطلب صاف ہے بھابھی! آپ کا غاذان آپ  
کے ہاتھوں سے نکل رہا ہے! کل رات ہاجرہ  
(ملازمہ) نے غاذی کو حویلی کی پچھلی سائیڈ پہ  
جاتے دیکھا تھا، وہ کل رات کافی دیر تک وہاں رہا  
تھا، پھر کچھ ہی دیر بعد۔۔۔۔۔ جہاں آرا بیگم

بولتے بولتے خاموش ہو گئی جیسے اگلے جملے کہنا  
ان کے لئے بہت مشکل کام ہو۔

پھر کچھ ہی دیر بعد کیا؟۔۔۔ شاہ جہاں بیگم جو  
پوری طرح سے ان کی طرف متوجہ تھیں ان  
کے رکنے پہ سنجیدگی سے ان کا آخری جملہ دہرایا  
جو وہ ادھورا چھوڑ گئی تھیں۔

پھر کچھ ہی دیر بعد ہاجرہ کے شوہر کے ہاتھ اپنے  
دو لباس منگوائے! سوپ کا باؤل منگوا یا! وہ  
آدھی رات کو جب بیک سائیڈ سے نکلا تو تبدیل  
لباس میں تھا، آپ خود سمجھدار ہیں، سمجھ سکتی  
ہیں وہ تبدیل لباس میں کیوں تھا، صرف یہی  
نہیں ابھی گیارہ بجے اس نے ہاجرہ کے ہاتھ اس

لڑکی کے کپڑوں کے لئے ڈھیروں شاپرے بھجوائے  
ہیں پہلے بھی وہاں اسکی ضرورت کا سامان بھجواتا  
رہتا ہے، آپ کو نہیں لگتا غاذان نے ونی میں آئی  
لڑکی کو حد سے زیادہ چھوٹ دے رکھی ہے  
بھابھی؟۔۔۔ جہاں آرا بیگم رازداری سے بولتی

شاہ جہاں بیگم کو حیران در حیران کر رہی تھیں،  
وہ ان سب باتوں سے بے خبر تھیں۔

اور ہاں! مزید سنیں! ہاجرہ جب صبح اس لڑکی کو  
غازی کالا یا گیا سامان دینے گئی تو اس نے دیکھا وہ  
مہارانیوں کی طرح اس گرم کمرے میں صاف  
ستھرے بیڈ پہ سو رہی تھی، اس کے بدن پہ اسکا

اپنا نہیں بلکہ غاذان کا لباس تھا!۔۔۔ جہاں آرا  
بیگم کی اس بات کا مطلب سمجھتے شاہ جہاں بیگم کا  
چہرہ سرخ ہوا تھا۔

ہاجرہ نے بتایا ہے وہ لڑکی شکل سے کافی معصوم  
لگتی ہے، خوبصورت بھی ہے، دھیان رکھیے گا  
آپ کے غاذان کو اپنے قابو میں نہ کر لے

بھا بھی، میں یہ سب آپ کے بھلے کے لئے کہہ  
رہی ہوں کیونکہ وریام کے بعد آپ کی بگڑتی حالت  
میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھی ہے، میں نہیں  
چاہتی غازی کے ہاتھوں سے نکلنے کے بعد آپ  
خالی ہاتھ رہ جائیں! اس لڑکی کو حویلی کے پچھلے  
حصے میں آرام ہی آرام ہے، پورا دن صرف



کھاتی پیتی ہے، اور رات میں سو جاتی ہے! اسے  
یہاں کی ہوا لگوا کے بتائیں کہ ایک ونی میں آئی  
لڑکی کی کیا حیثیت ہے! غاذان سردار کیا بنا ہے  
اس نے خود کو سردار فی ہی سمجھنا شروع کر دیا  
ہے!۔۔ جہاں آرا بیگم سنجیدگی اور رازداری سے  
شاہ جہاں بیگم کو سمجھاتی وہاں سے اٹھ کھڑی

ہوئیں، وہ اب شاہ جہاں بیگم کو اس پوائنٹ پہ  
سوچنے کا موقع دینا چاہتی تھیں۔ جہاں آرا بیگم  
کے جانے کے بعد شاہ جہاں بیگم نے پریشانی سے  
اپنی پریشانی چھوٹی تھی، ان کے پیچھے یہ سب ہو رہا  
تھا اور وہ اس سب سے ناواقف تھیں؟ ٹھیک کہہ  
رہی تھی جہاں آرا بیگم غاذان ان کے ہاتھوں

سے نکل سکتا تھا، غاذان نے آخر اس لڑکی کو  
حویلی کے اندر رکھنے کی بجائے پچھلی طرف کیوں  
رکھا تھا؟ شاہ جہاں بیگم تو اس روز غم و غصے میں  
وہ سب بول گئی تھیں لیکن اسکا مطلب یہ تو نہیں  
تھا کہ اس لڑکی کو سب سے الگ کر کے عیش و  
عشرت میں رکھا جائے؟؟ شاہ جہاں بیگم غصے

سے سوچتی غاذان کے حویلی آنے کا انتظار کرنے  
لگیں، وہ ایک مہینے سے لاہور نہیں گیا تھا، سالک  
لاشاری نے دو ہفتے پہلے ہی اپنی سرداری کا عہدہ  
میر غاذان لاشاری کو سونپا تھا۔

---

کیا ہوا ہے ایشم؟ سب ٹھیک ہے؟۔۔۔ یزدان جو  
ونڈ سکرین پہ نگاہیں جمائے گاڑی ڈرائیو کر رہا  
تھا، فرنٹ ویو مرر سے نگاہیں اچانک پچھلی سیٹ  
پہ بیٹی ایشم کی طرف اٹھیں جو اپنے سر پہ ہولے  
سے ہاتھ کی مٹھی بنا کے مار رہی تھی۔ یزدان کی  
بھاری آواز میں اپنے نام کی پکار سن کے وہ اپنی

چاکلیٹ براؤن آنکھیں وا کرتی اسکی طرف  
متوجہ ہوئی۔ وہ گرے جینز پہ وائٹ شرٹ اور  
گرے جیکٹ میں ملبوس سر پہ وریام کا وائٹ اور  
گرے کلر کے امتزاج کار و مال باندھے ہوئے  
تھا، اسکی جیکٹ کے نیچے پہنی سفید شرٹ پہ

ہمیشہ کی طرح ٹوٹے ہوئے دل والا لاکٹ چمک  
رہا تھا۔

سر میں درد ہو رہا ہے، میں بول بھی رہی تھی مجھے  
کالج نہیں جانا، پورا دن لیکچر سن سن کے میرا سر  
درد سے پھٹے جا رہا ہے۔۔۔ ایشم نے خفگی اور غصے  
کے ملے جلے تاثرات سے جواب دیتے اپنا دھیان

ونڈو کی طرف کیا تھا، اسکا سر آج واقعی ہی بہت  
درد ہو رہا تھا۔ یزدان نے اسی وقت گاڑی کو  
بریک لگاتے اپنا ہاتھ پیچھے کو لے جا کے اس کے  
ماتھے پہ ہاتھ رکھا۔ ایشم جو آنکھیں موندے  
ہوئے تھی اس اچانک افتاد پہ آنکھیں وا کرتی  
یزدان کی طرف دیکھنے لگی۔



تمہیں فیور ہو رہا ہے ایشم، کتنی دفعہ بولا ہے  
سردی میں سردیوں کے لحاظ سے گرم سویٹر پہنا  
کرو، اتنا پتلا سا سویٹر پہن رکھا ہے اس سے خاک  
سردی سے بچا جائے گا؟ حد کرتی ہو۔۔۔ اس کے  
گرم تپتے ماتھے کو چھوتے ہی یزدان نے اسے  
پتلے سے سویٹر میں دیکھ کے غصے سے جھڑکا تھا،

ایشم بجائے جواب دینے کے خود میں سہمکتی ہوئی  
اسکا ہاتھ اپنے ماتھے سے ہٹا گئی۔

یہ جیکٹ پہنو! ہم ڈاکٹر کے پاس چل رہے  
ہیں!۔۔ یزدان نے سنجیدگی سے حکم دیتے اپنی  
گرم گرم جیکٹ اتارتے ایشم کے حوالے کی  
تھی۔

مجھے نہیں جانا ڈاکٹر کے پاس! حویلی چل کے  
آرام کروں گی تو رات تک ٹھیک ہو جاؤں گی۔  
ایشم اسکی جیکٹ پکڑے بغیر نگاہیں جھکا کے  
لاپرواہی سے بولی۔

جیکٹ خود پہنو گی یا میں پہناؤں؟۔۔ یزدان  
اسکے جواب کو نظر انداز کرتا سنجیدگی سے استفسار

کرنے لگا، اسکے مضبوط اور حکمیہ لہجے پہ ایشم منہ  
پھولاتی ہوئی اسکی جیکٹ تھام گئی۔

اتنی وزنی ہے!!۔۔۔ ایشم نے جیکٹ تھامتے

ہوئے منہ پھولا کے جواب دیا۔

کچھ کھایا پیا کرو! اتنی نزاکت اچھی نہیں ہوتی!  
۔۔۔ یزدان اس کے دبلے پتلے وجود پہ سنجیدگی

سے چوٹ کرتا گاڑی پھر سے سٹارٹ کر گیا، اسکا  
مطلب زو معنی تھا لیکن ایشم اسکی بات کا مطلب  
سمجھنے میں ٹائم ویسٹ کرنے کی بجائے بڑ بڑاتی  
ہوئی اپنا سویٹر اتار کے یہ جیکٹ پہننے لگی جو اسے  
ہر حال میں پہننی تھی، اگر نہ پہنتی تو وہ زبردستی

پہناتا، وہ یزدان کے دھونس بھرے انداز سے  
واقف تھی اور اسکا یہی انداز ایشم کو زہر لگاتا تھا۔  
(تم سے میری ایک جیکٹ کا وزن نہیں اٹھایا جاتا  
میری پیاری ایشو! تم پورے کے پورے میر  
یزدان لاشاری کا وزن خاک برداشت کرو گی؟!  
افف مجھے تمہارے اس ہڈیوں کے ڈھانچے پہ

رحم آتا ہے!)۔۔۔ یزدان گاڑی پھر سے سٹارٹ  
کرتے ہوئے دل میں سوچتا اپنے چمکتے گندمی  
بالوں میں ہاتھ پھیرتا نچلا لب دانتوں تلے دبا  
گیا۔

---

کیسی ہیں اماں سائیں؟ مجھے بلایا آپ نے؟۔۔۔  
غاذان لاؤنچ میں داخل ہوتا نرمی سے شاہ جہاں  
بیگم سے سوال کرتا صوفے کی جانب بڑھ گیا،  
اسکے زنان خانے میں داخل ہوتے ہاجرہ نے  
اسے شاہ جہاں بیگم کا پیغام پہنچایا تھا، وہ غاذان  
سے ملنا چاہتی تھیں۔



کیا ضرورت ہے تمہیں ماں کو وقت دینے کی؟  
میراوری ہی تھا جو ہر وقت میرا سایہ بنا رہتا تھا۔  
شاہ جہاں بیگم اسکی طرف سے ناراضی سے رخ  
موڑتی بھیگی آواز میں بولی۔ ان کی بھیگی آواز میں  
کیے کئے شکوے پہ غاذان پریشان ہوا تھا، اسکی

اماں سائیں اس سے شکوے کرنے کی عادی نہیں  
تھیں کیونکہ وہ اسکے کام کی نوعیت جانتی تھیں۔

آپ کو میری کوئی بات بری لگی ہے اماں سائیں؟  
۔۔۔ غاذان نے ان کے گھٹنوں کے پاس بیٹھتے

نرمی سے ان کے جڑیوں زدہ ہاتھ اپنے مضبوط  
ہاتھوں میں تھامتے پیار سے سوال کیا۔ وہ جانتا تھا

وریام کے بعد اسکی ماں کا دل کرچی کرچی ہو چکا  
ہے، اسے پیار سے یہ کرچیاں سمیٹنی تھیں۔

وریام کو کئے ایک مہینہ ہو چکا ہے غازی لیکن تم  
سردار ہوتے ہوئے بھی ابھی تک اسکے قاتل کو

پکڑ نہیں پائے، میرا کلیجہ جلتا ہے جب جب

میری آنکھوں کے سامنے میرے خون میں لت

پت لخت جگر کی لاش گھومتی ہے!!۔۔۔ وہ  
اسکے ہاتھوں سے اپنے ہاتھ چھڑواتی روتے  
ہوئے ہذیبانی انداز میں چلائی تھیں۔ غاذان نے  
ترحم سے ان کی طرف دیکھا تھا، ان کی آنکھیں  
سرخ لال سو جھمی ہوئی تھیں۔

آپ کو کیا لگتا ہے میں ہاتھ پہ ہاتھ دھر کے بیٹھا  
ہوں اماں سائیں؟۔۔ غاذان نے بے بسی سے  
سوال کیا۔

ہو نہہ! مجھے تو یہی لگ رہا ہے تم قاتل ڈھونڈنے  
کی بجائے اسکی بہن کو ونی نہیں بلکہ ایک سردارنی  
کا درجہ دے رہے ہو! کیا تم بھول چکے ہو غازی

ایک ونی میں آئی لڑکی کی کیا اوقات ہوتی  
ہے؟۔۔۔ شاہ جہاں بیگم کے پھر سے چلانے پہ  
غاذان نے سنجیدگی سے ان کی طرف دیکھا تھا۔  
میں آپکی بات سمجھ نہیں پایا اماں سائیں!۔۔  
غاذان نے آئبر واچکاتے ہوئے سنجیدگی سے  
سوال کیا۔ وہ کہنا کیا چاہ رہی تھیں؟

تم سمجھ نہیں پائے لیکن صبح اس لڑکی کو عیش و  
عشرت سے تمہارے لباس میں سکون سے  
سوئے دیکھ کے میں بہت کچھ سمجھ چکی ہوں!  
تمہارا بھائی قتل ہوا ہے غاذان، ہوش کے ناخن  
لو!!۔۔ شاہ جہاں بیگم غصے سے بولتی ہوئی جان  
بوجھ کے حاجرہ کا نام چھپا گئی تھیں تاکہ وہ انکی

خاص ملازمہ کے خلاف نہ ہو جائے۔ ماں کی  
بات کا مطلب سمجھتے غاذان کا چہرہ سرخ ہوا تھا۔  
آپ غلط سمجھ رہی ہیں اماں سائیں!!!۔۔۔ وہ ان  
گھٹنوں کے پاس اٹھتا ہوا اپنی گھنی سیاہ بٹیر ڈپہ  
ہاتھ پھیر کے خود کے اندر اٹھتے طیش کو دباتا بے



حد سنجیدگی سے بولا۔ اسے اپنی ماں کی یہ بات  
ناگوار گزری تھی لیکن وہ بول نہ پایا۔  
تو پھر تم ہی سمجھا دو کل پوری رات اسکے کمرے  
میں کیا کر رہے تھے تم؟۔۔ شاہ جہاں بیگم کے  
مزید ایک سوال پہ غاذان نے اپنے نچلے لب پہ

دانتوں کا زور بڑھایا تھا، وہ سیکنڈوں میں سمجھ چکا  
تھا یہ سب ضرور کسی ملازمہ کیا کیا دھرا ہے۔  
وہی کے ساتھ تعلق قائم کرنا غلط نہیں ہے لیکن  
اسے عیش و عشرت سے رکھنا اصولوں کے  
خلاف ہے غاذان! وہ ایک قاتل کی بہن ہوتے

ہوئے اتنے سکون سے نہیں رہ سکتی!!۔۔ اسکی  
خاموشی پہ شاہ جہاں بیگم مزید غصے سے بولیں۔  
آپ کو غلط یانا مکمل انفارمیشن دی گئی ہے اماں  
سائیں! اگر آپ پچھلے چودہ دن بذاتِ خود حویلی  
کی بیک سائیڈ کا چکر لگاتی تو شاید آپ کو معلوم ہو  
جاتا میں نے اسے کس حال میں رکھا ہوا ہے۔۔

غاذان غصے سے بھڑکا تھا لیکن آواز مدھم مدھم رہی  
تھی، وہ کسی کو صفائی دینے کا عادی نہیں تھا۔ اسے  
اس لڑکی پہ شدید غصہ آرہا تھا جس کی وجہ سے  
اسکی ماں نے اسے کٹہرے میں کھڑا کرتے  
آؤٹ آف سلیبس سوالات کی بوچھاڑ کی تھی۔

مجھے وہ حویلی میں چاہیے جب تک میرے بیٹے کا  
قاتل میری آنکھوں کے سامنے قتل نہیں ہوگا  
میں اس لڑکی کو سکون کی سانس نہیں لینے دوں  
گی! میرا ایک بیٹا تو اس کا بھائی کھا گیا اب وہ میرے  
دوسرے بیٹے کو میرے ہاتھوں سے چھیننے کی  
پلاننگ کر رہی ہے لیکن میں اسے اسکی پلاننگ

میں کامیاب ہونے نہیں دوں گی۔! اسے آج ہی  
زنان خانے میں شفٹ کرواؤ۔ شاہ جہاں بیگم  
نے اسکی باتوں کا جواب دینے کی بجائے روعب  
اور سنجیدگی سے حکم صادر کیا تھا، ان کے لہجے  
میں غاذان کے لئے ناراضگی واضح تھی۔

دودھ پیتا بچہ نہیں ہوں میں جو ایک ونی میں آئی  
لڑکی کے اشاروں پہ ناچوں گا! مجھے آپ سے  
کوئی نہیں چھین سکتا، میں لاہور کے لئے نکل رہا  
ہوں، ناراضگی ختم کر کے دعاؤں میں رخصت  
کریں اور جو دل میں آئے، وہ کریں۔۔۔ غاذان

بے حد سنجیدگی سے جواب دیتا اپنا کندھا ان کی  
طرف جھکائے رخصت لے رہا تھا۔

اللہ تمہاری حفاظت کرے، خیریت سے جاؤ۔  
شاہ جہاں بیگم نے نرم لہجے میں جواب دیتے اس کے  
کندھے پہ ہاتھ پھیرا، انہیں ناراضی ختم کرتے  
دیکھ کے وہ جھک کے ان کے ماتھے پہ عقیدت



سے بوسا دینے لگا، غاذان کے اندر ایک آگ جل  
رہی تھی آخر کون تھا/ تھی وہ جس نے اسکی ماں  
کو اسکے خلاف بھڑکایا تھا؟

---

یہ ماسک پہنو!۔۔۔ گاڑی کا پچھلا دروازہ کھولتے  
ایشم کے باہر نکلنے سے پہلے ہی یزدان اسکے سامنے

کھڑا ہوتا اپنی جیب سے وائٹ ماسک نکال کے  
اسکی طرف بڑھانے لگا، وہ ماسک unused  
لگ رہا تھا۔

اچھے سے دوپٹا لیا ہوا ہے، آپکی سوکلو کی جیکٹ  
بھی پہن رکھی ہے، اب یہ ماسک پہن کے میں  
اپنا سانس بند نہیں کر سکتی! ہر وقت پابندیاں لگانا

ضروری نہیں ہوتا۔۔۔ ایشم اس ماسک کو پکڑنے  
کی بجائے دل میں غصے سے بھڑکتی جبکہ بظاہر  
ایک ایک لفظ پہ زور ڈالتی دانت پیس کے بول  
رہی تھی، اسے زہر لگتی تھیں یزدان کی ایسی  
حرکتیں۔۔۔ ایک تو وہ پہلے ہی اس کے منع کرنے

کے باوجود اسے ڈاکٹر کے پاس لے آیا تھا اور اب

کلینک میں جانے سے پہلے یہ پابندی !!

یہ پابندی نہیں ہے، کلینک میں مختلف قسم کے

مریض ہوں گے، تمہیں کسی سے بھی آسانی

سے جراثیم لگ سکتے ہیں، پابندی کے طور پر

نہیں لیکن اپنی سیفٹی کے لئے تو یہ ماسک پہن

سکتی ہو؟۔۔۔ اسکے اکھڑے لہجے پہ ضبط کرتے  
یزدان نے اسے نارمل انداز میں سمجھایا تھا، وہ  
اسکی باتوں میں اپنا فائدہ محسوس کرتی اسکے ہاتھ  
سے ماسک پکڑ کے احسان کرنے والے انداز میں  
چہرے پہ چڑھانے لگی۔ اسکے ماسک چڑھاتے ہی  
یزدان اسکے سامنے سے ہٹ کے اسکا نازک ہاتھ

اپنے مضبوط ہاتھ میں تھا متا چابی پہ بٹن دبا کے  
گاڑی لاک کرتے کلینک کی طرف قدم بڑھانے  
لگا۔ ایشم نے اس سے اپنا ہاتھ چھڑوانا چاہا تھا لیکن  
یزدان بجائے یہ ہاتھ چھوڑنے کے گرفت مزید  
مضبوط کر گیا۔

یہاں تو کتنا رش ہے! کافی وقت لگ جائے گا۔

کلینک میں داخل ہوتے ہی مرد اور عورت  
دونوں طرف کافی رش دیکھتے ایشم روہانسی ہوئی  
تھی، اسکا کوئی ارادہ نہیں تھا دو گھنٹے کلینک میں  
بر باد کرنے کا۔

وہاں پہ بیٹھو! میں دو منٹ میں آتا ہوں۔۔۔

یزدان اسکی روہانسی آواز پہ اسے نرمی سے جواب  
دے کے عورتوں والی سائیڈ کی طرف اشارہ کرتا  
کاؤنٹر کی جانب بڑھ گیا، مردوں اور عورتوں کے  
درمیان ایک بڑی سی دیوار حائل تھی لیکن  
کلینک میں داخل ہونے والا شخص دروازے پہ



کھڑا ہو کے دونوں سائیڈز کا جائزہ لے سکتا تھا  
اسی لئے یزدان نے کلینک میں داخل ہونے سے  
پہلے اسے ماسک پہنایا تھا تاکہ کسی کی گندی نظر  
غلطی سے بھی اسکی طرف نہ اٹھے، ایشم بیزاری  
سے ہاں میں سر ہلاتی عورتوں کے پاس ایک بیچ  
پہ بیٹھ گئی۔ یزدان دو منٹ سے پہلے ایمر جنسی کی

پرچی بنوا چکا تھا اب ایشم کو زیادہ دیر تک بیٹھ کے  
اپنی باری کا انتظار نہ کرنا پڑتا۔ پرچی بنواتے ہی  
اس نے اشارے سے ایشم کو اپنی طرف بلایا، ایشم  
چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی اسکی طرف بڑھ رہی  
تھی۔

مجھ سے اتنا انتظار نہیں ہوگا، میں ٹھیک ہوں، ہم  
واپس چلتے ہیں۔۔۔ یزدان کے پاس آتے ہی وہ  
اسکی سننے کی بجائے اپنی سناتی خفگی سے بولنا  
سٹارٹ کر گئی۔

شش! آہستہ بولو یہ کلینک ہے حویلی نہیں، اور  
یہ پرچی پکڑ کے سامنے دروازے کی طرف جاؤ!

میں دوسری سائیڈ سے وہی پہ آرہا ہوں۔۔  
یزدان مدھم آواز میں بولتا اسکے ہاتھ میں پرچی  
تھمارہا تھا۔ وہ دونوں ایک ساتھ کھڑے شریک  
حیات معلوم ہو رہے تھے، یزدان اس وقت  
عورتوں والی سائیڈ کے بالکل کارنر پہ موجود ایشم  
سے مخاطب تھا، اس نے ایک نگاہ غلط بھی

دوسری عورتوں کی طرف نہیں ڈالی تھی جبکہ  
عورتیں چہرہ موڑ موڑ کے اس خوبصورت لمبے  
چوڑے نوجوان اور اسکے پہلو میں کھڑی نازک  
سی لڑکی کی طرف دیکھ رہی تھی، ایشم کے وجود پہ  
موجود گرے مردانہ جیکٹ اسے کافی لوز تھی،  
ایشم نے مشکل سے اسکا وزن اٹھا رکھا تھا لیکن

اس گرم جیکٹ نے اسکا نازک وجود مکمل طور پہ  
چھپا رکھا تھا، کوئی دور سے دیکھ کے بھی پہچان  
سکتا تھا اس نازک سی لڑکی کے وجود پہ لوز سی  
جیکٹ اسکے ساتھ کھڑے اس وجہہ نوجوان کی  
ہے۔ ایشم اسکی بات پہ سر اثبات میں ہلاتی شکر کی  
سانس لیتے ہوئے ناک کی سیدھ میں سامنے روم

کی طرف بڑھنے لگی۔ یزدان بھی مردوں والی  
سائیڈ سے نکل کے اسے جوائن کر چکا تھا۔

---

ایشم سالک؟۔۔۔ نرس نے کاریڈور میں آتے  
ہوئے بلند آواز میں ایشم کا نام پکارا، اسکے ہاتھ  
میں ایک انجیکشن تھا، ایشم جو پہلے ہی یزدان سے

بحث کر رہی تھی وہ اچیکیشن نہیں لگوائے گی،  
اس نرس کے ہاتھ میں اچیکیشن دیکھ کے  
آنکھوں میں نمی لئے زور زور سے نفی میں سر  
ہلانے لگی۔ یزدان اسکی ضد کا اثر لئے بغیر نرس کو  
اشارے سے ایشم کی طرف بلارہا تھا۔ اس کی یہ  
پورا مہینہ آئے روز طبیعت خراب رہی تھی اور



ایٹم نے خود سے لاپرواہی برتنے بھی کبھار ہی  
پین کلر لی تھی لیکن آج یزدان اسکا مکمل علاج  
کروائے بغیر اسے یہاں سے لے کر نہیں جانا  
چاہتا تھا، ڈاکٹر نے انجیکشن یا ڈرپ لگوانے کی  
ہدایت کی تھی، ڈرپ ختم ہونے میں وقت لگ

جاتا اسی لئے یزدان نے ایشم کا آپشن چن لیا

لیکن ایشم اس پہ ضد کر رہی تھی۔

جیکٹ اتار بیٹھے مس ایشم!۔۔ نرس نے ان

دونوں کے قریب آتے نرمی سے ایشم کو مخاطب

کیا۔

مجھے نہیں لگوانا جیکیشن۔۔۔ ایشم نے بچوں کی  
طرح آنکھوں میں آنسو لئے اپنی ضد جاتی رکھی  
تھی، یزدان اسکی بات سنی ان سنی کرتا زبردستی  
اسکے ایک بازو سے جیکٹ اتارنے لگا۔  
میں نے بولا نہ میں ا بھیکیشن نہیں لگواؤں  
گی!۔۔۔ وہ سو سوں کرتے ہوئے یزدان کا

ہاتھ اپنے بازو سے دور کر رہی تھی لیکن یزدان  
کان لپیٹے ہوئے تھا جبکہ نرس اور دوسری  
عورتیں مسکرا کے ان دونوں کی طرف دیکھنے  
لگیں۔

سلیو اوپر کرو!۔۔۔ ایک بازو سے جیکٹ اتارنے  
کے بعد یزدان نے نرمی سے ایشم کو قمیض کا سلیو

اوپر کرنے کا حکم دیا لیکن وہ زور زور سے نفی میں  
سر ہلاتی صوفے سے اٹھنے لگی، اسے کسی صورت  
یہ انجیکشن نہیں لگوانا تھا۔

میم پلینز جلدی کیجئے گا، دوسرے پیشنٹس ویٹ  
کر رہے ہیں!۔۔۔ نرس نے ضد کرتی ہوئی ایشم  
کو نرمی سے پھر سے مخاطب کیا تھا جسے یزدان

بازو سے پکڑ کے پھر سے صوفے پہ بیٹھا رہا تھا۔

وہ اب خود بھی اسکے ساتھ بیٹھ چکا تھا۔

ایٹم مار کھاؤ گی! چپ کر کے بیٹھو۔۔ یزدان اسے

مصنوعی غصے سے مدھم آواز میں ڈانٹتا اسکی قمیض

کا سلیو اوپر چڑھا رہا تھا، اسکا دودھیا سفید بازو اسکے

سامنے تھے جس سے وہ جلدی سے نگاہیں چرا  
کے نرس کو انجیکشن لگانے کا اشارہ کرنے لگا۔  
پلیز۔۔ نہیں!!! مت لگانا!!! مجھے بہت درد ہوتا  
ہے! پلیز نہیں۔۔۔ ایشم انجیکشن کی نوک کو  
اپنے بازو کے قریب آتے دیکھ کے بچوں کی  
طرح روتے ہوئے نرس کو منع کرنے لگی، اسکی

آواز بلند ہو رہی تھی، یزدان نے اسکا بازو زور  
سے پکڑ رکھا تھا۔ نرس اس کا رونا نظر انداز کرتی  
اسکے بازو پہ نرمی سے اپنا انگوٹھا سہلا رہی تھی  
جیسے انجیکشن لگانے سے پہلے سہلایا جاتا ہے۔  
شش! بس تھوڑا سا پین ہو گا ایشم۔۔۔ اسے بری  
طرح سے روتے دیکھ کے یزدان نے اسکی



آنکھوں پہ نکلے آنسو صاف کرتے اسے پیار سے  
خاموش کروانے کی کوشش کی۔

نہیں بہت زیادہ درد ہو گا، میں مرجاؤں گی، پلیز  
انہیں منع کر دیں نا!۔۔۔ ایشم نے اسکی سفید  
شرٹ سینے سے زور سے جکڑتے ہوئے ہچکیوں  
کے درمیان روتے ہوئے التجاء کی، ان چاکلیٹ

براون آنکھوں میں آنسو اور التجاء دیکھ کے یزدان  
کے دل کو کچھ ہوا تھا، ڈاکٹر جو اسکے بازو میں  
انجیکشن ٹھونکنے والی تھی، یزدان اسے تیزی سے  
منع کرتا ایشم کا بازو پیچھے کرتے اسے اپنے سینے  
سے لگا گیا۔

شش!! خاموش ہو جاؤ، نہیں لگوار ہا جیلشن  
لیکن مجھے تمہاری میڈیسن میں کوئی کوتاہی نہیں  
چاہیے، سمجھی تم؟۔۔۔ یزدان اسکے آنسو اپنے  
ہاتھ کی پوروں سے صاف کرتا بے حد نرمی سے  
اسے خاموش کرواتا ہر کسی کو بے حد پیارا لگ رہا

تھا۔ ان چاکلیٹ براؤن آنکھوں میں آنسو کہاں

برداشت ہوتے تھے اس سے؟

ہاں پکا!! ہر روز کڑوی میڈیسن کھالوں گی، لیکن

انجیکشن نہیں لگواؤں گی!۔۔ ایشم نے ہچکیوں

کے درمیان بولتے روتے ہوئے یزدان کی

طرف دیکھ کے ڈیل ڈن کی، یزدان اسکا ماتھا

چومنے کی خواہش دل میں دباتا ناسف سے سر  
نفی میں ہلا کے مدھم سا مسکراتا نرس کو واپس  
جانے کا اشارہ کر گیا۔

بہت ضدی ہو تم، تمہارے یوں چیخنے چلانے کی  
وجہ سے سب ہماری طرف دیکھ رہے ہیں۔۔۔  
وہ دونوں اس وقت کاریڈور میں تھے، آس پاس

موجود عورتوں کی نظریں خود پہ اور ایشم پہ  
محسوس کرتا یزدان اسے مصنوعی غصے سے ڈانٹتا  
اسکی شرٹ کا بازو ٹھیک کر کے اسے جیکٹ پہنا  
رہا تھا، ایشم اسکی بات سننے کے بعد سوں سوں  
کرتی چہرہ موڑ کے باقی سب کو دیکھنے لگی، سب  
عورتوں کو مسکراتے ہوئے اپنی طرف دیکھتا پا

کے ایشم خفت کا شکار ہوئی، اسے لگا وہ سب اسکا  
مذاق اڑانے کے لئے ہنس رہی ہیں، وہ غائب  
دماغی سے ابھی تک یزدان کی شرٹ سینے سے  
زور سے اپنے دائیں ہاتھ کی مٹھی میں دبوچے  
ہوئے تھی۔ وہ اس کے بے حد قریب تھی۔

ہاں تو خود لگوائے نا جیلشن تو پتا چلے کتنی درد  
ہوتی ہے، میں آئینہ سے کبھی بھی آپ کے  
ساتھ ڈاکٹر کے پاس نہیں آؤں گی۔۔۔ وہ سب  
عورتوں سے نظریں ہٹا کے خشک ہچکی بھرتی  
شدید خفگی سے یزدان کو جواب دے رہی تھی۔



بلاؤں واپس سے نرس کو؟۔۔۔ یزدان نے  
ہونٹ سکوڑتے ہوئے آسیر و آچکا کے اسکی  
طرف دیکھتے اسے ڈرایا تھا، ایشم بحث یا ضد  
کرنے کی بجائے اگلے ہی پل اسکی شرٹ چھوڑ  
کے صوفے سے اٹھتی اس کلینک سے باہر بھاگنے  
کی تیاری کرنے لگی، وہ مزید اس کلینک میں نہیں

رک سکتی تھی، یزدان مدھم آواز میں خوبصورتی  
سے ہنستا ہوا تیز قدم اٹھاتے اسکے ہمقدم ہوا، آج  
نجانے کتنے وقتوں بعد وہ دل سے ہنساتھا،  
عورتوں کی مسکراتی نگاہوں نے دور تک ان  
دونوں کا تعاقب کیا تھا۔ یہ جوڑی قابلِ رشک  
تھی۔

میں ادا سائیں کو آپ کی شکایت لگاؤں  
گی!!!۔۔۔ گاڑی کے پاس آتے ہی ایشم نے غصے  
سے یزدان کو دھمکی لگائی تھی۔

کلینک دو قدموں کے فاصلے پہ ہی ہے! نرس  
انجیکشن لے کر باہر بھی آسکتی ہے اور میں تمہیں  
اٹھا کے واپس اندر بھی لے جاسکتا ہوں، اسی لئے

تمہاری بھلائی اسی میں ہے اپنی دھمکیاں جیب  
میں رکھو!۔ گاڑی ان لاک کرتا یزدان فرضی  
کالرا چکاتے ہوئے ایشم کی دھمکیاں اسے واپس  
لٹا رہا تھا، وہ اسکی دھمکی پہ تھوک نگلتی ہوئی اپنی  
چونچ بند رکھ گئی، اس بندے سے بحث کرنا  
فضول تھا، خیر اس نے دل میں ارادہ باندھ لیا تھا

وہ غاذان یا بالاج کو اسکی شکایت ضرور لگوا کے  
اسے ڈانٹ پر وائے گی۔

ناک کٹوا دی ہماری! سرداروں کی لڑکی ایک  
انجیکشن سے ڈر گئی؟ چچ چچ!۔۔۔ اسے پچھلی  
سیٹ پہ بٹھاتے یزدان نے اسے چھیڑنے کے  
لئے جان بوجھ کے اسکے کچھ دیر پہلے والے

ڈرپوک ریکشن پہ چوٹ کی۔ ایشم ابھی خفگی سے  
کوئی جواب دیتی جب یزدان کے ہاتھ میں موجود  
ایشم کا فون رنگ ہوا تھا، اپنا فون یزدان کے ہاتھ  
میں دیکھ کے ایشم کے گلے میں گلٹی بھر کے  
معدوم ہوئی تھی، یزدان ابھی فون کی سکریں پہ  
نظر گھماتا جب ایشم تیر کی تیزی سے اس کے ہاتھ

سے اپنا فون جھپٹ گئی۔ یزدان نے اسکی اتنی  
تیزی پہ چونکتے ہوئے اسکی طرف دیکھا۔  
کیا ہو گیا ہے؟ کس کا فون ہے؟۔۔۔ یزدان نے  
حیرانی سے سوال کیا۔

دوست کا ہے۔۔۔ ایشم تیزی سے کال کاٹتی  
یزدان سے نگاہیں چرا کے اسے جواب دے رہی

تھی۔

تو اس میں اتنا ان کفر ٹیبل ہونے کی کیا بات  
ہے؟ کال کیوں پک نہیں کی تم نے؟ اس طرح  
سے فون کیوں چھینا؟۔۔ یزدان نے اس کے  
چہرے کے اتار چڑھاؤ نوٹ کرتے بے حد



سنجیدگی سے ایک ساتھ تین سوال کئے، اسے  
ایشم کی یہ حرکت ناگوار گزری تھی۔

نہیں ایسا تو نہیں ہے، مجھے لگا میں اپنا فون کلینک  
میں بھول گئی ہوں لیکن آپ کے ہاتھ میں دیکھ  
کے تسلی ہو گئی تھی اور دوست سے بات میں  
حویلی جا کے کر لوں گی۔۔۔ ایشم نے چہرے کے

تاثرات نارمل کرتے کندھے اچکا کے لاپرواہی  
سے جواب دیا۔ یزدان بنامزید جواب سوال کئے  
سنجیدگی سے ایک گہری نگاہ اس پہ اور اسکے فون  
پہ ڈالتا اسکی طرف کا دروازہ بند کرتے ڈرائیونگ  
سیٹ سنبھال گیا۔ ایشم نے اپنی رکی ہوئی سانس  
بحال کرتے فون جلدی سے بیگ میں ڈال ڈیا۔

---

مجھے وہ لڑکی اس ایک ہفتے کے اندر اندر اپنی  
نظروں کے سامنے چاہیے ورنہ میں تم سب کے  
چیتھڑے کر دوں گا!!۔۔۔ بالاج لاشاری اپنی  
پوری قوت سے دھاڑا تھا، اسکی نیلی آنکھوں میں  
شدید سرخی تھی، آج پھر اسکے خاص بندوں نے

مایوسی سے چہرے نیچے لٹکار رکھے تھے، وہ پچھلے  
ایک مہینے کی طرح آج بھی ناکام ہوئے تھے۔  
ہم کوشش کر رہے ہیں سائیں!۔۔ ان آدمیوں  
میں سے ایک نگاہیں جھکائے تابعداری سے بولا،  
بالاچ کی شیر سی دھاڑ پہ ان سب کے گلے میں  
گلٹی بھر کے معدوم ہوئی تھی۔

دفعہ ہو جاؤ میری نظروں سے! سب کے سب  
بیکار ہو۔۔ بالاج نے غصے سے سر جھٹکتے ان سب  
کو یہاں سے جانے کا اشارہ کرتے صوفی کی  
پشت کے ساتھ سر ٹکا کے آنکھیں موند لیں، وہ  
ڈیرے پہ تھا، وہ اپنا زیادہ تر وقت ڈیرے میں  
گزار دیا کرتا تھا، اکثر اوقات وریام کی چاندنی کے

ساتھ باتیں کرتا پایا جاتا تھا جو ہر وقت ادا اس رہتی  
تھی۔ وریام کے بعد اس کی چاندنی پہ گھڑ سواری  
بالاچ کرتا تھا، اس کے ساتھ باتیں کر کے اسے  
ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے وہ وریام کے ساتھ  
مخاطب ہو۔

وہ بہت جلد میری کنیز کے عہدے پہ فائز ہو گی  
وری! اور اسکی حالت دیکھ کے اس کا بے غیرت  
شوہر خود چل کے ہمارے پاس آئے گا، میں ایک  
تیر سے دو شکار کروں گا، وجہ قتل کو شکار اور وجہ  
شکار بنا کے قاتل کے دل پہ ایسا وار کروں گا کہ وہ  
بلبلاتا ہوا لاشاریوں کے مقابلے پہ اترے گا،

اسکی بہن تو وونی میں آ کے اس کمینے کی غیرت جگا  
نہیں پائی لیکن مجھے یقین ہے جس محبوبہ کو لے  
کر وہ بھاگا ہے، اسکی نازک حالت دیکھنے کے بعد  
اسکی تھوڑی بہت غیرت تو ضرور جاگے گی، چچ  
چچ! یہ کھیل تم نے شروع کیا تھا آحد جکھرا نی  
لیکن اینڈ بالا چ لاشاری کرے گا! میں جب تک



تمہاری محبوبہ کو اپنی کنیز بنا کے تمہارے سینے  
میں اپنی بندوق کی گولیاں نہیں اتاروں گا، چین  
سے بیٹھنا خود پہ حرام کر لوں گا!!!۔۔۔ بالاج  
لاشاری شدید غصے سے سوچتا اپنی جیب سے  
وریام کا خون آلود رومال نکال کے اپنی آنکھوں  
کے سامنے کرتا اپنا عزم دل میں پہلے سے زیادہ

مضبوط کر رہا تھا یہ سوچے بغیر کہ وقت آنے پہ  
اسکا عزم اسکے اپنے دل پہ ایسا وار کرے گا کہ  
بالاچ لاشاری بلبلا اٹھاگے، وہ سرداروں کا خون  
تو تھا لیکن وہ بھول چکا تھا وہ ایک عاشق بھی ہے!  
وہ بھول چکا تھا اسکا دل پہلی نظر میں کسی کا اسیر  
ہوا تھا۔ بے شک اعمال کا دار و مدار نیتوں پہ ہوتا

ہے، اگر اللہ اچھی نیت کے بدلے کچھ اچھا نوازتا  
ہے تو بری نیت کے بدلے بہت کچھ چھین بھی  
سکتا ہے!

---

السلام علیکم سر کیسے ہیں آپ؟۔۔۔ ایمپائر میں  
داخل ہوتی یسٹل جو لفٹ کی طرف بڑھ رہی

کھئی وہاں پہلے سے موجود غاذان کو لفٹ کا بٹن  
دباتے دیکھ کے خوشگوار حیرت سے اس سے  
اسے سلام کرنے لگی، غاذان کو دیکھتے ہی اس کا چہرہ  
ایک دم خوشی سے کھل اٹھا تھا۔  
وعلیکم السلام! آئی ایم فائن۔۔۔ غاذان سنجیدگی  
سے جواب دیتے اس کا حال پوچھے بغیر لفٹ میں

داخل ہو گیا۔ وہ اس وقت بلیو فور پیس میں ملبوس  
پیروں میں چمچماتے شوز پہنے بالوں کو اچھے سے  
جیل سے سیٹ کئے ہمیشہ کی طرح بے حد پینڈ سم  
لگ رہا تھا۔

?Sir may I enter

یشعل نے مسکراتے ہوئے غاذان سے لفٹ میں  
آنے کی اجازت مانگی۔

Sure

غاذان سنجیدگی سے جواب دیتا اپنے موبائل میں  
مصروف ہونے والا تھا جب نگاہیں شاذل کی  
طرف اٹھیں، وہ لفٹ کی طرف ہی آ رہا تھا لیکن

غاذان اور یشعل کو پہلے سے لفٹ میں دیکھ کے  
پیچھے ہی رک گیا۔

Come here Shazil, u can  
join us

شاذل کو وہی پہرے رکتے دیکھ کے غاذان نے  
پروفیشنل انداز میں شاذل کو مخاطب کیا، وہ سر کو

خم دیتا لبوں پہ مسکراہٹ سجائے لفٹ میں داخل  
ہو گیا، شاذل شاہ سفید جینز پہ سکائے بلیو چیک  
شرٹ پہنے اپنے دائیں گال کاڈمپل دیکھتا ہے  
حد پیار الگ رہا تھا۔ لفٹ میں داخل ہوتے ہی وہ  
غاذان سے ہاتھ ملاتا خوشدلی سے اسکا حال پوچھنے  
لگا، ابھی تک اس سے بغلگیر ہونے کی فرینک



نہیں نہیں ہوئی تھی، کیونکہ غاذان ہمیشہ لمٹس  
میں رہتا تھا۔

سر آپ ایک مہینے سے کہاں تھے؟۔۔۔ شاذل  
اور غاذان کی معمولی سی گفتگو ختم ہونے پہ یشتل  
نے تجسس سے غاذان سے پوچھا، شاذل کن  
اکھیوں سے اسکے چہرے کی خوشی نوٹ کر چکا تھا

جو آج ایک مہینے بعد ہی دیکھنے کو مل رہی تھی۔ وہ  
اس وقت میروں سٹائلش اسکرٹ پہ سکن شرٹ  
اور میروں ہی منی کٹی پہنے گلابی ہونٹوں پہ  
مسکان سجائے بے حد خوبصورت لگ رہی تھی،  
آج کنجی آنکھوں میں چمک واضح تھی۔

**It's Personal Miss Yashal,  
this is none of your  
concern**

غاذان نے یسٹل کے سوال پہ کندھے اچکاتے  
ہوئے سنجیدگی سے جواب دیا، اسکے لہجے میں  
ایک کاٹ تھی کہ وہ آئندہ کام کے علاوہ سوالات

پوچھنے سے گریز کرے۔ اسکے جواب پہ یشتعل کا  
خوشی سے کھلتا چہرہ بجھ گیا جو صرف شاذل نے  
محسوس کیا تھا جبکہ غاذان بے نیازی سے لفٹ  
سے باہر نکل گیا کیونکہ اوپر والا فلور آتے ہی لفٹ  
کادر وازہ کھل چکا تھا۔

# U are looking pretty Miss Yashal

اسکا بجھتا چہرہ دیکھ کے شاذل شاہ نے مسکراتے  
ہوئے نرمی سے اسکی تعریف کی پیشعل جواب دہی  
سے غاذان کو دو ٹوک جواب دیئے یہاں سے  
جاتے دیکھ رہی تھی شاذل کے کمپلیمنٹ پہ مسکرا

کے "تھینک یو شاذل سیم گوز فار یو" جواباً اسکی  
تعریف کرتی لفٹ سے نکل گئی، اسکی مسکراہٹ  
بہت پیور تھی، اسکی مسکراہٹ دیکھتے ہی مقابل  
جان جاتا تھا وہ کتنے صاف دل کی مالک ہے۔۔

---

تشنگی یار۔۔۔ قسط 15  
از قلم۔۔۔ علی شے خان

یہ یہاں پہ کیا کر رہی ہے اماں سائیں؟۔۔۔ ایشم جو  
ابھی کچھ دیر پہلے کالج سے آئی تھی، لہجہ کرنے کی  
غرض سے ڈائینگ روم میں داخل ہوتے ہی

نگاہیں ماہ پارہ کی طرف اٹھی تھیں جو ٹیبل پہ کھانا  
لگا رہی تھی، اسے یہاں دیکھتے ہی ایشم نے غصے  
سے شاہ جہاں بیگم سے سوال کیا، ڈائمنگ روم  
میں اس وقت صرف جہاں آرا بیگم، شاہ جہاں  
بیگم، ماہ پارہ اور ایشم تھیں، حویلی کے مرد  
حضرات مردان خانے کی طرف تھے۔ ایشم کی



عصیلی آواز پہ ڈائینگ میبل پہ ڈشزر کھتی ماہ پارہ  
نے چونکتے ہوئے اسکی طرف دیکھا۔

اپنا کام کر رہی ہے جو اسے ساری زندگی کرنا ہے،  
تم یہاں پہ بیٹھو اور کھانا کھاؤ!۔۔۔ شاہ جہاں  
بیگم سنجیدگی سے جواب دیتی ایشم کو اپنے پاس  
پڑی کر سی پہ بیٹھنے کا اشارہ کر رہی تھیں۔

کیا مطلب یہ ساری زندگی ہمارے ساتھ ہماری  
آنکھوں کے سامنے رہے گی؟ کیا آپ بھول چکی  
ہیں یہ میرے وری ادا کے قاتل کی بہن ہے اماں  
سائیں! میں اسے اپنی نظروں کے سامنے ایک  
منٹ بھی برداشت نہیں کر سکتی۔ ماں کی بات  
سننے ہی ایشم بھڑک اٹھی تھی، اسکی آواز غم و

غصے سے بھیگ رہی تھی، وہ ماہ پارہ کی طرف  
دیکھنے سے گریز برت رہی تھی جبکہ ماہ پارہ اسی کو  
تو دیکھ رہی تھی، یک ٹک بنا پلکیں جھپکائیں۔۔۔ یہ  
سب اتنے سنگ دل کیوں تھے؟ ماہ پارہ نے اپنے  
آنسو اندر اتارے ہوئے ادا اسی سے دل میں سوچا،  
ایشم سے جتنی امیدیں باندھی تھیں، وہ پل میں

ٹوٹ گئی تھیں۔ ماہ پارہ اس وقت میروں شلوار  
قمیض میں ملبوس سر پہ اچھے سے دوپٹا اوڑھے  
ہوئے تھی، اسکا لباس دور سے ہی برینڈ ڈلگتا تھا،  
جہاں آرا بیگم نے اسے اتنے مہنگے لباس میں دیکھ  
کے نخوت سے سر جھٹکا، یہ سب غاذان نے دلایا

تھا، وہ جانتی تھی کیونکہ ہاجرہ نے ایک ایک بات  
ان تک پہنچائی تھی۔

ایشم یہاں بیٹھ کے کھانا کھاؤ، میں بہتر جانتی ہوں  
اس لڑکی کا کیا کرنا ہے۔ ایشم کی بھیگتی آواز  
محسوس کرتے شاہ جہاں بیگم نے نرمی سے بیٹی کا  
بازو پکڑ کے اپنے پاس بٹھاتے ماہ پارہ کو سخت

نگاہوں سے دیکھتے یہاں سے جانے کا اشارہ کیا،  
وہ ایشم کو بے تاثر نگاہوں سے دیکھتی اگلے ہی پل  
وہاں سے باہر نکل آئی۔ ماہ پارہ کو ابھی کچھ دیر  
پہلے ہی ملازمہ اسکے سامان سمیت حویلی کے  
زنان خانے میں لے کر آئی تھی، شاہ جہاں بیگم  
نے آتے ہی اسے کسی ملازمہ کی طرح اسکی

ڈیوٹیاں گنوا دی تھیں، اور اسے یاد دلایا تھا وہ اس  
حویلی میں ونی ہو کر آئی ہے اور اسکی حیثیت کبھی  
نہیں بدلے گی، ماہ پارہ نے خاموشی سے ان کی  
تمام باتیں سننے کے بعد ان کے کہنے پہ اپنا چھوٹا  
موٹا سامان حویلی کے اوپر والے پورشن میں  
موجود سٹور روم میں شفٹ کر لیا تھا۔

---

یزدان جو ابھی رات میں حویلی آیا تھا، شاور لے  
کر لباس تبدیل کرنے کے بعد لائٹ بلیو گرم  
ٹریک سوٹ میں ملبوس گیلے بالوں میں ہاتھ  
پھیرتے اپنے بیڈ کی طرف بڑھ گیا، بیڈ پہ  
اوندھے منہ کرتے اس نے سائیڈ ٹیبل سے



موبائل اٹھاتے روز کے معمول کے مطابق اپنی  
اوروریام کی تصاویر دیکھنے کے لئے کیلری کھولنا  
چاہی تھی جب اسکا ہاتھ اچانک سے ٹک ٹاک  
ایپ پہ لگ گیا، یہ ایپ شاید وریام نے ہی اس  
کے موبائل میں انسٹال کی تھی کیونکہ اسکا  
موبائل استعمال کرتے وقت وہ نجانے کیا کیا

تبدیلیاں کرتا تھا جس پہ یزدان نے اسے بھی  
کچھ نہیں کہا تھا۔ یزدان نے ٹک ٹاک بند کرنے  
کی بجائے یو نہی ایک سے دو دفعہ سکرا ل کیا جب  
اسکے سامنے سبیشنز میں کچھ آئی ڈیز شو ہوئی  
تھیں، یہاں زیادہ تر آئی ڈیز اسکے کانٹیکٹس کی  
شو ہو رہی تھیں، پہلی آئی ڈی

@ishi\_lashari کے نام سے تھی،  
یزدان نے آئیبر واچکاتے ہوئے یو نہی یہ اکاؤنٹ  
اوپن کر لیا، اسے لگا یہ پرائیویٹ اکاؤنٹ ہوگا  
لیکن نہیں یہ ایک پبلک اکاؤنٹ تھا، اس پہ پانچ  
سے چھ ویڈیوز آپلوڈ تھیں، یزدان نے ماتھے پہ  
بل ڈالے آنکھوں کو چندھیا کرتے پہلی ویڈیو

لگائی اس میں چھ سے ساٹھ لڑکیوں کے صرف  
ہاتھ دیکھائی دے رہے تھے، وہ سب لڑکیاں  
کسی گانے پہ فنکر ڈانس کر رہی تھیں، ہاتھوں کے  
علاوہ جسم کا کوئی اعضاء نظر نہیں آ رہا تھا، یزدان  
ان چھ سے سات لڑکیوں کے ہاتھوں میں بھی  
آسانی سے ایشم کے ہاتھ پہچان سکتا تھا، ویڈیو پہ

اچھے خاصے لانگس تھے، کو منٹس میں بہت سے  
لڑکوں نے ان لڑکیوں کے ہاتھوں کی تعریفوں  
میں پل باندھے ہوئے تھے۔

The girl having black  
bracelet on her hand,  
mery liay pack kro

یہ کسی لڑکے کی آئی ڈی سے کمنٹ کیا گیا تھا، بلیک  
بریسلیٹ ایشم کے ہاتھ میں تھی، بالکل اسی طرح  
بہت سے لڑکوں نے بلیک بریسلیٹ والی لڑکی  
کے مخروطی انگلیوں والے سرخ و سفید ہاتھ کو  
داد پیش کی ہوئی تھی، یہ کو منٹس پڑھنے کے بعد  
یزدان کا پورا وجود کسی بھٹی کی مانند جلنے لگا، اسکے

پورے وجود میں جیسے کسی نے آگ بھڑکادی  
ہو۔ یزدان نے اپنا غصہ دباتے ہوئے دوسری  
ویڈیو لگائی، پھر تیسری، پھر چوتھی اور پھر  
پانچویں۔۔۔ ہر ویڈیو میں ایشم نے اپنی دوستوں  
کے ساتھ ہاتھوں سے کسی نہ کسی سٹائل کو  
جینزیٹ کر کے ڈالی ہوئی تھی، ویڈیو زپہ

ڈھیروں لائیکس اور کو منٹس میں تعریف کرنے  
والی زیادہ تر تعداد لڑکوں کی تھی، یزدان کا بس  
نہیں تھا اس ایک ایک لڑکے کو اٹھا کے پٹک  
دے جو اس سیاہ بریسلٹ والی لڑکی کے ہاتھوں  
کی تعریف کر رہے ہیں، لیکن اس سے بھی پہلے  
اسے اسکی کلاس لینی تھی جس نے یہ ٹک ٹاک



ڈالنے کی جرأت کی تھی، اس کا چہرہ اتنا سرخ تھا  
کہ جیسے آگ کے شعلے بھڑک اٹھے ہوں،  
حیرت کی شدت نے اسے پتھر بنا دیا تھا، یزدان  
نے اپنا غصہ دبانے کی کوشش کرتے اس  
اکاؤنٹ پہ موجود آخری ٹک ٹاک کھولی، اس  
آخری ویڈیو کو دیکھتے یزدان نے بمشکل اپنے فون

کو دیوار کی زینت بنانے سے روکا تھا، اپنے سامنے  
چاکلیٹ براؤن آنکھوں کی پلکوں کا کسی گانے پہ  
اٹھتا جھکتا رقص دیکھتے شدید غصے کے باعث  
یزدان کے ماتھے اور گردن کی رگیں تنی تھیں،  
اب کی دفعہ ویڈیو ہاتھوں کی بجائے صرف ایشم  
لاشاری کی آنکھوں کی تھی، ان آنکھوں کی جن

پہ وہ کسی کی غلطی سے بھی اٹھتی نظر برداشت  
نہیں کر پاتا تھا، اور اس ویڈیو پہ اس وقت  
3.5M ویوز تھے، مطلب اسکی آنکھیں  
ساڑھے تین ملین لوگوں نے دیکھی تھیں؟  
لائکس اور کو منٹس کا ڈھیر تھا۔ کو منٹس میں ان  
چاکلیٹ براؤن آنکھوں کی خوبصورتی بیان

کرنے کے لئے نہ صرف سادہ الفاظ میں بلکہ  
شاعرانہ انداز میں بھی تعریف کی گئی تھی۔  
"تیرے نینوں کا جادو، دل کو بہالے جاتا ہے  
ایک جھلک میں خوابوں کا، جہاں سجالے جاتا  
ہے"

یزدان سے اس طرح کے صرف چند ایک  
کو منٹس ہی پڑھے کئے تھے، وہ خود میں مزید  
کو منٹس پڑھنے کی برداشت نہ پاتا ایک جھٹکے سے  
بیڈ سے اٹھتے ہوئے شدید غصے سے دروازے کی  
طرف بھاگا۔ اچانک جیسے دنیا کا سارا سکون اس

کے اندر کے طوفان سے ٹکرا گیا، آنکھوں میں  
حیرانی اور غصے کی چنگاریاں تھیں۔

---

میری فیملی میں آن لائن فرینڈز بنانے کی اجازت  
نہیں ہے، مجھے تم سے بات کرتے ہوئے بہت  
ڈر لگتا ہے، میں نے کتنی دفعہ بولا ہے مجھے خود

کے بعد تمہیں واپس سے زندگی کی طرف لایا  
ہے، اور میں صرف تمہارا دوست نہیں ہوں،  
میری فیملنگز تمہارے لئے ایک دوست سے بڑھ  
کے ہیں! یو آر مائی ایوری تھنگ! میں تمہارے  
بغیر رہنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔۔۔ مقابل  
لجے میں شہد سی مٹھاس لئے جذبات سے بھرپور

انداز میں بولا، ایشم کے گال سرخ ہوئے۔  
ہو ننوں پہ شرمیلی سی مسکراہٹ نے رقص کیا  
تھا۔

میں جانتی ہوں تم سب بہت اچھے ہو! لیکن مجھے  
ڈر لگتا ہے، میرے ادا سائیں کو تو میرا کالج میں  
دوستیں بنانا پسند نہیں ہے یہ تو پھر آن لائن فرینڈ



شپ ہے! بھی بھی مجھے عجیب ساڈپریشن ہوتا  
ہے، کاش ہم ایک دوسرے سے اتنا دور نہیں  
ہوتے، کاش تم میرے کزن ہوتے۔۔ ایشم  
حسرت سے بولتی دل کی باتیں زبان پہ لانے  
لگی۔

**Baby, don't worry!! I  
wanna see you right now  
my pretty lady, just send  
me your picture, I am  
...waiting**

مقابلہ لہجے میں پیار سمائے انگریزی میں فرمائش  
کرتا ایشم کو پہلے سے زیادہ شرمانے پہ مجبور کر رہا  
تھا۔ ایشم ابھی شرماتی رہی تھی جب اسے اچانک  
سے کسی کے بھاری قدموں کی چھاپ محسوس  
ہوئی۔

رکو کوئی آرہا ہے! میں انسٹا گرام لاگ آؤٹ کر  
رہی ہوں!۔۔ ایشم تیزی سے بول کے کال کاٹتی  
انسٹا گرام لاگ آؤٹ کر گئی۔

یزدان تیزی سے سیڑھیاں پھلانگتا ہوا نیچے  
لاؤنچ میں آیا تھا، رات کے نو بج رہے تھے،  
لاؤنچ خالی تھا، وہ خالی لاؤنچ دیکھتے تیز قدموں

سے اسکے کمرے کی طرف بڑھ گیا، غصے کی  
شدت اتنی تھی کہ وہ اسکے کمرے کے دروازے  
پر دستک دینا بھی بھول گیا تھا۔ یزدان کو جارحانہ  
انداز میں اپنے کمرے میں داخل ہوتے دیکھ کے  
ایشم نے جلدی سے اپنا فون نا محسوس انداز میں  
تکیے کے نیچے چھپایا تھا۔

یہ کیا طریقہ ہے! آپ کو دروازہ ناک۔۔۔ ایشم  
جو کب سے لیٹی ہوئی تھی، یزدان کی آمد پہ فوراً  
سے اٹھ کے بیٹھتی مزید بھڑکتی جب وہ ایک  
جست میں اسکے قریب آتا اسکا جبرہ اپنے ہاتھ کی  
مٹھی میں سختی سے دبوچ گیا۔ ایشم کی چلتی زبان  
کو بریک لگی تھی، وہ ہر اسماں نگاہوں سے یزدان

کی طرف دیکھنے لگی جس کا چہرہ اس وقت لال  
سرخ تھا، چمکتی سرمئی آنکھیں سرخی چھلک رہی  
تھیں، ماتھے پہ غصے سے پڑتی لکیریں واضح  
تھیں۔ اسے اتنے غصے میں دیکھ کے ایشم کے گلے  
میں گلٹی بھر کے معدوم ہوئی تھی، کہیں وہ اسکی  
کال والی باتیں سن تو نہیں چکا تھا؟ لیکن وہ تو اتنی

آہستگی سے بات کر رہی تھی کہ وہ باہر کھڑا ہو

کے کان لگا کے بھی نہ سن پاتا۔

یہ سب کیا ہے؟۔۔۔ یزدان اپنے دائیں ہاتھ

سے اسکے جبرے پہ گرفت مضبوط کرتا جبکہ

بائیں ہاتھ سے اپنا فون اسکے سامنے لہراتا شدید

غصے سے پھنکارا۔ اسکے موبائل میں اپنا ٹک ٹاک



اکاؤنٹ کھلا دیکھ کے ایشم لاشاری کی روح پرواز  
ہوئی تھی۔

کیا ہے یہ سب؟۔۔۔ اسکی خاموشی پہ یزدان نے  
دھاڑتے ہوئے اپنا سوال دہرایا، وہ ایک ایک کر  
کے اسکی ویڈیوز سکرال کرتا اپنا موبائل اسکی  
آنکھوں کے سامنے لہرا رہا تھا۔ ایشم نے موبائل

سے نگاہیں ہٹاتے زور زور سے دھڑکتے دل سے  
یزدان کی طرف دیکھا، وہ جانتی تھی یزدان کو  
ایسی اوچھی حرکتیں زہر لگتی ہیں۔

م۔ میری۔۔۔ دوستوں۔۔۔ نے۔۔۔ آئی۔۔  
ڈی۔۔ بنائی۔۔ تھی۔۔ وہ اسکی دھاڑ پہ سمجھتے  
ہوئے کھٹی کھٹی آواز میں بولی، اپنے جبرے پہ

یزدان کے مضبوط ہاتھوں کی سخت گرفت  
محسوس کرتے اس سے بولنا محال ہو رہا تھا۔  
یزدان ایک گھٹنہ اسکے بیڈ پہ رکھے اس پہ جھکا ہوا  
تھا، یزدان کی سانسوں کی گرم تپش ایشم کے  
چہرے کو جھلسا رہی تھی، یزدان کی غصے سے

پھولی گرم سائسیں اسکے گلابی ہونٹوں کو دہکانے  
لگیں۔

دوستوں نے آئی ڈی بنائی تھی، اوکے!! یہ آئی  
ڈی پر ایسویٹ ہوتی میں اس مدعے پہ کبھی بات  
نہ کرتا لیکن یہ آئی ڈی پبلک کیوں ہے؟؟ اس  
آئی ڈی پہ تمہارے ہاتھوں اور آنکھوں کی

ویڈیوز کیا کر رہی ہیں؟؟ کیا یہ سب بھی تمہاری  
دوستوں نے کیا ہے؟؟۔۔۔ وہ غصے کی شدت  
سے پاگل ہوتا کسی شیر کی طرح دھاڑا تھا، ایشم  
اسکے خوف سے لرزتی ہوئی اپنی آنکھیں زور سے  
میچ گئی۔

آنکھیں کھولو!! اور مجھے بتاؤ کس کی اجازت سے  
اپنی ویڈیوز آپلوڈ کی تھیں تم نے؟۔۔۔ اسے  
کبوتری کی مانند آنکھیں میچتے دیکھ کے یزدان اسکا  
جبرہ چھوڑ کے اسکی پچھلی گردن پہ اپنے ہاتھ کی  
گرفت مضبوط کر کے اسے اپنے نزدیک کرتا  
غیض و غضب کے عالم میں چیختے ہوئے استفسار

کرنے لگا، وہ دونوں ایک دوسرے کے بے حد  
قریب ہوئے تھے، صرف ہوا کے گزرنے کی  
جگہ بچی تھی، دونوں کی سانسیں ایک دوسرے  
کے چہرے پہ بکھر رہی تھیں۔

چھوڑیں مجھے!! یہ نازیبا ویڈیوز نہیں ہے جو آپ  
مجھ پہ یوں چلا رہے ہیں۔۔۔ ایشم اپنی پچھلی

گردن سے اسکا ہاتھ ہٹانے کی ناکام کوشش کرتی  
غصے سے بولی، اسے یزدان کا اپنے ساتھ یہ رویہ  
پسند نہیں آیا تھا۔

شٹ اپ! بکو اس بند کرو اپنی! نازیبا ویڈیوز  
نہیں ہیں لیکن کو منٹس نازیبا ہیں، یہاں ہر کوئی  
تمہاری آنکھوں اور ہاتھوں کی تعریفوں میں پل



باندھ رہا ہے، کیوں؟؟ کس حق سے؟؟۔۔۔۔۔  
یزدان دھاڑتا ہوا اسکی ویڈیو کے کو منٹس کھولتا  
اسے دیکھانے لگا۔

آپ اس وقت مجھ پہ چیخ رہے ہیں! چلا رہیں  
ہے! مجھے ٹچ کر رہے ہیں! کیوں؟؟ کس حق  
سے؟۔۔۔ ایشم نے اسکے سوال کا جواب دینے کی

بجائے اسی کی طرح غصے سے ہدیائی انداز میں  
چیننے سوال پوچھے۔ یزدان کو جہاں اسکی بلند ہوتی  
آواز پہ غصہ آیا تھا وہی پہ اسکے سوالات پہ اس نے  
قہر برساتی نگاہوں سے اسکے گلابی لبوں کی طرف  
دیکھا جو تر تر بو لتے جارہے تھے، بجائے اپنی

علطی ایکسیپٹ کرنے کے وہ اس سے بحث کر  
رہی تھی؟

شکر مناؤ ایشم لاشاری!!! میں اس وقت تم پہ کوئی  
حق نہیں رکھتا ورنہ وہ حال کرتا تم کچھ دن بولنے  
کے قابل نہ رہتی، تم بولنے کی کوشش کرتی  
لیکن تمہارے ان گلاب کی پتیوں سے ہونٹوں پہ

موجود زخمِ تم سے قوتِ گویائی چھین لیتے۔۔۔  
یزدان آنکھوں میں بھڑکتی چھنگاریاں لئے اسکے  
لبوں کی طرف دیکھتا اپنے ایک ایک لفظ پہ زور  
ڈال کے دبی دبی آواز میں شدت پسندی سے  
غرائشِ کو آنکھیں پھیلانے پہ مجبور کر گیا، وہ  
اتنی بچی نہیں تھی اسکی نگاہوں کا تعاقب اپنے

ہو نٹوں کی طرف دیکھ کر بھی اسکی زو معنی بات  
کا مطلب نہ سمجھ پاتی۔ ایشم نے تھوک نگلتے  
ہوئے اس سے فاصلہ بنانا چاہا لیکن ناکام ٹھہری  
کیونکہ اسکی پچھلی گردن پہ اسکے ہاتھ کی گرفت  
مضبوط ہو چکی تھی، وہ اسکی مضبوط ہوتی گرفت  
پہ بے ساختہ سسکی بھر گئی، اس نے اپنی چاکلیٹ

براؤن آنکھوں میں نمی لئے یزدان کی طرف  
دیکھا۔

تمہارے ان نینوں کو ساڑھے تین ملین لوگوں  
نے بڑے دھڑلے سے اپنا حق سمجھ کے دیکھا،  
کیا تمہیں شرم محسوس نہیں ہوئی؟ کیا تمہیں  
ایک منٹ کے لئے بھی محسوس نہیں ہوا تم نے

یہ ویڈیو اپلوڈ کر کے غلط کیا ہے؟ یہ آنکھیں جو  
پچھلے بتیس دنوں سے اپنے ادا سائیں کا سوگ منا  
رہی تھیں آج وہی آنکھیں اس بے ہودہ گانے پہ  
اپنی پلکوں کا رقص دیکھاتی شر مندہ کیوں نہیں  
ہوئی؟ کیا صرف اتنا سا افسوس تھا تمہیں اپنے ادا  
سائیں کے جانے کا؟ ابھی تو اسے مرے ہوئے

چالیس دن بھی پورے نہیں ہوئے اور تم نے یہ  
اوچھی حرکتیں شروع کر دی ہیں؟؟۔۔۔ اسے  
ہونٹوں پہ قفل لگائے دیکھ کے یزدان نے طیش  
کے عالم میں ایک کے بعد ایک سوال کیا، اسکے  
سوالات پہ ایشم کی آنکھوں سے آنسو پھسلتے  
ہوئے عارضوں پہ گرے، وہ کتنی آسانی سے



اسکے ادا سائیں کے سوگ کا موازنہ ان ویڈیوز  
سے کر چکا تھا جن میں سوائے اسکے ہاتھ یا  
آنکھوں کے کچھ بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔  
یہ ویڈیوز پرانی ہیں!۔۔۔ وہ بھگی آواز میں  
صرف اتنا ہی جواب دے پائی۔

باقی سب پرانی ہیں لیکن تمہاری آنکھوں والی  
ویڈیو بارہ گھنٹے پہلے اپلوڈ کی گئی ہے یعنی صبح کے  
وقت! مجھے پاگل بنانے کی بجائے میرے  
سوالات کے جواب دو۔۔۔ وہ اس کے آنسو نظر  
انداز کرتا حلق کے بل چلایا۔

یہ ویڈیو پرانی تھی! میری دوست نے صبح مذاق  
میں اپلوڈ کر دی۔۔۔ ایشم نے سہمتے ہوئے نگاہیں

جھکا کے جواب دیا۔

تمہاری دوستیں تمہیں جو بولیں گی وہ کر گزرو  
گی؟ تمہاری دوستیں تمہیں سوشل میڈیا پہ پورا  
چہرہ دیکھانے کو بولیں گی تو کیا اپنی خاندانی

روایات بھلا کے اپنا چہرہ ریویل کر دو گی؟ تمہاری  
دوستیں تمہیں سوشل میڈیا پہ ناچنے کو بولیں گی  
تو کیا باقی ٹک ٹاکرز کی طرح یہ کام بھی شروع کر  
دو گی؟ غاذان ادا یا بالاج ادا کو تمہاری ان حرکتوں  
کے بارے میں پتہ چلا تو قبر کھود دیں گے  
تمہاری۔۔۔ وہ اسے غصے سے بیڈ کراؤن کے

ساتھ لگانا اسکے ارد گرد اپنے دونوں ہاتھ جمائے  
ٹھنڈے برفیلے لہجے میں دھاڑا، اسکے مسلسل  
غصے سے دھاڑنے کے باعث ایشم کے وجود میں  
کیکپاہٹ ہوئی تھی، وہ غاذان اور بالاج کے ذکر  
پہ اپنا سانس روکتی یزدان کی طرف دیکھنے لگی،  
اگر یزدان نے ان دونوں کو اسکے ٹک ٹاک کے

اکاؤنٹ کا بتا دیا تو وہ اسے کتنا ڈانٹیں گے۔ سوچ  
کے ہی ایشم کے رونگھٹے کھڑے ہو رہے تھے، وہ  
دونوں اس سے جتنی محبت کرتے تھے اتنے ہی  
اپنے اصولوں کو لے کر سخت بھی تھے۔ وہ  
یزدان کو جواب دینے کی بجائے خاموشی سے بے  
آواز آنسو بہاتی رہی۔

ان کو منٹس کے بارے میں اپنی رائے پیش کرو  
جو تمہاری آنکھوں کی تعریفوں میں زمین آسمان  
ایک کر رہے ہیں۔ کیا غیر مردوں کی تعریفیں  
بہت اچھی لگتی ہیں تمہیں؟۔۔۔ وہ اسکی خاموشی  
پہ مزید بھڑکاتھا، اسے اسکا اچانک سے معصوم بن  
جانا مزید غصہ دلارہا تھا، ذکر لگتا تھا اسے لڑکیوں

کا غلطی کرنے کے بعد اسے ایکسپیٹ کرنے کی  
بجائے معصوم بن جانا۔

آپ بات بڑھا رہے ہیں!۔۔۔ وہ روتے ہوئے  
چلائی۔

او کے مان لیتا ہوں میں بات بڑھا رہا ہوں!  
تمہیں obviously مجھ سے زیادہ اپنے



فالوورز پیارے ہوں گے؟ تمہارے فالوورز تم  
سے کچھ فرمائشیں کر رہے ہیں! لو میں نہیں پڑھ  
رہا، خود پڑھوں اور مجھے بھی سناؤ!! شاباش۔۔  
یزدان نے استہزایا انداز میں مسکراتے ہوئے  
اس پہ طنز کے تیر چھوڑتے کچھ کو منٹس کھول  
کے اسکی آنکھوں کے سامنے کئے۔

"صرف آنکھیں ہی کیوں بے بی؟ نیچے سے بھی

دیکھاؤنا"

"فیس ریویل کب؟"

"ہونٹ بھی دیکھا دو، فری میں مزے ہو جائیں

گے"

"ایک رات کا کتنا لوگی؟"

"باڈی ریویل پلیز؟"

یزدان کے فون پہ اپنی ویڈیو کے نیچے یہ سب  
کو منٹس پڑھتے ایشم کا چہرہ اہانت کے احساس سے  
سرخ پڑا تھا۔ اس نے بلند آواز میں یہ کو منٹس  
پڑھنے کی بجائے صرف آنکھوں سے پڑھے  
تھے، اس نے ٹک ٹاک کے کو منٹس پہ کبھی اتنا

غور ہی نہیں کیا تھا، اگر پڑھتی بھی تھی تو اگنور کر  
دیتی تھی، وہ زیادہ تر وقت اپنی آن لائن  
دوستوں کے ساتھ گپ شپ میں گزارتی تھی،  
ایسے کو منٹس کبھی بکھار ہی اسکی نظروں سے  
گزرے تھے جنہیں اس نے کبھی بھاؤ نہیں ڈالا  
تھا۔

کیا کہنا چاہو گی؟ پلیز جلدی بولو، میں تمہارا  
جواب سننے کے لئے بے تاب ہو رہا ہوں!  
تمہاری ایک رات کی قیمت مانگی جا رہی ہے تم  
شرم سے زمین میں دفن کیوں نہیں ہو گئی ایسے  
کو منٹس پڑھ کے؟۔۔۔ یزدان اپنے دائیں ہاتھ کا  
مکا بنا کے اسکے بیڈ کراؤن پہ مارتا چلایا، یہ کو منٹس

اسکا دماغ مفلوج کر رہے تھے، یزدان کو اپنے  
بدن پہ چیونٹیاں رہینگتی ہوئی محسوس ہو رہی  
تھیں، یزدان کی کڑکڑاتی انگلیوں کا آواز اپنے  
کان کے اس قدر قریب سنتی ایشم لرزا ٹھی۔ وہ  
روتے ہوئے اپنے کانوں پہ ہاتھ رکھ گئی۔

لوگ تمہارے ہونٹ دیکھنے کے لئے بے تاب  
ہو رہے ہیں، ان کا کہنا ہے تمہاری آنکھیں اتنی  
خوبصورت ہیں تو ہونٹ کتنے گلابی ہوں گے؟ یہ  
حوس پرست لوگ تمہارا جسم دیکھنے کی ڈیمانڈ کر  
رہے ہیں کیونکہ تم نے انہیں شے دی ہے۔۔۔  
وہ اپنے ہاتھ میں پکڑا فون پوری قوت سے سامنی

دیوار پہ مارتا اسکے گلابی ہونٹوں پہ اپنا انگوٹھا بے  
دردی سے رگڑتے ہوئے غرایا۔ ایشم نے  
خوفزدہ ہوتے اسکا انگوٹھا اپنے ہونٹوں سے ہٹایا۔  
یزدان کا غصے سے سرخیاں چھلکتا چہرہ دیکھ کے  
اسکا دل کسی سوکھے پتے کی مانند لرز رہا تھا۔ وہ خود  
پہ جھکے یزدان کے سینے پہ دونوں ہاتھ جماتی



ہچکیوں سے روتے ہوئے فاصلہ قائم کر رہی  
تھی۔ اسے یوں بری طرح سے روتے دیکھ کے  
وہ اس سے کچھ فاصلے پہ ہوتا سرد سانس کھینچتے  
ہوئے اپنے چہرے پہ ہاتھ پھیرتا غصہ کم کرنے  
کی کوشش کرنے لگا۔

اپنا فون دو مجھے؟۔۔۔ یزدان نے اب کی دفعہ  
چیخنے کی بجائے سرد لہجے میں اس سے اسکا فون  
مانگا۔

ک۔ کی۔ کیوں؟۔۔۔ ایشم نے اسے اپنا فون  
دینے کی بجائے تھوک نگلتے ہوئے سوال کیا۔

میں نے کہا فون دو مجھے!۔۔۔ وہ اس کے سوال کا  
جواب دینے کی بجائے ایک ایک لفظ چباتے اپنا  
سوال دہرانے لگا۔

آپ شک کر رہے ہیں مجھ پہ؟۔۔۔ ایشم نے ابھی  
بھی اسے اپنا موبائل پکڑانے کی بجائے ہچکیوں  
سے روتے ہوئے سوال کیا، اس کے سوال میں شکوہ

محسوس کرتے یزدان نے اضطرابی کیفیت میں  
اپنی ہلکی گھنی بئیر ڈپہ ہاتھ پھیرا۔

اپنا ٹک ٹاک کا اکاؤنٹ پر ایسویٹ کروا بھی اور  
اسی وقت۔۔۔ اسے اپنے خوف سے بری طرح  
سے کپکپاتے دیکھ کے وہ سنجیدگی سے بولا۔ وہ  
ابھی تک اس کے سر پہ کھڑا تھا۔ ایشم نے اپنی

آنکھیں بے دردی سے رگڑتے اپنے تکیے کے  
نیچے سے موبائل نکال کے ٹک ٹاک اکاؤنٹ کی  
سیٹنگ اوپن کی تھی، وہ یزدان کی طرف دیکھے  
بغیر بچوں کی طرح ہچکیاں بھرتے ہوئے اپنا  
اکاؤنٹ پرائیویٹ کر رہی تھی، یزدان نے اس  
سے اسکا فون اس لیے نہیں چھینا تھا تا کہ وہ یہ نہ

سمجھے وہ اس پہ کسی اور لحاظ سے شک کر رہا ہے  
ورنہ جی تو کر رہا تھا اسکے فون کے ٹکڑے ٹکڑے  
کر دے۔

کر دیا۔۔۔ ایشم نے اپنا اکاؤنٹ پر ایسویٹ کرتے  
ہی سپاٹ لہجے میں یزدان کو بتایا، وہ آج یزدان

کے حد سے زیادہ غصے سے کافی ہرٹ ہوئی تھی  
لیکن دل میں اپنی غلطی ابھی تک نہیں مانی تھی۔  
جس دن یہ اکاؤنٹ دوبارہ پبلک ہوا، تمہارا اس  
روئے زمین پہ آخری دن ہو گا اور اپنی دوستیں  
چینج کر دو ورنہ جس دن میرے صبر کا پیمانہ لبریز  
ہوا تمہارا کالج بند کروا کے تمہیں خود پڑھاؤں گا،

اب تم خود ڈیسا سیڈ کر لو تمہیں اپنی دوستیں  
تبدیل کرنی ہیں یا میرے پاس حویلی میں پورا  
دن پڑھنا ہے۔۔۔ یزدان اپنے امڈا مڈ کے باہر  
آتے غصے پہ بے حد مشکل سے قابو پاتا سنجیدگی  
سے سر دلچے میں ایشم کو حکم دے رہا تھا جو دل  
میں اسے برا بھلا کہتی بظاہر نرم آنکھوں سے سر کو



خم دے گئی، اسکے پاس پڑھنے سے پہلے وہ مرنہ  
جاتی؟ ایشم نے کڑوے دل سے سوچا۔  
یہ تمہاری آخری وارننگ تھی ایشم! آئندہ ایسی  
کوئی بھی حرکت کرنے سے پہلے میری زبان  
لاشاری کو یاد ضرور کرنا! تم ابھی تک میرے  
غصے سے ٹھیک سے واقف نہیں ہو، جو میرے

غصے سے ٹھیک سے واقف تھا اور اسے ہینڈل کرنا  
جانتا تھا وہ آج اس دنیا میں نہیں ہے! تم نے ابھی  
تک میری دہشت کا صرف ٹریلر دیکھا ہے، میں  
پہلے ہی بہت الجھا ہوا ہوں جس دن میرے  
ساتھ ضرورت سے زیادہ چھیٹر چھاڑ کی گئی، باخدا  
میں حشر برپا کر دوں گا۔۔۔ یزدان اسکی چاکلیٹ

براؤن آنکھوں میں اپنی سرخی پھلتی آنکھیں  
گاڑتا کڑکتی آواز میں گویا ہوتے اسکا جواب سنے  
بغیر غصے سے اسکے کمرے سے نکل گیا لیکن  
جاتے جاتے زور سے دروازہ بند کرنا وہ نہیں  
بھولا تھا۔ اسکے جاتے ہی ایشم نے اپنے دوستوں کی

اسپیڈ سے دھڑکتے دل پہ ہاتھ رکھا تھا، اس کے لہجے  
کی مضبوطی اسے اندر تک خوفزدہ کر گئی تھی۔

---

تم کالج جا رہی ہو ایشی؟۔۔ ایشم کو بیگ اور پانی کی  
بوتل پکڑے سنجیدگی سے باہر کی طرف بڑھتے

دیکھ کے لاؤنچ کی ڈسٹنگ کرتی ماہ پارہ تیزی سے  
اسکے پاس آتی گر مجوشی سے بات کا آغاز کرنے  
لگی، وہ اس وقت کالج یونیفارم میں ملبوس ٹی پنک  
جیکٹ پہنے سر پہ پنک ہی سٹالر لئے ہوئے تھی۔  
ماہ پارہ کو اپنا راستہ روکتے دیکھ کے ایشم نے غصے  
سے اپنی آنکھیں میچ کے کھولیں۔

پہلی بات میرا نام "ایشم سالک لاشاری" ہے،  
دوسری بات میں کہیں بھی جاؤں تم مجھ سے  
سوال کرنے کا کوئی حق نہیں رکھتی، تیسری اور  
آخری بات مجھ سے بات کرنے سے گریز کیا کرو  
کیونکہ مجھے نفرت ہے تم سے اور تمہارے  
پورے خاندان سے !!!۔۔۔ ایشم اس کے قریب

آتی ایک ایک لفظ پہ زور ڈالتی نفرت سے بولی،  
اسکی پھنکارتی آواز پہ ماہ پارہ آنکھوں میں نمی لئے  
اس سے فاصلہ قائم کر گئی، ایشم کے الفاظ پہ اسکا  
دل کرچیوں میں تقسیم ہوا تھا، یزدان جو کب  
سے پورچ میں ایشم کا انتظار کر رہا تھا، ابھی کچھ دیر  
پہلے ہی ایشم کو بلانے کی غرض سے زنان خانے

میں داخل ہوا جب ایشم کے الفاظ اسکے کان سے  
ٹکرائے۔ وہ ان دونوں کی گفتگو سننے کے لئے  
دروازے پہ ہی رک گیا تھا۔

راستہ چھوڑو میرا!۔۔۔ ماہ پارہ کو بے یقینی سے  
اپنی طرف دیکھتا پا کے ایشم جھنجھلا کے بولتی اپنی



انگلی کے اشارے سے اسے اپنے سامنے سے  
ہٹانے لگی۔

میں نے تمہارا ناشتہ ڈائینگ روم میں رکھا ہے۔  
ماہ پارہ اپنی بھگی آواز پہ قابو پاتی معصومیت سے  
بولی، اسے شاہ جہاں بیگم نے تاکید کی تھی ایشم کو  
ناشتہ کروائے بغیر کالج نہ جانے دے۔

اس میں تھوڑا سا زہر ملا کے خود کھا لو اور ہماری  
جان چھوڑو!۔۔۔ ایشم غم و غصے سے چیخ اٹھی،  
اپنے ادا سائیں کی لاش یاد کرتے چاکلیٹ براؤن  
آنکھیں بھیگ اٹھیں۔

ایشم!!!۔۔۔ اسکی بلند آواز پہ دروازے پہ  
کھڑے یزدان نے اسے سختی سے ٹوکا۔ ایشم نے

اپنی آنکھیں بے دردی سے رگڑتے ہوئے ماہ  
پارہ سے نظریں ہٹا کے بے تاثر انداز میں یزدان  
کی طرف دیکھا۔ ماہ پارہ اسکا راستہ چھوڑ چکی تھی،  
وہ ان دونوں کی طرف مزید ایک بھی نظر ڈالے  
بغیر اپنے آنسو روکتی کچن میں چلی گئی۔

جانتی ہوں یہاں بھی میرا قصور نکالیں گے  
آپ؟ کتنا ہی اچھا ہوتا میں بھی وری ادا کی طرح  
ٹائم سے مرجاتی!!۔۔ یزدان کو سخت نگاہوں  
سے اپنی طرف دیکھتا پا کے ایشم بے آواز روتی  
افیت سے بولتے ہوئے باہر کی طرف بڑھ گئی،  
اسکے تکلیف سے بولے کئے جملے پہ یزدان کا دل

بری طرح سے دھڑکا، وہ اپنے چھوٹے سے جملے  
سے اسکا دل چیر گئی تھی، وہ وریام کے بعد کسی کی  
جدائی برداشت نہیں کر سکتا تھا، یہ اس کے لئے  
موت کے مترادف تھا۔

وہ اسے نظر انداز کرتی اسکی بائیں سائیڈ سے باہر  
کی طرف نکلنے والی تھی جب یزدان اسکی کلائی پکڑ

کے اسے اپنی طرف کھینچتا نرمی سے اسکی بھیگی  
آنکھیں اپنے ہاتھ کی پوروں سے صاف کر گیا، وہ  
شاید رات کو ضرورت سے زیادہ روئی تھی  
کیونکہ یزدان نے اس پہ اپنا اچھا خاصا غصہ نکالا  
تھا اسی لئے تو اسکی آنکھیں سو جھ کے مزید موٹی  
دکھ رہی تھیں۔ یزدان کی اس حرکت پہ ایشم نے

چونک کے اسکی طرف دیکھا، وہ رات میں غصے  
سے چلا رہا تھا، اسکا جبرہ اپنے ہاتھ میں دبوج رہا  
تھا، اور اب اتنی ہی نرمی سے اسکے آنسو صاف کر  
رہا تھا۔

تمہیں کل رات کے لئے سوری کہہ دینا  
چاہیے؟۔ ایشم کو اپنی طرف دیکھتا پا کے وہ ذرا

ساا سکی طرف جھک کے آئبر واچکاتا ہلے پھلے  
لہجے میں بولا، اسکا غصہ صبح تک ختم نہیں ہوا تھا  
لیکن اسکا ایک منٹ پہلے بولا گیا ایک جملہ اسکا  
غصہ جاگ کی مانند بیٹھا گیا تھا، ایشم جو اس سے  
سوری ایکسپیکٹ کر رہی تھی اسکی فرمائش پہ غصے  
سے اسکا ہاتھ اپنی آنکھوں سے دور کرتی پیرہنتے



ہوئے باہر کی طرف بڑھ گئی، یہ ہمت اسکے نرم  
لہجے کے باعث آئی تھی، یزدان کو اسکا ہاتھ جھٹکنا  
برا لگتا تھا لیکن چونکہ وہ ابھی تک اس پہ کوئی حق  
نہیں رکھتا تھا اسی لئے اپنا غصہ پیتے ہاتھ کو جینز کی  
جیب میں ڈالتا اسکے پیچھے قدم بڑھانے لگا۔

تمہیں ناشتہ کر لینا چاہیے تھا، ضروری نہیں ہے  
تم بھی باقیوں والا رویہ اپناؤ، تم پہ اتنی روڈ نیس  
سوٹ نہیں کرتی۔۔ یزدان نے گاڑی ان لاک  
کرتے ہوئے اسے اس کے ماہ پارہ کے ساتھ روڈ  
رویے کا احساس دلانا چاہا۔

مجھے بھوک نہیں تھی۔۔ وہ بے تاثر لہجے میں  
بولتی گاڑی کا پچھلا دروازہ کھولتے اندر بیٹھ گئی،  
اسکے لہجے میں اجنبیت اور چہرے پہ موجود  
ناراضی نے یزدان کو بے چین کیا تھا لیکن اگر وہ  
آج اس سے سوری کر لیتا تو وہ کل کو ہر الٹا کام  
کرنے کے بعد خود معذرت کرنے کی بجائے

اس سے معافی منگوائی، یزدان یہی سب سوچتا  
سنجیدگی سے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال گیا، وہ پہلے  
ہی غاذان اور بالاج کے لاف پیار کی وجہ سے بہت  
بگڑی ہوئی تھی، وہ اسے مزید بگاڑنا نہیں چاہتا  
تھا۔ کالج پہنچنے تک وہ ضدی لڑکی اسکی طرف  
سے منہ موڑے ونڈو کی طرف دیکھتی رہی

نھی، پہلے بھی وہ کونسا اس سے باتیں کرتی تھی؟  
لیکن اس کے چہرے پہ اتنی ناراضگی اور بیزاری  
نہیں ہوتی تھی جتنی آج رقم تھی۔

---

---

ہم کب تک یوں چھپے رہیں گے آحد؟ مجھے اس  
تنہائی سے وحشت ہونے لگی ہے، میرا دل گھبراتا  
ہے یہاں! مجھے اماں سائیں اور بابا سائیں کی بہت  
یاد آتی ہے، میں نے ان کا سر پورے گاؤں کے  
سامنے جھکا دیا ہے، لوگ نجانے انہیں کس طرح  
کی باتیں کرتے ہوں گے۔۔ حیات آنکھوں میں

آنسو لئے کم صم بیٹھے آحد سے مخاطب ہوئی، وہ  
دونوں گاؤں سے بھاگتے ہی نکاح کر چکے تھے  
لیکن نکاح کرنے کے بعد بھی دونوں کو سکون  
نصیب نہیں ہوا تھا، وہ دونوں پورا پورا دن  
خاموشی سے گزار دیتے تھے، پیسے تو تھے لیکن  
کھانے کو کچھ دل نہیں کرتا تھا، آحد گاؤں سے

بھاگتے ہوئے ریس سے جیتے پیسے اپنے ساتھ لے  
کر آیا تھا۔ زندگی جیسے بیکار سی محسوس ہونے لگی  
تھی۔ تینتیس دن ہونے کو آئے تھے لیکن  
دونوں کو وریام کا خون و خون ہو کے زمین پہ  
ڈھے جانا آج تک نہیں بھولتا تھا۔ ایک جوان  
موت اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھنا کوئی عام



بات نہیں تھی۔ ان دونوں کو پوری پوری رات  
نیند نہیں آتی تھی، آحد کا ضمیر اسے کچو کے لگاتا  
تھا، نہ وہ پیسوں کے لالچ میں پڑتا نہ اسکی وریام  
سے دشمنی ہوتی اور نہ بات آج یہاں پہ پہنچتی۔  
اگر ہم گاؤں واپس چلے گئے تو پہلی فرصت میں  
ہمیں مار دیا جائے گا، میری ماں میری لاش دیکھتے

ہی اللہ کو پیاری ہو جائے گی۔ سوچوں میں کم  
آحد بے تاثر انداز میں بولا۔ وہ دونوں اس وقت  
چھوٹے سے گھر میں قیام پذیر تھے جو صرف دو  
کمروں، ایک کچن، اور چھوٹے سے لاؤنج پہ  
مشتمل تھا۔

میں نے تمہیں کتنا منع کیا تھا آحد کہ مت ابھو  
اس کے ساتھ! اگر تم اس وقت میری بات سن  
لیتے تو آج ہم اس حال میں نہ ہوتے!!۔۔۔  
حیات اپنے چہرے پہ دونوں ہاتھ رکھتی روتے  
ہوئے بولی، وہ آج کتنے دنوں بعد بول رہی تھی،  
ورنہ تو دونوں کو اتنے ہفتوں سے جیسے سانپ

سو نگھا ہوا تھا، ایک دوسرے سے بات کرنے کا  
بھی دل نہیں کرتا تھا۔

وہ تمہارے متعلق جو بکواس کر رہا تھا وہ میری  
برداشت سے باہر تھی! اسکی جیسی حرکتیں تھیں  
اسے کسی نہ کسی کے ہاتھوں تو مرنا تھا! میرے  
ہاتھوں مر گیا تو کیا ہوا؟ مجھے اسے مار کے کوئی

افسوس نہیں ہے، میں بے غیرت نہیں تھا جو  
اسکے منہ سے اپنی محبت کے متعلق اتنی نازیبا  
بکواس برداشت کر جاتا!۔۔۔ آحد غصے سے  
پھٹ پڑا تھا، وہ کم از کم اس وقت حیات کی مکمل  
سپورٹ چاہتا تھا کیونکہ وہ پہلے ہی مینٹلی  
ڈسٹرب تھا۔

یہ غیرت کی باتیں میرے سامنے مت کرو  
آحد! بھولو مت ہمارے بھاگنے کے بعد ماہ پارہ کو  
ونی کر دیا گیا ہوگا! وہ کیا سوچتی ہو گی میرے  
بارے میں کہ میں اتنی خود غرض ہوں؟ اسکا  
بھائی اس سے چھین کے بھاگ گئی؟۔۔۔ حیات  
اپنے اندر اٹھتے غبار کو مزید دبانہ پائی اسی لئے

سک کے پیچھے ہوئی بری طرح سے رونے لگی،  
بہن کے ذکر پہ آحد کی لائٹ گرین آنکھیں نم  
ہوئی تھیں۔ اسکی اور ماہ پارہ کی آنکھوں کے  
رنگ میں بالکل تھوڑا سا فرق تھا۔ اسکی آنکھیں  
لائٹ گرین تھیں اور ماہ پارہ کی ایش گرین جبکہ

حیات صاف رنگت کی مالک معمولی سا حسن  
رکھتی تھی۔

مجھے تمہاری ضرورت ہے حیات! میرے ساتھ  
اتنی بے رخی مت برتو، سارا قصور میرا نہیں تھا،  
میں نے اپنی زندگی میں بہت محرومیاں دیکھی  
ہیں، میں پیسے کے لالچ میں اندھا ہو گیا تھا، پیسہ



مل گیا تو محبت میں اتنا اندھا ہو گیا کہ یہ بھی نہ  
سوچا غریبوں کو امیروں کے سامنے غیرت  
دیکھانا ہمیشہ بھاری پڑتا ہے۔ مجھ سے اس کے  
الفاظ برداشت نہیں ہوئے تھے۔ آحد بے بسی  
سے بولا۔

تم میں اور اس میں فرق اس وقت ہوتا آہا اگر تم  
اسکی بہن پہ بات نہ کرتے! آخر میں تم نے بھی  
اس کی بہن کو بیچ میں لا کے حساب برابر کیا تھا،  
ایک منگیتر پہ اتر آیا اور دوسرا بہن پہ! سچ پوچھو تو  
اس وقت مجھے تم میں اور وریام سائیں میں کوئی  
فرق نظر نہیں آیا تھا!۔۔۔ حیات اپنے آنسو رگڑ

کے صاف کرتی سپاٹ لہجے میں بولی، یہ بات  
اسکے دل میں کافی وقت سے تھی لیکن وہ زبان پہ  
نہیں لا پار ہی تھی۔

وہ ایکشن کار ایکشن تھا حیات، میں کسی کی عزت  
پہ گندی نظر رکھنے سے پہلے مرنہ جاؤں؟ اس  
وقت مجھے اس نے یہ الفاظ بولنے پہ مجبور کیا

تھا!۔۔۔ آحد غصے سے چیخ اٹھا۔ اسے شاید حیات  
کا خود کو یوں آئینہ دیکھنا اچھا نہیں لگا تھا، اسکے  
یوں چیخنے پہ حیات سہم کے ایک دم سے خاموش  
ہو گئی۔

کہاں جا رہی ہو؟۔۔۔ اسے سنجیدگی سے بیڈ  
سے اٹھتے دیکھ کے آحد نے اپنا لہجہ نرم بناتے

ہوئے پوچھا۔

کھانا گرم کرنے۔۔۔ وہ سپاٹ انداز میں بولتی  
وہاں سے نکلنے والی تھی جب آحد نے اسکی کلائی  
پکڑتے اسے واپس سے بیڈ پہ گراتے اپنے  
قریب کیا، اس نے جھک کے پیار سے حیات کی  
سیاہ آنکھوں پہ ہونٹ رکھے تھے۔

تم نے مجھے کہا تھا تم مجھے اس ظالم دنیا سے بچا کے  
اپنے سینے میں چھپا لو گے آحد، اگر مجھے معلوم  
ہوتا تم مجھے یوں چھپاؤ گے کہ میں اور تم کبھی اپنے  
ماں باپ سے مل نہیں پائیں گے تو شاید میں ہم  
دونوں کی محبت کی تکمیل کی دعائیں مانگنا چھوڑ  
دیتی، مجھے نہیں پتہ تھا محبت کو حاصل کرنا کتنا سہولتوں

پہ سفر کرنے کے مترادف ہے!۔۔۔ اسکا محبت  
بھرا لمس اپنی آنکھوں پہ محسوس کرتی حیات  
روتے ہوئے ہچکیوں کے درمیان بولی۔  
شش!! رومت، یہ ایک آزمائش ہے، تم پلیز  
مجھے تلخ حقیقت سے آگاہ کرنے کی بجائے میرا  
ساتھ دو، کبھی کبھی حقیقت کا سامنا کرنا حد سے

زیادہ مشکل ہوتا ہے حیات۔۔ اسے یوں روتے  
دیکھ کے آحد محبت اور بے بسی کے ملے جلے  
تاثرات سے بولا، اسے بے بس اور پریشان  
ہوتے دیکھ کے حیات اپنے آنسو اندر کی طرف  
اتارتی کچھ دیر خالی خالی نگاہوں سے اسکی طرف  
دیکھتی رہی پھر اثبات میں سر ہلا گئی، وہ اسکی



محبت تھا، اسکی التجائیں کیسے رد کر سکتی تھی؟ اسکے  
ہاں میں سر ہلانے پہ آحد نے جھکتے ہوئے شدت  
سے اسکی نازک گلاب کی پنکھڑیوں کو اپنے عنابی  
ہو ننٹوں میں جکڑ لیا۔ ان کا نکاح مہینہ پہلے ہی ہو  
چکا تھا لیکن آحد نے آج پہلی دفعہ اسکے ہو ننٹوں  
کو چھوا تھا، یہ ان دونوں کے ہو ننٹوں کا پہلا ملاپ

تھا، حیات سرخ پڑتی رونا بھول کے سٹپٹاتے  
ہوئے اسکی سفید قمیض کا کالر اپنی مٹھیوں میں  
جکڑ گئی۔ آحد کا دل اضطرابی کیفیت کا شکار تھا  
لیکن وہ حیات کو مزید ذہنی ٹینشن کا شکار نہیں  
کرنا چاہتا تھا، یہ سب جو بھی ہوا تھا اس میں  
حیات کی کوئی غلطی نہیں تھی، آحد اسکا دھیان

بٹانا چاہتا تھا۔ حیات کو سرخ پڑتے دیکھ کے آحد  
کے لمس میں مزید شدت آئی تھی، وہ اس کی  
سانسیں بھرپور شدت سے چراتا سکی گردن پہ  
نرمی سے اپنی انگلیاں پھیرنے لگا۔ حیات کی  
سانسیں اکھڑ رہی تھیں، وہ اپنا سردائیں بائیں  
ہلاتی اس سے اپنے لب آزاد کروانے کی تگ و دو

کرنے لگی لیکن وہ بجائے ان ہونٹوں کو آزاد  
کرنے کے ان گلاب کی پتیوں کا رس بھرپور  
شدت سے نچوڑنے لگا، وہ اس کے اوپر آچکا تھا،  
حیات کے نشیب و فراز میں ہلچل مچی تھی، اس کا  
نازک بدن آحد کے مضبوط وجود کے نیچے دب  
رہا تھا۔ وہ آحد کا کالر جھنجھوٹی اسے ہوش دلانے

لگی، آحد کی انگلیوں نے گردن سے دھڑکنوں  
تک کا سفر کچھ ہی سیکنڈز میں تہہ کر لیا تھا، حیات  
کے پورے بدن میں سپارک ہوا تھا، وہ اس کے نیچے  
جھپٹائی، اسے بن آب مچھلی کی طرح مچلتے دیکھ  
کے آحد اس کے لبوں کو آزادی بخشا اسکی گردن پہ  
جھک گیا۔

آحد۔۔۔۔۔ حیات پھولی سانسوں کے درمیان  
سسکتی ہوئی اسے روکنے لگی، اس نے آج پہلی  
دفعہ آحد کا یہ بے باک انداز جھیلا تھا۔ آحد اسکی  
پکار پہ کان دھرے بغیر اسکی گردن پہ اپنی  
شدتیں نچھاوڑ کرنے لگا۔

(اداسائیں! میرا دل نہیں مانتا آپ یہ مقابلہ  
کریں۔ وہ بڑے لوگ ہیں! آپ یہ چھوڑ دیں۔  
پیسے کا لالچ اچھا نہیں ہوتا)۔۔۔ احدا سکی گردن  
پہ نرمی سے اپنے لبوں کا لمس نچھاوڑ کر رہا تھا جب  
معصوم سی ماہ پارہ کی التجاء کانوں میں گونجی، آحد  
نے بمشکل اپنے آنسوؤں کو آنکھوں سے بہنے

سے روکا تھا، وہ بے تاب ہوتے زور سے حیات  
کی گردن پہ اپنے دانت گاڑتا اسکے بالوں میں  
اپنے ہاتھ الجھا گیا، حیات نے آہہ بھرتے اسکے  
شانے تھام لئے۔

آ۔۔ آحد۔۔ حیات نے شرم و حیا سے لال  
سرخ پڑتے اسے لڑکھڑاتے لہجے میں پکارا، آحد



اسکی گردن سے اپنے دانت ہٹا کے اپنا چہرہ اسکے  
مقابل کرتا نرمی سے اسکی چھوٹی سی ناک میں  
پہنی لونگ پہ اپنے ہونٹ رکھ گیا۔  
جاؤ کھانا گرم کرو ورنہ میں تمہیں کھا جاؤں  
گا!۔۔۔ وہ اسکے سٹیٹاتے تاثرات پہ غور کرتا  
ہو ننٹوں پہ مسکراہٹ سجائے گھمبیر آواز میں بولتا

اس پر سے ہٹ گیا، حیات اسے کوئی بھی جواب  
دیئے بغیر اپنی جان بخشی پہ دل میں اللہ کا شکر ادا  
کرتی دوپٹا اٹھا کے خود پہ اوڑھتے شرماتے ہوئے  
کمرے سے نکل گئی۔

(مجھے معاف کر دینا گڑیا! میرے ہاتھ پیرماں کی  
قسم نے باندھ رکھے ہیں!)۔۔۔ حیات کے

جانے کے بعد آحد تکیے پہ اوندھے منہ گرتا دل  
ہی دل میں ماہ پارہ سے مخاطب ہوا، اسکی بائیں  
آنکھ سے نکلا آنسو تکیے میں جذب ہو گیا۔

---

تشنگی یار۔۔۔ قسط 16

از قلم۔۔۔ علیشہ خان

کم آن رک کیوں کئے؟۔۔۔ فنشنگ لائن تک

پہنچتے بالاچ لاشاری نے آئیر واچکاتے ہوئے

یزدان سے چونک کے سوال کیا جو اس لائن کو

کر اس کرنے کی بجائے اپنے بادشاہ کو کافی قدم  
پیچھے روک چکا تھا۔

میرے بادشاہ کو اسکی چاندنی سے ہارنے کی عادت  
ہے ادا سائیں! وہ کہتا تھا جب تک میں زندہ ہوں  
میری "چاندنی" تیرے "بادشاہ" سے کبھی نہیں  
ہار سکتی، اگر ہمیشہ کی طرح آج رات پھر میرے

خواب میں آکر مجھے تنگ کرے گا تو میں اسے  
ضرور بتاؤں گا تیرے جانے کے بعد بھی تیری  
چاندنی میرے بادشاہ سے کبھی نہیں ہار سکتی، وہ کہتا  
تھا دانی تو مجھ سے صرف میرے مرنے کے بعد  
ہی جیت سکتا تھا، اسے کیا معلوم میں اس سے کبھی  
جیتنا ہی نہیں چاہتا تھا، مجھے اس سے ہار جانا پسند تھا

کیونکہ مجھے اپنی جیت سے زیادہ اس کے چہرے کی  
خوشی عزیز تھی!۔۔۔ بالاچ کو فنشنگ لائن کر اس  
کرتے دیکھ کے اس سے کافی قدم دور اپنے بادشاہ  
کی پشت پہ بیٹھایزدان ادا سی سے اسے وجہ بتانے  
لگا، بالاچ اس وقت وریام کی چاندنی پہ تھا جبکہ  
یزدان ہمیشہ کی طرح اپنے بادشاہ کی پشت پہ۔۔۔

یزدان کے جواب پہ بالاچ نے گہری سانس  
بھرتے ہوئے اداس سی مسکراہٹ لبوں پہ سجائے  
واپس سے چاندنی کا رخ موڑا تھا۔

کیا وہ ہر روز تمہارے خوابوں میں آتا ہے؟۔۔۔  
بالاچ نے چاندنی کو یزدان کے بادشاہ کے برابر  
لاتے آسودہ سی مسکراہٹ سے سوال کیا۔



ہمم! روز رات کو میرے خوابوں میں مجھے تنگ  
کرتا ہے اور جب میں بدلہ لینے لگتا ہوں تو غائب ہو  
جاتا ہے، لوگوں کی نیندیں ان کی محبت اڑاتی ہیں  
اور میری نیندیں اس سالے نے حرام کر رکھی  
ہیں۔۔۔ یزدان اپنے سر پہ بندھا اور پام کالائٹ بلیو  
رومال درست کرتا سر جھٹکتے بظاہر خفگی سے بول

رہا تھا جبکہ دل اسکی غیر موجودگی پہ ہمیشہ کی طرح  
خون کے آنسو رو رہا تھا۔ لفظ "محبت" پہ بالاج  
لاشاری نے اپنا نچلا لب اتنی زور سے دانتوں تلے  
دبایا تھا کہ اسے خون کا ذائقہ اپنے منہ میں گھلتا  
محسوس ہوا تھا، سیاہ ہیل کی ٹک ٹک کی آواز کانوں

میں گو جی بھی جو اسے راتوں کو سونے نہیں دیتی  
تھی۔

کیا تمہیں کبھی کسی لڑکی سے محبت ہوئی ہے  
یزدان؟۔۔ بالاج نے چاندنی کے سفید بالوں میں  
نرمی سے ہاتھ پھیرتے یزدان سے سوال کیا  
حالانکہ جواب وہ جانتا تھا۔ بالاج کے غیر متوقع

سوال پہ یزدان کو اچانک سے کھالسی کا دوڑا پڑا تھا،  
وہ چونک کے بالاج کی طرف دیکھنے لگا جو اسے  
سوالیہ نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ اسکے یوں کھانسنے  
پہ بالاج مسکرا ہٹ دبانے لگا۔

کیا آپ کو ہوئی ہے؟۔۔۔ یزدان نے جواب دینے  
کی بجائے الٹا اسی سے سوال کر ڈالا۔

پتا نہیں! لیکن اس کی پہلی جھلک مجھے سونے نہیں  
دیتی۔۔۔ بالاچ سرد سانس کھینچتے کھوئے کھوئے  
لہجے میں بولا، یزدان نے اس کے چہرے کے پڑمردہ  
تاثرات بغور نوٹ کئے تھے۔

**Oh! Love at first Sight?**

یزدان نے ہونٹ سکوڑتے ہوئے دائیاں آئیںبرو

اچکا کے اسے چھیڑا۔

پتا نہیں۔۔۔ بالاج لاشاری شاید اس سچ کو

ایکسیپٹ نہیں کرنا چاہتا تھا اسی لئے کندھے اچکا

کے جواب دیتا چاندنی کی اسپید بڑھا گیا۔

میں نہیں مانتا کہ انسان محبت کا شکار ہو اور اسے  
بھنک بھی نہ پڑے۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ وہ اس  
حقیقت کو تسلیم کرنے سے کترار ہا ہو، مگر میرے  
نزدیک محبت کا سچائی سے آشنا ہونا ہی زندگی کی  
اصل خوبصورتی ہے کیونکہ جب محبت لا حاصل  
بن جائے تو وہ عشق کی بھول بھلیاں میں کھو جاتی

ہے، اور یہی عشق انسان کی روح کی گہرائیوں میں  
کرب بھر دیتا ہے۔ یہ ایک عجیب و غریب کیفیت  
ہے! عشق کی شدت دل کے ہر گوشے کو چھو کے  
انسان کو اسکی کمزوریوں کا احساس دلاتی ہے اسی  
لئے میرا ماننا ہے اگر ہمیں محبت ہو گئی ہے تو اسے  
جھٹلانے کی بجائے حاصل کر لینا چاہیے ورنہ اگر یہ



لا حاصل عشق بن جائے تو انسان خالی ہاتھ رہ جاتا  
ہے، اور سوائے پچھتاوے کے کچھ باقی نہیں  
رہتا۔۔۔ یزدان نے اپنا بادشاہ اسکی برابری پہ  
لاتے آواز کو گھمبیر بناتے ہوئے بالاج لاشاری کو  
اتنے گہرے الفاظ میں جواب دیتے حیران کیا تھا،

بالاچ کچھ پل کے لئے اسکے الفاظ کی گہرائی میں کھو  
گیا تھا۔

کم آن یزدان! تم مجھے اس وقت "میر تقی میر"  
کے شاگرد لگ رہے ہو، یہ صرف فلسفیانہ باتیں  
ہیں، مجھے نہیں لگتا اصل میں لا حاصل محبت عشق  
کی صورت اختیار کرتی ہے ایون مجھے تو یہ بھی

نہیں لگتا کہ محبت واقعی ہی ایگزیزسٹ کرتی ہے،  
ہاں ایٹرکشن یا ایٹچمنٹ پہ میں ویلیو کر سکتا  
ہوں۔۔۔ بالاج اس کے گہرے الفاظ کا مطلب سمجھنے  
کی کوشش کئے بغیر سر جھٹکتے ہوئے لاپرواہی سے  
بولا۔

اور ایچمنٹ کیا ہوتی ہے؟۔۔۔ یزدان نے اسکا پورا  
جواب سننے کے بعد مدھم مدھم سی مسکراہٹ ہونٹوں  
پہ سجا کے سوال کیا۔

امم! جو ہمیں وریام سے تھی، ہے اور ہمیشہ رہے  
گی۔۔۔ بالاج نے اپنے گہرے بھورے بالوں  
میں ہاتھ پھیرتے فٹ سے جواب دیا۔

اس کا مطلب آپ کووریام سے محبت نہیں صرف  
ایٹچمنٹ تھی؟۔۔۔ یزدان نے دھیرے دھیرے  
بادشاہ کو آگے بڑھاتے اگلا سوال داغا۔  
مجھے اس سے بے پناہ محبت ہے شاید تم سے بھی  
زیادہ۔۔۔ بالاچ نے اس کے سوال کی نفی کرتے

محبت سے والہانہ انداز میں جواب دیا۔ یزدان  
بجائے برا منانے کے ہنس دیا۔  
ہنسے کیوں؟۔۔۔ اس کے ہنسنے پہ بالاج نے خفگی سے  
سوال کیا۔

ابھی تو آپ بول رہے تھے محبت ایگزسٹ نہیں  
کرتی!۔۔ یزدان خوبصورتی سے ہنستے ہوئے

جواب دیتا ایک دم سے بادشاہ کی سپیڈ بڑھا گیا۔

بالاچ لا جواب ہوا تھا۔

او تو وہ اسے اپنے جملوں میں صرف اس لئے الجھا  
رہا تھا تا کہ اس بات کا احساس دلا سکے محبت واقعی  
ہی ایگزسٹ کرتی ہے۔ بالاچ نے مسکرا کے  
ٹھنڈی آہ بھرتے اسکی چوڑی پشت کو گھورا تھا جو

نجانے محبت کی کتنی منزلیں طے کر چکا تھا؟ یا شاید  
عشق کی!

(واٹ ایور! محبت ایگزسٹ کرے یا نہ کرے میرا  
پہلا مین فوکس صرف وجہ قتل ہے!۔۔ بالاج  
لاشاری دل میں سوچتا لاہر واہی سے سر جھٹک گیا)



---

تین دن بعد:

آ جاؤ۔۔۔ ماہ پارہ کو دروازے پہ دستک دیتے دیکھ  
کے شاہ جہاں بیگم نے سنجیدگی سے اسے کمرے  
میں آنے کی اجازت دی۔ وہ کھانے کے برتن

اٹھانے آئی تھی کیونکہ آج شاہ جہاں بیگم نے  
رات کا کھانا اپنے کمرے میں ہی کھایا تھا۔  
جاتے وقت کمرے کی لائٹس بند کر جانا۔ شاہ  
جہاں بیگم آرام کرنے کی غرض سے لیٹتی ہوئی  
بے تاثر انداز میں ماہ پارہ سے مخاطب ہوئی۔ برتن  
اٹھاتی ماہ پارہ نے ان کے چہرے پہ تکان بخوبی نوٹ

کی تھی، ان کی آنکھیں ہمیشہ سرخ اور سو جھی  
ہوئی رہتی تھیں، جو ان بیٹے کی موت نے انہیں  
کافی غم دیا تھا، ان کے بے جا حکم یا ڈیوٹی پہ ڈیوٹی  
سو پنا ماہ پارہ کو کبھی برا نہیں لگاتا تھا، بلکہ اسے ان کی  
سو گوار حالت پہ رحم آتا تھا۔

کیا میں آپکے پیر و بادوں؟۔ انہیں اپنی سوچوں  
میں گم دیکھ کے ماہ پارہ بیڈ سے برتن اٹھا کے سائیڈ  
ٹیبیل پہ رکھتی معصومیت سے بولی، شاہ جہاں بیگم  
نے چونکتے ہوئے اسکی طرف دیکھا پھر اسکے  
معصومیت سے لبریز چہرے سے نگاہیں ہٹاتی ہاں  
میں سر ہلا گئی۔ ان کے اجازت دینے پہ ماہ پارہ بیڈ

پہ جگہ بناتی ان کے پیروں کے قریب بیٹھ گئی۔  
اس نے ایک کشن پکڑ کے احتیاط سے ان کے  
پیروں کے نیچے رکھا اور انہیں اپنے نرم گرم  
ہاتھوں سے دبانے لگی۔ شاہ جہاں بیگم بظاہر اپنی  
آنکھوں پہ کہنی رکھے ہوئے تھیں لیکن وہ اسکی  
آنکھوں میں چمکتے آنسو با آسانی دیکھ سکتی تھیں، وہ

بنا کسی غرض کے ان کے پیروں دبار ہی تھی جیسے  
ایشم نے کبھی نہیں دبائے تھے۔ اس کے انداز میں  
ایک احترام ایک لگن تھی۔ وہ کافی دیر تک ان کے  
پیر دباتی رہی تھی، شاہ جہاں بیگم کو شاید ہی کبھی  
کسی ملازمہ سے پیروں کی مالش کروا کے اتنا سکون  
ملا ہو جتنا آج ماہ پارہ نے انہیں سکون دیا تھا۔

کھانا کھا لیا تم نے؟۔۔ شاہ جہاں بیگم نے تقریباً  
بیس منٹ بعد اپنی آنکھوں سے کہنی ہٹاتے بے  
تاثر انداز میں ماہ پارہ سے سوال کیا۔ ماہ پارہ جو  
مصرف انداز میں ان کے پیر و بار ہی تھی ان کے  
سوال پہ چونک کے ان کی طرف دیکھا۔

السلام علیکم اماں سائیں!!!۔۔۔ ابھی ماہ پارہ کوئی  
جواب دیتی جب غاذان کی آواز اسکے کانوں سے  
ٹکرائی، اسکی بھاری روعب دار آواز سنتے ہی ماہ پارہ  
کادل ہمیشہ کی طرح دھڑک اٹھا۔  
وعلیکم السلام!!! دروازے پہ غاذان کو دیکھ کے شاہ  
جہاں بیگم کا چہرہ خوشی سے مسرور ہوا، وہ ماہ پارہ



سے اپنے پیر چھڑوائی اٹھ کے بیٹھنے لگیں، بیٹے کو  
دیکھتے ہی وہ مسکرا نے لگی تھیں۔ غاذان نے ان  
کے بیڈ کے قریب آتے انہیں پیار سے اپنے سینے  
سے لگا کے ماتھے پہ عقیدت سے اپنے ہونٹ  
رکھے۔

اس دفعہ جلدی آکے؟۔۔ شاہ جہاں بیگم نے  
خوشگوار حیرت سے غاذان سے سوال کیا، وہ ہفتے کی  
شام کو لاہور سے لوٹا کرتا تھا لیکن اس دفعہ وہ  
جمعرات کو ہی آگیا تھا۔

کام جلدی ختم کر لیا تھا اور کچھ اس دفعہ بالاج  
ساتھ نہیں تھا اسی لئے وہاں اکیلے بنگلے میں دل

نہیں لگا۔۔۔ غاذان نے صاف گوئی سے ماں کو  
جواب دیتے ایک نظر ان کے پیروں میں بیٹھی ماہ  
پارہ پہ ڈالی جو لب کاٹتے ہوئے انہی دونوں کی  
طرف دیکھ رہی تھی لیکن غاذان کے اپنی طرف  
دیکھنے پہ وہ نگاہیں جھکا گئی۔ وہ اسے یہاں دیکھ کے  
حیران نہیں ہوا تھا۔

جاؤ کھانا کھالو۔۔۔ غاذان کی اس لڑکی کی طرف  
اٹھتی نگاہ محسوس کرتے شاہ جہاں بیگم کو بے  
ساختہ جہاں آرا بیگم کی باتیں یاد آئی تھیں، اسی  
لئے سنجیدگی سے ماہ پارہ کو یہاں سے جانے کا حکم  
دیا۔ ماہ پارہ سر کو خم دیتی جلدی سے بیڈ سے اتر کے  
اپنی چپل پہننے لگی۔

بابا سائیں کہاں ہیں؟ غاذان نے اپنے سیاہ سلکی  
بالوں میں ہاتھ پھیرتا ماہ پارہ سے نظریں ہٹا کے  
نرمی سے شاہ جہاں بیگم سے سوال کیا، اسکا یہ نرم  
لہجہ شاید صرف اسکے اپنوں کے لیے ہوتا تھا، سائیڈ  
ٹیبیل سے برتن اٹھاتی ماہ پارہ نے ادا سی سے دل  
میں سوچا، اسکے بیڈ سے اٹھ جانے کے بعد وہ اپنی

ماں کے پاس جگہ بنا کے بیٹھ گیا، وہ دونوں ماں بیٹا  
اب باتوں میں مصروف ہو چکے تھے۔ ماہ پارہ انہیں  
کن اکھیوں سے دیکھتی دروازے کی طرف بڑھ  
گئی۔

جب خود کھالو تو غازی کے لئے کھانا گرم کر کے  
کچن میں رکھ دینا۔ ماہ پارہ کو باہر نکلتے دیکھ کے شاہ

جہاں بیگم نے اسے درمیانی آواز میں حکم دیا۔  
جی ٹھیک ہے۔۔ ماہ پارہ معصومیت سے ان کی بات  
کی تائید کرتی وہاں سے چلی گئی۔ شاہ جہاں بیگم پھر  
سے غاذان کے ساتھ باتوں میں مصروف ہو گئی۔

---

بچن میں آتے ہی ماہ پارہ کے آنسوؤں نے اسکا  
ساتھ چھوڑا تھا، وہ جو کب سے اپنے آنسوؤں پہ  
ضبط کر رہی تھی شفاف موتی اسکی آنکھوں سے  
ٹوٹتے ہوئے گالوں کی زینت بننے لگے، شاہ جہاں  
بیگم کے پیرد باتے ہوئے اسے اپنی ماں شدت  
سے یاد آرہی تھی، وہ ہر رات اپنی ماں کے پیربا



کے سوتی تھی، غاذان اور شاہ جہاں بیگم کو باتیں  
کرتے دیکھ کے دل مزید اداس ہوا تھا، وہ بھی اپنی  
ماں کے ساتھ بیٹھ کے ڈھیروں باتیں کرنا چاہتی  
تھی جسے ہمیشہ کرتی تھی، وہ ان کی جدائی مزید  
برداشت نہیں کر پار ہی تھی۔ وہ سنک میں برتن  
رکھتی پھوٹ پھوٹ کے رونے لگی، اسکی ہچکیوں

میں افیت تھی، اس کا قصور کیا تھا؟ آحد جکھرائی کی  
بہن ہونا؟ وہ روتے ہوئے ابھی یہی سوچنے میں  
مصروف تھی جب اسے شاہ جہاں بیگم کا حکم یاد آیا  
تھا، انہوں نے اسے غاذان کے لئے کھانا گرم  
کرنے کا بولا تھا اور وہ یہاں فرصت سے یوں رو  
رہی تھی جیسے دنیا میں رونے سے زیادہ کوئی

ضروری کام ہی نہ ہو۔ ماہ پارہ جلدی سے اپنے آنسو  
رگڑ کے صاف کرتی سٹو و کی طرف بڑھ گئی، اس  
نے ایک صاف شیشے کی پلیٹ پکڑ کے کراہی کے  
اوپر سے ڈھکن ہٹایا لیکن کراہی بالکل خالی تھی، ماہ  
پارہ کو اچھے سے یاد تھا مٹن کراہی کافی بیچ چکی تھی  
جو اس نے شاہ جہاں بیگم کے کمرے سے واپس

آنے کے بعد فریج میں رکھنے کا سوچا تھا لیکن یہاں  
تو صرف کراہی ہی نہیں بلکہ کھانے کے تمام برتن  
خالی تھے، کیا جہاں آرا بیگم آج پھر سارا بچا ہوا کھانا  
دوسری ملازماؤں کو دے چکی تھیں جیسے وہ پچھلے  
دنوں سے کر رہی تھیں؟ ماہ پارہ کو پچھلی کتنی  
راتوں سے بھوکا سونا پڑ رہا تھا کیونکہ رات میں اس کے

کھانے سے پہلے ہی بچا ہوا کھانا غائب ہوتا تھا۔ ماہ  
پارہ کو خود سے زیادہ غاذان کی فکر تھی، وہ ابھی سفر  
سے آیا تھا، یقیناً اسے بہت بھوک لگ رہی ہوگی!  
اب وہ کیا کھائے گا؟ ماہ پارہ نے پریشانی سے سوچا۔  
وہ ابھی اپنی اماں سائیں کے پاس بیٹھ کے باتیں کر  
رہا تھا، اتنی دیر میں وہ اس کے لئے کیا مٹن قیمہ بنا سکتی

تھی، ماہ پارہ تیزی سے فریج کی طرف بڑھتے مٹن  
قیمہ کاپیکٹ نکالنے لگی، اس کے ہاتھ اب تیزی  
سے چل رہے تھے، وہ صبح سے حویلی میں کام  
کرنے کے باعث حد سے زیادہ تھکی ہوئی تھی  
لیکن غاذان کے لئے کھانا تیار کرتے وہ ساری  
تھکاوٹ دور جاسوئی تھی، ایک طرف قیمہ بنا رہی

تھی اور دوسری طرف اسکے لئے گرما گرم روٹیاں  
ڈال رہی تھی۔

کھانا گرم نہیں ہوا ابھی تک؟۔۔۔ غاذان جو  
تقریباً آدھے گھنٹے بعد کچن میں داخل ہوا تھا، اسے  
ابھی تک سٹوو کے پاس کھڑے دیکھ کے بھاری  
آواز میں روعب سے سوال کیا، کام کے پریشر کے

باعث اس نے دوپہر سے کچھ نہیں کھایا تھا، صبح  
ناشتہ بھی ہلکا پھلکا سا کیا تھا اسی لئے اب کافی بھوک  
لگ رہی تھی۔ ماہ پارہ جو کرم کرم توے پہ روٹی  
ڈال رہی تھی، غاذان کی یوں اچانک آواز سنتی اپنا  
ہاتھ جلا بیٹھی۔



س۔۔۔۔۔ ماہ پارہ نے سسکتے ہوئے جلدی سے  
گرم آگ توے سے اپنا ہاتھ پیچھے کیا، سیاہ پینٹ کی  
جیبوں میں ہاتھ ڈال کے کھڑا غاذان اس اچانک  
افتادہ پہ چونکا تھا، بے ساختہ دو قدم آگے بڑھائے  
لیکن پھر یاد آیا یہ لڑکی اسکے لئے اتنی ضروری نہیں  
ہے کہ اسکے جلے ہوئے ہاتھ کو اتنی امپوڑینس دی

جائے، وہ سر جھٹک کے سوچتا اپنے قدم روک  
کیا۔

بس دو منٹ میں تیار ہو رہا ہے۔۔۔ ماہ پارہ اپنے  
جلتے ہاتھ کی تکلیف نظر انداز کرتی گردن موڑ کے  
معصومیت سے غاذان کو جواب دیتی کراہی میں چچ  
ہلانے لگی، مٹن قیمہ تقریباً تیار تھا۔

کیا آج رات کچھ نہیں بناتھا حویلی میں؟۔۔۔ اسے  
تازہ کھانا بناتے دیکھ کے غاذان نے آبرو آچکا کے  
سر دلہجے سے سوال کیا۔

بناتھا، بچا ہوا کھانا شاید ملازموں کو دے دیا گیا ہے  
اسی لئے میں نے آپ کے لئے مٹن قیمہ بنا دیا ہے،  
روٹی بھی ڈال دی ہے، اتنے تھوڑے وقت میں

صرف یہی بنا پائی ہوں۔۔۔ ماہ پارہ نے معصومیت  
سے غاذان کو ایک سانس میں جواب دیا تھا۔  
غاذان نے اسکی بھگی آنکھوں سے نگاہیں ہٹاتے  
بیزاری سے سر جھٹکتے ہوئے کرسی سنبھالی۔  
تمہیں اس حویلی میں رہنے کی جگہ دے دی ہے تو  
یہ مت سمجھنا تمہاری جان بخشی ہو گئی ہے!

تمہاری جان میں قیامت تک عذاب کر کے  
رکھوں گا! اگر تمہاری وجہ سے میری ماں یا بہن کو  
ذرا سی بھی تکلیف پہنچی، تمہیں معافی مانگنے کی  
مہلت دیئے بغیر زندان میں بند کر دوں گا۔۔۔  
غاذان نے کرسی سنبھالتے ہی اسے وار ننگ دینا  
ضروری سمجھا تھا، وہ اسے حویلی کے اندر برداشت

نہیں ہو رہی تھی، اسکا لہجہ غصے سے بھرپور تھا،  
اسکی دھمکی پہ ماہ پارہ کی ریڑھ کی ہڈی میں  
سنسناہٹ ہوئی تھی۔ وہ ذندان کے ذکر پہ دہلتے  
ہوئے اپنا ہاتھ ایک دفعہ پھر جلا بیٹھی تھی مگر اس  
دفعہ نچلا لب دانتوں تلے دبائی اپنی سسکاری

روک گئی، لیکن غاذان کی زیرک نگاہوں سے یہ  
منظر مخفی نہیں رہا تھا۔

میں۔۔ انہیں۔۔ تکلیف۔۔ کیوں۔۔ پہنچاؤں۔۔  
گی؟۔۔ ماہ پارہ بھیگی آواز میں اداسی سے بولتی اسکے  
لئے کھانے کی ٹرے تیار کر رہی تھی۔ وہ اسکی  
طرف سے رخ موڑے بے آواز رو رہی تھی،

ایک جلے ہوئے ہاتھ کی تکلیف تھی اور دوسرا اسکے  
الفاظ کی۔ کیا جانتا اسکا اگر وہ اس سے دو جملے نرمی  
سے بولا لیتا؟

فار گاڈ سیک! میرے سامنے وکٹم کارڈ بننا چھوڑ دو،  
مجھے تمہارے رونے دھونے سے رتی برابر فرق  
نہیں پڑتا ہے۔ غاذان اسکی بھیگی آواز محسوس کر



کے بے حسی سے بولتا ہیزل آنکھیں گھما گیا۔  
غاذان کے بیزار لہجے پہ ماہ پارہ جلدی سے اپنے آنسو  
رگڑ کے صاف کر گئی، اس نے جواباً خاموشی اختیار  
کرتے کھانے کی ٹرے تیار کرنے کے بعد ٹیبل پہ  
غاذان کے سامنے رکھ دی۔

رکو!! کہاں جا رہی ہو؟۔۔۔ اسے پانی کا جگ اور  
گلاس رکھنے کے بعد کچن کے دروازے کی طرف  
بڑھتے دیکھ کے غاذان نے سنجیدگی سے اسے آواز  
لگائی، غاذان نے ابھی تک کھانے کا ایک نوالہ  
نہیں توڑا تھا۔

م۔ میں۔۔ س۔ سونے۔۔ جارہی ہوں، آپ کو  
کچھ اور چاہیے کیا؟۔۔ ماہ پارہ اپنے قدم روک کے  
اسکی طرف رخ موڑتی معصومیت سے بولی۔  
کیا تمہیں اماں سائیں نے بتایا نہیں مجھے ٹرسٹ  
ایشوز (trust issues) ہیں! میں صرف  
بھروسہ مند ملازموں سے اپنے کام کرواتا ہوں،

تم تو پھر ٹھہری ایک قاتل کی بہن، ایسے میں تم  
نے سوچ بھی کیسے لیا تم میرے لئے بھروسے کے  
لائق ہو سکتی ہو؟۔۔۔ غاذان نے آبرو اٹھا کے

سپاٹ انداز میں ماہ پارہ سے سوال کیا۔  
کیا مطلب؟ میں سمجھی نہیں؟۔۔۔ ماہ پارہ  
معصومیت سے اپنی ایش گرین آنکھیں پھیلاتی نا

مجھی سے بولی۔

یہاں واپس آؤ! ابھی سمجھاتا ہوں۔۔۔ غاذان نے  
اپنی سیاہ بے پرواہی ہاتھ پھیرتے اسے بے تاثر انداز  
میں اپنے پاس بلایا، ماہ پارہ نے تھوک نگلتے ہوئے  
چھوٹے چھوٹے قدم اسکی طرف بڑھانا شروع  
کئے۔۔۔

سمپل سی بات ہے مجھے تم پہ بھروسہ نہیں ہے  
کیونکہ تم ایک قاتل کی بہن ہو، کون جانے تم  
لوگوں نے آحد جکھرا نی کو جانتے بوجھتے چھپار کھا  
ہو اور تمہیں ونی میں دے دینا تمہارے ماں باپ یا  
بھائی کی کوئی چال ہو؟ کچھ بھی ہو سکتا ہے اسی لئے  
یہ کھانا ٹیسٹ کر کے مجھے یقین دلاؤ اس میں کسی

زہر پلے مواد کی ملاوٹ نہیں ہے!۔۔۔ غاذان کو  
سنگدلی سے کھلے الفاظ میں خود پہ الزام لگاتے دیکھ  
کے ماہ پارہ نے بے یقینی سے آنکھیں پھیلائیں۔ کیا  
اس سنگدل انسان کو ان ایش گرین آنکھوں میں  
اپنے لئے محبت نظر نہیں آتی تھی؟ کیا وہ واقعی ہی  
سوچتا تھا ماہ پارہ اسے کبھی ذہر دے سکتی ہے یا اسکی

پیٹھ پیچھے وار کر سکتی ہے؟۔۔ ماہ پارہ نے ٹوٹے دل  
سے سوچتے اپنی آنکھوں میں موٹے موٹے آنسو  
لئے غاذان کی طرف دیکھا جو ہاتھوں کی انگلیوں کو  
ایک دوسرے میں الجھا کے ٹیبل پہ رکھے بے تاثر  
انداز میں اسکی طرف دیکھ رہا تھا۔



ماہ پارہ نے اسکی بے تاثر سرد آنکھوں میں دیکھتے  
اپنے جلے ہوئے ہاتھ سے روٹی کا چھوٹا سا نوالہ توڑ  
کے ساتھ تھوڑا سا مٹن قیمہ لیتے منہ میں ڈالا۔ یہ  
نوالا چباتے ہوئے دل عجیب سے درد کا شکار ہوا  
تھا، جلے ہوئے ہاتھ میں اتنی درد نہیں ہو رہی تھی  
جتنی دل میں ہو رہی تھی۔ وہ چاہ کے بھی اپنے

موٹے موٹے آنسوؤں کو پھسلنے سے روک نہیں  
پائی تھی، اس نے ایک کی بجائے دو نوالے لئے  
تھے تاکہ اس سنگدل انسان کی تسلی ہو جائے۔ دو  
نوالے لینے کے بعد اس نے گلاس میں تھوڑا سا  
پانی انڈھیلا اور اسکے سامنے اپنے حلق میں اتارنے

لگی تاکہ کسی بھی طرح کے شک کی گنجائش باقی نہ  
رہ جائے۔

اب۔۔ یقین۔۔ آ۔۔ کیا۔۔ آپ۔۔ کو؟۔۔ وہ  
پانی کا گلاس واپس سے ٹیبل پہ رکھتی ہچکیوں کے  
درمیان روتے ہوئے معصومیت سے بولی۔  
غاذان اسکی بھیگی آنکھوں سے نظریں نہ ہٹا پایا، وہ

ان ایش گرین آنکھوں میں ٹوٹے کاچ کی کرچیاں  
باآسانی دیکھ سکتی تھی، اسکا معصومیت سے ہچکیاں  
بھرنا، آنکھوں میں شکوہ اور بیک وقت بے یقینی  
لے کر دیکھنا نجانے کیوں غاذان کو کچھ پل کے  
لئے بری طرح سے اپنی طرف متوجہ کر گیا۔

اپنا سوپ سیریل بند کرو اور مجھے الگ پلیٹ میں  
سالن نکال کے دو، یہ کھانا تم کھاؤ گی کیونکہ یہ تم  
جھوٹا کر چکی ہو اور مجھے کسی کا جھوٹا کھانے کی  
عادت نہیں ہے۔۔۔ غاذان سنبھلتے ہوئے اس  
سالن کی پلیٹ کو خود سے فاصلے پہ کرتا کرخت لہجے  
سے بولا، وہ اپنی پلیٹ سے ایک روٹی نکال کے

اسکے سالن والی پلیٹ میں فولڈ کر کے رکھ چکا تھا،  
وہی روٹی جس کے دو ٹکڑے ماہ پارہ نے اتار کے  
اسے یقین دلایا تھا اس کھانے میں کوئی زہریلا مواد  
نہیں ہے۔

میں نے پلیٹ یا روٹی کو منہ تو نہیں لگایا تھا۔ وہ  
معصومیت سے بولتی اپنے آنسو رگڑ کے صاف

کرنے لگی، وہ تو ایسے ریکٹ کر رہا تھا جیسے ابھی  
اسکے لبوں کو جکڑ کے سانسیں نہ چرائی ہوں؟  
سوال جواب کرنے کی بجائے جتنا بولا ہے اتنا  
کرو!!!۔۔۔ غاذان غصے سے غرایا۔ اسکی آنکھوں  
میں طیش کی سرخی دیکھتے ماہ پارہ اپنی زبان کو بریک  
لگاتی جلدی سے سٹوو کی طرف بڑھ گئی، اس نے

شیشے کی پلیٹ اٹھائی ہی تھی جب وہ اسکے ہاتھوں کی  
کپکپاہٹ کے باعث چھوٹتی ہوئی زمین پہ جا  
گری۔

ابہ۔۔۔۔۔ ماہ پارہ کے لبوں سے چھوٹی سی چیخ  
برآمد ہوئی، اس نے ڈرتے ہوئے غاذان کی  
طرف دیکھا جس کے ماتھے پہ بلوں کا جال بچھ چکا



تھا۔ وہ ایک نظر پچن کے دروازے کی طرف دیکھ  
کے غصے سے کرسی سے کھڑا ہوتا اسکی طرف بڑھا،  
اسے اپنی طرف آتے دیکھ کے ماہ پارہ سمیتے ہوئے  
پیچھے کی طرف قدم بڑھانے لگی۔

ہاتھ ٹوٹے ہوئے ہیں تمہارے؟؟۔۔۔ غاذان  
ایک جست میں اس تک پہنچتا اسکا دایاں ہاتھ

اپنے مضبوط ہاتھ میں موڑتا غصے سے بولا، رات کا  
وقت تھا، ہر طرف شانتی تھی، ایسے میں کوئی بھی  
کچن میں ہوتی اس کھٹ پٹ سے ڈسٹرب ہو سکتا  
تھا۔

سس۔۔ میرا۔۔ ہاتھ۔۔ پلینز۔۔ اے۔۔  
چھوڑ۔۔ دیں۔۔ اس۔۔ پہ۔۔ جلن۔۔ ہو۔۔

رہی۔۔۔ ہے۔۔۔ ماہ پارہ کا دایاں ہاتھ دودفعہ جلاتھا  
اور اس پہ تضاد غاذان کے یوں بے دردی سے  
تھامنے پہ وہ اپنی جگہ پہ اچھلتی آنکھوں میں آنسو  
لئے غاذان سے التجاء کرنے لگی۔ غاذان بھول چکا  
تھا اسکا ہاتھ روٹی ڈالتے ہوئے دودفعہ اسکی نظروں  
کے سامنے جلاتھا، ماہ پارہ کے افیت سے رونے پہ

وہ اس کا ہاتھ اپنی آنکھوں کے سامنے کرتا اسکا  
معائنہ کرنے لگا، اسکے سفید ہاتھ کی جلد جھلس چکی  
تھی، اسکا نرم و ملائم ہاتھ بے حد سرخ پڑ رہا  
تھا، غازان نے اسکے ہاتھ سے نگاہیں ہٹا کے اسکے  
سراپے پہ نظریں جمائی، ہچکیوں کے باعث اسکا  
بدن ہولے سے لرز رہا تھا، دوپٹا بے ترتیب تھا۔

آنکھوں سے پھسلتے آنسو عارضوں سے ہوتے  
گلابی بھرے بھرے ہونٹوں کے اوپری تل پہ  
آ کے ٹھہر رہے تھے۔

م۔ میں۔۔ آپ۔۔ کو۔۔ سالن۔۔ ڈال۔۔ دیتی  
۔۔ ہوں۔۔ غاذان کو خود کے بے حد نزدیک دیکھ  
کے ماہ پارہ رونا بھول کے کنفیوز سی ہوتی اس سے

اپنی کلائی چھڑوانے کی کوشش کرتی اٹک اٹک کے  
بولی۔

ہم !!! اٹس اٹریکٹو۔۔۔ غاذان کا دھیان نہ جانے  
کہاں تھا، وہ اسکی بات سننے بغیر اسکے اپر لپ مول  
پہ انگلی پھیرتا گھمبیر آواز میں بولا، ماہ پارہ کا چہرہ لال  
سرخ ہوا، کیا اس نے واقعی ہی اسکی تعریف کی

کھی؟ وہ بے یقین ہوتی اسکی طرف دیکھنے لگی،  
غاذان کا نظریں اپنے بالائی لب سے اوپری تل پہ  
محسوس کرتے ماہ پارہ نے تھوک نگلا، وہ اس تل پہ  
اسکی بارش والے روز لٹائی گئی وحشت ابھی تک  
نہیں بھولی تھی، پلکیں چھلکنے کے باعث ماہ پارہ کی  
آنکھوں کے کنارے پہ ٹکا آنسو اچانک سے اسکے

عارض سے ہوتا اسی تل پہ آن ٹھہرا، غاذان اس  
شفاف بوند کو یہاں ٹھہرتے دیکھ کے بے چین  
ہو س، وہ بنا دیر لگائے جھکتا ہوا اس قاتل تل پہ  
اپنے دانت گاڑتا یہ شفاف موتی چن گیا، ماہ پارہ نے  
سسکتے ہوئے اسکی بلیک ڈریس شرٹ سینے سے  
مٹھیوں میں بھینچی۔ غاذان نے اپنی پوری قوت



سے اس تل کو اپنے دانتوں تلے دبایا تھا، اسکی بے  
رحمی پہ ماہ پارہ مچلنے لگی، اسکی کمر بار بار بری طرح  
سے سلیب کے ساتھ ٹکرا رہی تھی، غاذان نے  
اسکی بل کھاتی کمر کو اپنے مضبوط ہاتھوں میں  
دبوچتے اس تل پہ اپنی وہشت لٹاتے ہوئے نرمی  
سے اسکے بالائی لب کو نا محسوس انداز میں چھوا۔

غاذان۔۔ کوئی۔۔ آ۔۔ رہا۔۔ ہے۔۔ کسی کے  
قدموں کی آواز محسوس کرتے ماہ پارہ نے سمجھتے  
ہوئے اسکی شرٹ کا گریبان جھنجھوڑتے اسے  
ہوش دلانی چاہی، غاذان اسکے محلنے پہ اس سیاہ  
موٹے تل سے اپنے دانت ہٹا کے بے ساختہ  
گردن موڑ کے کچن کے دروازے کی طرف

دیکھنے لگا، وہاں منہ کھول کے کھڑی جہاں آرا بیگم  
کو دیکھتے غاذان نے دل میں خود کو گالیوں سے  
نوازتے جلدی سے ماہ پارہ کی کمر سے ہاتھ ہٹا کے  
اسکے نازک ہاتھ اپنے گریبان سے ہٹائے تھے، ماہ  
پارہ جو زور سے اسکی شرٹ دبوچے ہوئے تھی،  
غاذان کے یوں اپنا ہاتھ جھٹکنے کے باعث اسکی سیاہ

شرٹ کا بٹن اسکے ہاتھ میں آگیا، ایک بٹن اس نے  
پہلے سے کھولا ہوا تھا، مزید ایک بٹن ٹوٹنے کی وجہ  
سے اسکا دودھیا سفید کٹاؤدار کسرتی سینہ نمایاں ہو  
رہا تھا۔

آپ کو کچھ چاہیے تھا چچی سائیں؟۔۔۔ غاذان نے  
ماہ پارہ سے فاصلہ قائم کرتے اپنا ناک انگوٹھے سے

رگڑتے ہوئے سنجیدگی سے جہاں آرا بیگم سے  
پوچھا جو بجائے وہاں سے واک آؤٹ کرنے کے  
دروازے پہ جم کے کھڑی تھیں۔ جہاں آرا بیگم  
اسکی شرٹ کے کھلے بٹنوں کو دیکھنے کے بعد ماہ پارہ  
کے کپکپاتے ہونٹوں کے اوپری تل پہ غاذان کے  
دانتوں کا نشان دیکھ ہی رہی تھیں جب غاذان نا

محسوس انداز میں اسکے آگے آگیا، اب ماہ پارہ اسکی  
چوڑی پشت کے آگے چھپ چکی تھی، غاذان کو  
اپنی چچی کایوں اتنی گہری نگاہوں سے خود کا اور ماہ  
پارہ کا جائزہ لینا کافی ناگوار گزرا تھا۔

نہیں، میں کچھ ٹوٹنے کی آواز سن کے یہاں آئی  
تھی، مجھے کیا معلوم تھا یہاں۔۔۔۔۔ جہاں آرا بیگم

طنز یہ انداز میں اپنا جملہ ادھورا چھوڑتی واپس مڑ  
گئی، غاذان نے غصے سے اپنی مٹھیاں بھینچی تھیں،  
اسے شاید ہی کبھی اتنی شرمندگی محسوس ہوئی تھی  
جتنی اس وقت ہو رہی تھی۔

آہہ۔۔۔ وہ کچن میں ایسی حرکت کیسے انجام دے  
سکتا تھا؟ اور وہ بھی ایک ونی کے ساتھ؟ اب اسکی

چچی نے اس ساری صورت حال کے نجانے کتنے  
مطلب نکال کے اسکی اماں سائیں کو بتانے تھے۔۔  
غاذان نے غصے سے رخ موڑ کے ماہ پارہ کی طرف  
دیکھا، جولال سرخ ہوتی کانپتی جا رہی تھی، اسکے  
ہونٹ بری طرح سے کپکپا رہے تھے، اسکے اپر  
لپ مول پہ اپنے دانتوں کے نشان دیکھ کے غاذان



کا دل کیا اس تل کو ایک دفعہ پھر سے اپنی حراست  
میں لے کر جڑ سے اکھیر دے جو اسے بہکانے کے  
بعد شرمندہ کروانے کا باعث بنا تھا، اسکی چچی نے  
شاید ہی کبھی غاذان سے ایسی حرکت ایکسپیکٹ کی

—ہو—

دل چاہ رہا ہے تمہارے یہ ہاتھ اس گرم چولہے پہ  
رکھ کے جلا ڈالوں جن سے کوئی کام ڈھنگ سے  
نہیں ہوتا، نہ تمہارے ہاتھوں سے یہ پلیٹ گرتی  
اور نہ ایسی صورت حال پیش آتی !!۔۔ غاذان اسکے  
دونوں ہاتھ اپنے مضبوط ہاتھوں میں دبو چتا طیش  
کے عالم میں غرایا۔

س۔۔۔غاذان۔۔۔

شٹ اپ! خبردار جو تم نے میرا نام اپنی گندی  
زبان سے لیا۔ نفرت ہے مجھے تم سے، تمہارے  
پورے خاندان سے!۔۔۔ماہ پارہ جو اپنے جلے  
ہوئے ہاتھ کو آزاد کروانے کی غرض سے سسکتی  
ہوئی اسے پکارنے والی تھی، غاذان نے اسکی پکار

مکمل ہونے سے پہلے ہی اسے جھاڑ دیا۔ ماہ پارہ سہم  
کے خاموش ہوتی نم آنکھوں سے اپنے جلے ہوئے  
ہاتھ کی طرف دیکھنے لگی۔

اپنا یہ کھانا اٹھا کے میری نظروں کے سامنے سے  
دفعہ ہو جاؤ اور اسے خود ٹھونسو، جیسی بد ذائقہ خود  
ہو ویسا ہی بد ذائقہ کھانا بنایا ہو گا!۔۔۔۔۔ اسے بے

آواز روتے دیکھ کے وہ اس کے ہاتھ اپنی گرفت سے  
نکال کے غصے سے اس کے کان کے پاس غرا اپنے  
بھیگے لب ہاتھ کی پشت سے رگڑ کے صاف کرنے  
لگا، اسے اپنے ہونٹ یوں نخوت سے صاف کرتے  
دیکھ کے ماہ پارہ کا چہرہ اہانت کے احساس سے سرخ  
ہوا، وہ اپنا نچلا لب زور سے دانتوں تلے دبا کے

آنسوؤں کو پھر سے پھسلنے سے روکتی خاموشی سے  
اسکی دائیں سائیڈ سے نکل کے کھانا اٹھائے بغیر  
دروازے کی طرف بھاگ گئی۔

سنا نہیں تم نے، کھانا اٹھاؤ یہاں سے!۔۔ ماہ پارہ کو  
اپنی حکم عدولی کرتے دیکھ کے غاذان کی غصیلی  
آواز پورے کچن میں گونجی، ماہ پارہ اسکی بھاری بلند

آواز پہ تھر تھر کا ہنتی رخ موڑ کے واپس سے ٹیبل  
کی طرف بڑھی، اس نے ایک دفعہ بھی غاذان کی  
طرف نہیں دیکھا تھا، پلیٹ میں سالن اور سائیڈ پہ  
روٹی پہلے سے ہی پڑی تھی، وہ اس پلیٹ کو اٹھا کے  
اگلے ہی منٹ کچن سے غائب ہو گئی، وہ اس سنگدل

اور بد لحاظ انسان کو اسکے جیسے جواب نہیں دے  
سکتی تھی۔

کھانا حرام کر دیا میرا۔۔۔ اسکے جانے کے بعد  
اس نے غصے سے کرسی کو زوردار ٹھوکر ماری۔  
ٹرے میں ایک روٹی ابھی تک پڑی تھی، غاذان کی  
نگاہیں ایک دم سے زمین پہ گرے کانچ کی طرف



انھیں، اس کا سچ کے پاس گرا لال سرخ خون  
دیکھتے وہ چونک کے اپنے پیر کی طرف دیکھنے لگا،  
اسکے دونوں پیر صحیح سلامت تھے پھر یہاں یہ  
خون کہاں سے آیا تھا؟ غاذان نے حیرانی سے  
سوچتے پوری زمین پہ نگاہیں گھمائی، یہاں سے لے  
کر دروازے تک خون کی چھوٹی چھوٹی بوندیں

گری ہوئی تھیں، شاید اس پانڈہ کا پیر اس کا بچے سے  
زخمی ہوا تھا۔ غاذان نے جگہ جگہ خون کے قطرے  
دیکھ کے دل میں سوچا۔

خیر مجھے کیا؟ میری طرف سے آج رات ہی مر  
جائے۔۔۔ اگلے ہی پل وہ بے حس بنتا ان کا بچے کی  
کرچیوں کو اپنے جوتے سے ایک سائیڈ کرتا کر ہی

سے ڈھلن ہٹا گیا، مٹن قیمہ ابھی تک گرم تھا۔  
خوشبو تو کافی اچھی آرہی تھی، سالن کی اچھی شکل  
دیکھ کے غاذان کی بھوک پھر سے جاگ گئی، اس  
نے پلیٹ میں تھوڑا سا سالن نکالتے ٹیبل کی  
طرف قدم بڑھائے۔ اس نے ٹیبل کے پاس  
یو نہی کھڑے دونوں والے لئے تھے، اس کا پوری

چپاتی کھانے کا ارادہ نہیں تھا لیکن پھر جب سالن  
حد سے زیادہ ٹیسٹی معلوم ہوا، وہ کرسی سنبھال  
کے بیٹھتا فرصت سے کھانے لگا۔

شکر ہے اس پانڈہ کو رونے کے علاوہ بھی کچھ آتا  
ہے۔۔۔ روٹی ختم کرنے کے بعد غاذان آنکھیں  
گھما کے دل میں سوچتا غائب دماغی سے پانی کا گلاس

اٹھا کے لبوں سے لگا گیا، اس نے ابھی پانی کا ایک  
گھونٹ ہی بھرا تھا جب غاذان کو یاد آیا یہ پانی ابھی  
کچھ دیر پہلے اسی پانڈہ نے پیا تھا، وہ جلدی سے  
گلاس اپنے لبوں سے ہٹا گیا، غاذان کے اپنے الفاظ  
اسکے کانوں میں گونجنے۔

(مجھے کسی کا جھوٹا کھانے کی عادت نہیں ہے۔)

وہ منہ کے زاویے بگاڑتا گلاس ٹیبل پہ پٹک گیا،  
اسے اور بھوک لگ رہی تھی لیکن چپاتی ختم ہو چکی  
تھی۔ لٹو سے ہاتھ صاف کرتے ہوئے غاذان کی  
نگاہیں اپنے گریبان کی طرف اٹھیں، اپنا کھلا  
گریبان دیکھ کے وہ حیران ہوا، یہ بٹن کب ٹوٹا تھا؟

شاید اسی لئے اسکی چچی اسے اتنے غور سے دیکھ رہی  
تھی۔

دیکھ تو ایسے رہی تھی جیسے میں نے کچن میں اس  
پانڈہ کی عزت لوٹ لی ہو۔۔۔ غاوان دل میں  
دانت پس کے سوچتا کچن کے دروازے کی طرف  
بڑھ گیا۔

تنگی یار۔۔۔ قسط 17

از قلم۔۔۔ عیشے خان

ماہ پارہ کچن سے نکلتی سیدھی اپنے کمرے میں آئی  
تھی۔ یہ کمرہ کم فالتو اشیاء کا مرکز زیادہ لگتا تھا۔ لیکن یہ  
تھا کہ کمرہ صاف تھا۔ ایک کونے میں سنگل بیڈ تھا۔  
اس کمرے کا ایک دروازہ حویلی کی پچھلی سائیڈ بھی



کھلتا تھا۔ حویلی کی اس سائیڈ پہ جانوروں اور پرندوں  
کے پنجرے رکھے گئے تھے۔ جن میں اعلیٰ نسل کے  
طوطے، مور، خرگوش اور شیر تھے ماہ پارہ اپنے چلے  
ہوئے ہاتھوں اور زخمی پاؤں کی پرواہ کئے بغیر اپنے  
آنسو رگڑ کے صاف کرتی بیڈ کی طرف بڑھی تھی۔  
وہ اپنے ساتھ لایا ہوا کھانا سامنے رکھ کے تیزی سے

بڑے بڑے نوالے بنائی دو منٹ میں ختم کر گئی تھی  
۔ اس نے صبح کا کچھ بھی نہیں کھایا تھا۔ کافی بھوک لگی  
ہوئی تھی۔ اور کھانا تھا بھی کتنا ایک چھوٹی سی چپاتی  
اور تھوڑا سا سالن جتنا ماہ پارہ یہاں تین وقت کھاتی  
تھی اتنا تو وہ اپنے گھر میں ایک وقت کھا دیا کرتی تھی  
۔ اس لئے تو معصومیت کی مورت پارونے کچھ کھا

کے غازان کی کڑوی باتوں اور اپنی قسمت پہ رونے کا  
فیصلہ کیا تھا کیونکہ خالی پیٹ اس سے کچھ بھی نہیں  
ہوتا تھا۔ ماہ پارہ افسوس سے خالی پلیٹ کو ساتھ پڑے  
ایک چھوٹے سے ٹیبل پہ رکھتی پانی کا گلاس پکڑ گی  
تھی۔ وہ پلیٹ کو تو ایسے گھور کے دیکھ رہی تھی جیسے  
آدھا کھانا اس پلیٹ نے کھا دیا ہو، خیر جو بھی تھا

غازان کی بے اعتباری کی وجہ سے اسے چند لقمے تو  
نصیب ہوئے تھے۔ ماہ پارہ پانی کا پورا گلاس اپنے حلق  
میں اتارنے کے بعد گلاس پہ رکھتی بیڈ پہ سیدھی ہوئی  
تھی۔ ماہ پارہ کو اتنا کام کرنے کی عادت نہیں تھی اس  
لئے وہ کافی تھک چکی تھی۔ ایسا نہیں تھا کہ وہ اپنے  
گھر کام نہیں کرتی تھی، وہ سب کچھ کر لیتی تھی لیکن

گھر چھوٹا سا تھا جس کی صفائی ستھرائی میں ماں ہاتھ بٹا  
دیتی تھی، اور کھانا بھی وہ ماہ پارہ کو اکیلے نہیں بنانے  
دیتی تھیں لیکن یہاں تو سب ملازموں سے زیادہ  
ڈیوٹی اسکے نازک کندھوں پہ تھی۔

نہیں کروں گی میں تم لوگوں کا علاج!! یہ اب روز کا  
معمول ہے اسلئے درد کو برداشت کرنا سیکھو۔ اور

مجھے دوپہل سکون سے سونے دو!! --- ماہ پارہ  
معصومیت کی آخری حد کو چھوتی اپنے ہاتھ اور پاؤں  
کے زخموں سے مخاطب ہوئی تھی۔  
اور خبردار!.. جو تم اب ایک قطرہ بھی باہر نکلے تو مجھے  
سے برا کوئی نہیں ہوگا۔۔۔ اب کی بار ماہ پارہ خفگی  
سے پیر کے زخم سے رستے خون سے بولتی اپنے بے

لگام ہوتے آنسوؤں کو ڈپٹنے لگی تھی جو بار بار اسکی  
ایش گرین ساحرانہ آنکھوں سے نکل کر گلابی مومی  
گالوں پہ بکھر رہے تھے۔ ماہ پارہ جس کا ارادہ پہلے کچھ  
کھا کے رونے کا تھا۔ اب اپنی حالت زار کو دیکھ کے  
خود کو مضبوط کرتی اپنے آنسو روک گئی کیونکہ ماہ پارہ  
کے رونے سے نہ کسی کو فرق پڑنا تھا اور نہ ہی اسے

چپ کروا کے کسی نے اس زخموں پہ مرہم رکھنا تھا۔  
وہ بے دردی سے اپنے پاؤں میں چبھا کانچ کا ٹکڑا  
نکالتی اپنے زخم کو زور سے دبا گئی تھی تاکہ مزید خون  
نہ نکلے۔ کانچ نکالتے وقت اسکی چیخ بے ساختہ تھی اور  
آنسوؤں نے ایک دفعہ پھر روانی پکڑی تھی۔۔۔ ماہ پارہ  
اپنے آنسوؤں اور درد کے ساتھ پیچھے لیٹتی خود پہ



لمبل اوڑھ گئی تھی۔ نیند تو اس کو کسی صورت نہیں  
آسکتی تھی۔ وہ اپنا ہر درد پس منظر ڈال سکتی تھی لیکن  
جو اس کے سینے میں مٹھی برابر گوشت کالو تھڑا ہے  
وہ غازان لاشاری کے سخت الفاظ سے کرچیوں میں  
تقسیم ہو کر اسکی روح کو زخمی کر رہا تھا وہ اس درد کو  
کیسے نظر انداز کر سکتی تھی؟ جسم کا کوئی دوسرا اعضاء

درد میں ہو تو نیند آ جاتی ہے لیکن اگر دل میں تکلیف  
ہو تو اکثر روحیں پرواز کر جاتی ہیں۔ بیس سالہ معصوم  
نا سمجھ نادان لڑکی اپنے ان گناہوں کی سزا پارہی تھی  
جو اس نے کئے ہی نہیں تھے۔ ابھی تو زندگی نے اس  
کو اپنے "ز" سے واقف کروایا تھا جس کا مطلب  
زہریلے لہجے، زخم اور زندہ درگور تھا۔ ابھی تو چار

حروف باقی تھے، نجانے ان چار حروف کو سمجھنے کے  
لیے زندگی نے اس کو کتنی اور آزمائشوں سے گزارنا  
تھا؟

اماں سائیں پلیز آپ میرے ساتھ رہیں گی مجھے چھوڑ  
کے مت جائیے گا مجھے اکیلے ڈر لگتا ہے۔ اپ کو پتہ  
ہے نہ میں آپ کے بغیر نہیں سوتی۔۔ ماہ پارہ اپنی ماں

کے سینے سے لپٹی روتے ہوئے انہیں اپنے ساتھ  
رہنے کی التجائیں کرنے لگی تھی۔

پارو!!!... میری بچی میں ہمیشہ تمہارے ساتھ ہوں  
۔ میری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں۔ چلو شاباش رونا  
بند کرو۔ میری بیٹی کی اتنی پیاری آنکھیں خراب ہو

جائیں گی۔۔ خالہ بیگم پیار سے ماہ پارہ کے ماتھے پر  
بوسہ دیتی اسکے آنسو صاف کرتی بولیں۔

نہیں اماں سائیں! آپ چلی جاتی ہیں۔ اس دن بھی  
آپ نے مجھے اکیلے بھیج دیا تھا۔ میرا تو کوئی قصور بھی  
نہیں تھا، میں نے تو کسی کی جان نہیں لی تھی۔ پھر  
مجھے اسکی کیونکر سزا دی گی؟ اماں سائیں کیا میں اتنی

بری ہوں؟ کیا میرے گناہ اور نافرمانیاں اتنی زیادہ  
ہیں کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے ناراض ہو گئے اور میرا  
نصیب ایسا لکھ دیا؟۔۔۔ ماہ پارہ ہچکیوں کے درمیان  
بولتی اپنے لفظوں سے خالدہ بیگم کا دل مٹھی میں جکڑ  
گی تھی۔

نہیں میری جان ایسا بالکل بھی نہیں ہے، تم بہت نیک  
بچی ہو اور اللہ تعالیٰ اپنے پیارے بندوں سے ناراض  
نہیں ہوتا، فضول سوچنا بند کرو۔ خالہ بیگم فوراً ماہ  
پارہ کے خیالات کی نفی کی تھی۔

اگر ایسا نہیں ہے تو پھر میرا نصیب اتنا خراب کیوں  
ہے؟ آخر میرے ساتھ ہی یہ سب کچھ کیوں ہوا؟ ماہ

پارہ نے پھر سے بھیکی ہوئی آواز میں سوال داغا تھا۔ کیا  
یہ اس بات کا نتیجہ تھا کہ وہ اپنے نصیب کی دعا نہیں  
مانگتی تھی؟

کیونکہ تم خاص ہو اور اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہو۔ اللہ  
تعالیٰ نے تمہیں آزمائش کیلئے چنا۔ اللہ تعالیٰ اپنے  
پسندیدہ بندوں کو آزمائشوں میں ڈال کے انکے ایمان



کا امتحان لیتا ہے اور پھر جو اپنے اللہ پہ بھروسہ رکھتے  
ہیں، ایمان پہ ڈٹے رہتے ہیں، آزمائشوں سے  
گھبرائے بغیر صبر کرتے ہیں تو اللہ پاک ان پہ اپنا کرم  
کرتا ہے اور ساری اذیتوں اور آزمائشوں کا صلہ دیتا  
ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ کی ذات اچھا صلہ دینے والی  
ہے۔ اللہ کی طرف سے انعام حاصل کرنے کے بعد

بندہ اپنی چھلی ساری تکلیف بھول جاتا ہے۔۔۔

خالدہ بیگم نے شائستگی سے جواب دیا۔

تو پھر کیا میری بھی یہ آزمائش ہے؟ اگر میں اس

آزمائش میں ثابت قدم رہی تو مجھے بھی انعام ملے

گا؟۔۔۔ ماہ پارہ آنکھوں میں امید کی چمک لئیے تیزی

سے بولی تھی۔

ہاں ضرور ملے گا انعام! بس تم اپنے نصیب کیلئے دعا  
مانگنا کبھی مت چھوڑنا، ہر قدم پہ صرف اپنے اللہ کی  
طرف رجوع کرنا۔ اس سے روکے گڑ گڑا کے اپنی

بات منوانا۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کا زیادہ رونا  
برداشت نہیں کر سکتا۔ جیسے جب تک بچہ روتا نہیں  
ماں اسے دودھ نہیں دیتی، لیکن بچے کا تھوڑا سا رونا

کبھی ماں سے برداشت نہیں ہوتا اور فوراً سے پہلے  
اسکی بھوک مٹا دیتی ہے، ایسے ہی انسان جب روتا ہے  
تو اسکی آواز ساتویں آسمان تک جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ  
اسکی دعا سن لیتا ہے۔ بے شک اللہ اپنے بندوں کو بن  
مانگے بھی دیتا ہے لیکن کبھی کبھی اللہ تعالیٰ کو اپنے  
بندے کا مانگنے کا انداز دیکھنا ہوتا کہ بھلا میرا بندے

مجھ سے کس طریقے سے مانگتا ہے۔ میری بچی بھی  
مایوس مت ہونا، اللہ کی ذات پہ بھروسہ رکھنا۔۔۔  
خالدہ بیگم ماہ پارہ کے بالوں میں انگلیاں پھیرتی  
ٹھہرے ٹھہرے لہجے میں سمجھانے لگی۔ ماہ پارہ ماں  
کی باتوں سے اب کافی پر سکون ہو گئی تھی۔

میری نماز کا وقت ہو گیا ہے، میں چلتی ہوں۔ تم بھی  
اٹھو، وضو کر کے نماز پڑھو۔۔۔ خالدہ بیگم پیار سے ماہ  
پارہ کے ماتھے پہ لب رکھتی بیڈ سے اٹھی تھی۔  
نہیں اماں سائیں آپ کہیں نہیں جائیں گی!! میرے  
پاس رک جائیں۔۔۔ اماں سائیں۔۔۔ اماں!!۔۔۔  
ماہ پارہ ایک جھٹکے سے نیند سے اٹھ بیٹھی۔ اور آنکھ

کھلتے ہی خود کو حقیقت کی دنیا میں پایا تھا۔ جہاں پہ وہ  
اپنی ماں سے ملنا تو دوران کا چہرہ بھی نہیں سکتی تھی۔  
وہ تو بس خواب تھا جو آنکھ کھلتے ہی چھن گیا تھا۔ ماہ پارہ  
بے آواز روتی اپنے جلے ہوئے ہاتھ کے زخم کو دیکھنے  
لگی تھی۔ کمرے کی لائٹ آن تھی اسکی ابھی تھوڑی  
دیر پہلے ہی آنکھ لگی تھی، نہیں تو وہ پوری رات

کروٹ بدلتی رہی تھی۔ ماہ پارہ ابھی اپنے زخموں کو  
دیکھنے میں مصروف تھی جب اذان کی آواز اس کے  
کانوں سے ٹکرائی۔ وہ تیزی سے کمبل ہٹاتی بیڈ سے  
اٹھ گئی۔ تھوڑی دیر میں وہ وضو کر کے واپس کمرے  
میں آئی اور جائے نماز بچھا کے نماز پڑھنے لگی۔ نماز  
پڑھنے کے بعد ماہ پارہ نے کافی دیر تک روتے ہوئے



اللہ سے اپنے اچھے نصیب کی دعا کی تھی۔۔ اللہ تعالیٰ  
سے ڈھیر ساری باتیں اور دعا کرنے کے بعد اس کو  
سکون سا ملا تھا۔ اتنا سکون تو اسے کبھی نہیں ملا تھا جتنا  
آج اسے اللہ تعالیٰ کے سامنے رو کر ملا تھا۔ اس کے  
دل کا بوجھ ہلکا ہو گیا تھا۔ باہر روشنی پھیلنا شروع  
ہو چکی تھی۔ ماہ پارہ جائے نماز سمیٹ کے ایک سائیڈ

پہر رکتی بیڈ پہ بیٹھنے ہی والی تھی جب مور کی آواز سن  
کر وہ پچھلے دروازے کی طرف بڑھ گئی تھی۔ اسے  
پچھلا دروازہ کھولتے ہوئے ڈر تو لگا تھا اور غازان کی  
دھمکی بھی یاد آئی تھی لیکن اتنی صبح اس سائیڈ کوئی  
ملازم نہیں تھا۔ تھوڑی دیر پرندوں سے باتیں کرنے  
میں کوئی حرج نہیں تھا۔ ویسے بھی سب حویلی والے

ابھی سو رہے تھے ابھی ناشتہ بنانے میں ٹائم تھا۔ اس  
لئے ماہ پارہ وہ وقت پرندوں کے ساتھ گزارنے کی  
غرض سے زنان خانے کی بیک سائیڈ پہ نکل آئی  
تھی۔ شیر کا پنجرہ دوسری طرف تھا کیونکہ ان کو مرد  
ملازم کھانا پانی دیتے تھے۔ اور ان پرندوں کو حاجرہ  
دیکھتی تھی اس سائیڈ پہ مرد ملازمین کو آنے کی

اجازت نہیں تھی وجہ شاہ جہان اور جہاں آرا بیگم  
تھیں، وہ دن میں اکثر یہاں آ کے بیٹھتی تھی اس لئے  
کوئی غیر مرد اس طرف نہیں آتا تھا۔ ماہ پارہ خوشی  
سے مور کے پھیلے ہوئے پنکھ دیکھتی طوطوں کے  
پنجروں کے طرف بڑھ گئی جس میں ہر ہر نسل کا  
طوطا موجود تھا۔

میٹھو! کیسے ہو؟۔۔۔ ماہ پارہ ایک گرین طوطے کو اپنی

طرف متوجہ کرواتی پیار سے چہکتے ہوئے بولی۔

میٹھو کیسے ہو؟۔۔۔ طوطے نے بھی فوراً ماہ پارہ کی

طرف بڑھتے ہوئے اس کے الفاظ دہرائے تھے۔

میٹھو میری نقل مت اتارو۔

میٹھو میلی نقل مت اتالو۔

باہا باشیطان ہو تم بہت۔۔۔ ماہ پارہ پھر سے میٹھو کو  
اپنی نقل اتارتے دیکھ کے گویا ہوئی تھی۔۔

میرا نام ماہ پارہ ہے بلکہ نہیں تمہارے لئے مشکل ہوگا  
میرا پورا نام لینا!!! تم مجھے پارو بول سکتے ہو۔۔۔ ماہ  
پارہ چہک کے بولتی اپنی ایک انگلی پنجرے میں ڈالتی  
میٹھو کو اپنی انگلی پہ بیٹھا گئی تھی۔

پالو!۔۔۔ میٹھو غور سے ماہ پارہ کی بات سننے کے بعد

اسے نام سے پکار گیا۔

اف اللہ!!! میٹھو پالو نہیں پارو!۔۔۔ کتنا آسان نام

ہے! پارو بولوں پارو۔۔۔ ماہ پارہ اپنے گلابی بھرے

بھرے ہونٹوں کو گول گول مروڑتی میٹھو کو صحیح

بولنے کا طریقہ سمجھانے لگی۔

پالو!!!۔۔۔ اتنا سمجھانے کے باوجود بھی میٹھونے پھر

سے وہی نام پکارا تھا۔

ہاہاہا۔۔۔ او کے ٹھیک ہے پالو!!!۔۔۔ ماہ پارہ ہار مانتے  
ہوئے کھلکھلا کے ہنس دی۔ دو صحت مند خرگوش  
ماہ پارہ کے پیروں میں آ کے لپٹے تھے۔ پہلے تو اپنے  
پیروں پہ کچھ نرم و ملائم محسوس کر کے ماہ پارہ ڈر گئی



تھی لیکن پھر نیچے اپنے پیروں میں دو خوبصورت  
سفید خرگوش دیکھ کر وہ کھلکھلاتے ہوئے نیچے جھک  
کر انہیں اپنی بانہوں میں اٹھا گئی۔ ان میں ایک مادہ  
تھی اور ایک نہ تھا۔

کتنے پیارے ہو تم دونوں۔۔۔ ماہ پارہ پیار سے انکے  
چہروں پہ اپنا گال رگڑتی لاڈ سے بولی تھی۔ ان چند

لمحوں میں ماہ پارہ اپنے سارے عم اور تکلیفیں بھول  
گئی تھی۔ وہ ان پرندوں میں اس قدر محو ہو چکی تھی  
کہ وہ اپنی زندگی کی حقیقت بھی بھول چکی تھی۔ وہ  
ایسی ہی تھی سادہ طبیعت لمحوں کو جینے والی لڑکی۔  
اور یہ لمحے خوشی کے تھے جنہیں وہ سب کچھ  
بھولائے بچپن کی طرح انجوائے کر رہی تھی۔

او کے تم آج سے میرے فوسى اور تم فوسى كى  
روپى۔۔۔ ماہ پارہ دونوں خر گوش كو ديكھتى انہیں نام  
دينے لگى تھى۔

اور تم ميٹھو اور وہ تمہارى كو كو۔۔ ميٹھو گول چكر كاٹا  
پالو پالو كى رٹ لگائے ہوئے تھے ماہ پارہ اسے روكتى

اسکی مادہ کا نام بتانے لگی۔ جس پر میٹھو اس کی بات  
سنتا پھر سے اپنے کام میں مگن ہو گیا تھا۔  
دور ہٹو پنجرے سے۔۔۔ یہ کیا صبح صبح نادرا کا دفتر  
کھولا ہوا ہے جو سب کے ناموں کی رجسٹریشن ہو  
رہی ہے۔ کیا انکے قومی شناختی کارڈز بنوانے ہیں؟  
۔۔۔ اچانک ایک رعب دار بلند آواز پیچھے سے آئی

اور ہنستی مسکراتی ماہ پارہ کے اوسان خطا کر گئی تھی۔  
اسکی رعب دار آواز پہ ماہ پارہ کرنٹ کھا کے پنجرے  
سے دور ہٹی تھی۔ وہ اپنے ہاتھوں میں تھا مے دونوں  
خرگوش نیچے چھوڑتی پیچھے مڑی اور پیچھے پوری  
وجاہت کے ساتھ میر غازان لاشاری کھڑے پایا۔  
وہ اتنی صبح کہاں سے آیا تھا؟ کیسے آیا تھا اللہ جانے؟

لیکن جہاں سے بھی ٹپکا تھا ماہ پارہ کی صحت کیلئے مضر  
تھا۔

---

تم یہاں کیا کر رہی ہو؟۔ تمہاری جرات کیسے ہوئی  
میرے پرندوں کے آس پاس بھی پھٹکنے کی؟

’مم !! بتاؤ مجھے؟۔۔۔ ماہ پارہ جو غازان کو یہاں دیکھتے  
ہوئے ابھی تک شو کڈ کیفیت میں تھی، وہ اسکی کسی  
بھی بات کا جواب دیتی جب غازان پھر سے گرجدار  
آواز میں ماہ پارہ سے مخاطب ہوتا اسکی طرف بڑھا  
تھا۔ غازان کو اپنی طرف آتا دیکھ کر ماہ پارہ نے خوف  
سے تھوک نگلا۔ غازان اس وقت بلیک ٹراؤزر اور

ہڈی میں ملبوس تھا جبکہ ماہ پارہ نے گرین کلر کا کرم  
کھدر کا سوٹ پہن رکھا تھا، اسکا دوپٹہ سر سے ڈھلک  
کر شانوں پہ گرا ہوا تھا۔

وہ!۔۔ وہ!!۔۔ میں۔۔ ایسے ہی پرندوں کو دیکھنے آئی  
تھی۔ ماہ پارہ اس کی آواز پہ سہمتی ہوئی غازان سے



نظریں ملائے بغیر مدھم آواز میں اسے جواب دینے  
لگی۔

کس کی اجازت سے تم میرے پرندوں کو نام دے  
رہی تھی؟۔۔۔ شاید غازان اس کا پرندوں کے نام  
رکھنے والا سارا سین دیکھ چکا تھا اس لیے ماتھے پہ لکیروں  
کا جال بچھائے کر خنگلی سے استفسار کرنے لگا۔

خود سے ہی دیئے ہیں میں نے ان کو یہ نام! مجھے یہ  
پرندے اچھے لگے اس لئے ان کو نام دے دیئے  
کیونکہ انسان ہو یا پرندے مجھے بے نام اچھے نہیں  
لگتے۔۔۔ ماہ پارہ اپنی انگلیاں مروڑتے ہوئے  
معصومیت سے غازان کو وجہ بتانے لگی تھی۔

یہ میرے پرندے ہیں اور میری قید میں ہیں، اسلئے یہ  
بے نام ہی رہیں گے بلکل تمہاری طرح!! جس  
طرح تم ساری زندگی میری قید میں رہو گی بے نام  
اور بے وقعت!!۔۔۔ غازان زہر آلود الفاظ کا چناؤ  
کرتا چہرے پہ انا پرستی اور نفرت کے تاثرات سجائے

بولاتھا۔ اسکے سخت الفاظ پہ ماہ پارہ کو واقع میں ہی اپنا

آپ بے مول لگاتھا۔

اگر قدرت نے ہمیں موقع دیا اور ہم آزاد ہو گئے تو

پھر آپ کیا کریں گے؟ تب نہ آپ کے قید خانے کی

مضبوطی کام آئے گی اور نہ ہی اور نہ آپ کا اثر و

ر سوخ۔۔۔ ماہ پارہ اپنے آنسوؤں پیچھے کود جھیلیں بھیلی  
ہوئی آواز میں گویا ہوئی تھی۔

کیا کہا تم نے؟ میری قید سے آزاد ہوگی تم؟ کیا تمہیں  
واقعی ہی لگتا ہے میں تمہیں اتنی آسانی سے رہائی بخش  
دوں گا۔ ایسا وقت آنے سے پہلے ہی میں تمہاری  
ٹانگیں توڑ کے تمہیں زندہ اسی جگہ پہ دفن کر

دونگا۔۔۔ غازان ماہ پارہ کو بازو سے پھینچ کر خود کے  
قریب کرتا اسکا جبرہ اپنے مضبوط ہاتھ کی گرفت میں  
لیتا اسکے چہرے پر تپش سانس میں چھوڑتا ایک ایک  
لفظ چبا کے بولا تھا۔ ماہ پارہ کے الفاظ مانو اسے اندر تک  
سلگائے تھے۔

اہہہ!۔۔ چھوڑیں۔۔ مجھے۔۔ درد۔۔ ہو رہا۔۔ ہے  
۔۔ ماہ پارہا سکی بے رحمی پہ اپنا جبر اچھڑوانے کی  
کوشش کرتی روتے ہوئے بولی تھی۔۔ ماہ پارہا اپنے  
نازک چھوٹے چھوٹے ہاتھوں سے غازان کی کلائی کو  
پکڑتی پیچھے ہٹنے کی تگ و دو کرنے لگی تھی جب  
غازان کی ماہ پارہ کے جلے ہوئے ہاتھ پہ نظر پڑی تو وہ

فوراً اسکے جبرے پہ اپنے ہاتھ کی گرفت ڈھیلی کر  
گیا۔

میری قید سے رہائی چاہیے تمہیں؟ ہم؟؟  
بولو؟؟۔۔۔ غازیان ماہ پارہ کے چہرے پہ نظریں  
جمائے اسکے کان کے پاس غراتا غصے سے استفسار  
کرنے لگا تھا۔



نہیں!!! نہیں!! کہیں نہیں جاؤں گی۔۔ ادھر ہی  
مرو گی!!۔۔۔ ماہ پارہ فوراً سے نفی میں سر ہلاتی ڈر  
کے مارے تابعداری سے بولی تھی جبکہ آنسوؤں پہ  
ضبط ٹوٹا تھا وہ آنکھوں سے نکل کر گلابی گالوں پہ سفر  
کرنے لگے تھے۔ ماہ پارہ کا دوپٹہ کب کاشانوں سے  
سرک کر زمین بوس ہوا تھا۔ غازان اسکے سراپے کی

نرماہٹیں اور دوسو کی سپیڈ سے دھڑکتے دل کی آواز  
اپنے سینے پہ محسوس کر رہا تھا۔ اور اس پہ ظلم ماہ پارہ  
کے گلابی گالوں سے ہو کے سیاہ تل پہ ٹھہرتے آنسو  
، کپکپاتے گلابی ہونٹ اور سرخ ہوتی چھوٹی سی ناک  
غازان لاشاری کا ایمان ایک دفعہ پھر سے ڈگمگانے

لگی تھی۔ ماہ پارہ کے گلابی ہونٹوں پہ پہرے دار کی  
طرح بیٹھا سیاہ تل بار بار غازان کو الجھا رہا تھا۔  
"اسکے رخسار سے ڈھلکتے ہوئے سیاہ تل پہ ٹھہرتے

آنسو

توبہ!! ہم نے شبِ نیم کو بھی شعلوں پہ چلتے دیکھا"

غازان غصے سے اپنی آنکھیں زور سے میچ کے کھولتا ماہ  
پارہ کے آزادی والے الفاظ یاد کرتا ایک دم سے اسکے  
بالائی لب سمیت اسکے سیاہ تل کو اپنے لبوں کی  
گرفت میں لیا گیا تھا۔ غازان ماہ پارہ کے جبرے پہ  
زور بڑھاتا زور سے اسکے سیاہ تل اور بالائی لب کو  
کاٹنے لگا تھا۔ ماہ پارہ اسکی اس اچانک پیش قدمی پر

بوکھلاتی ہوئی اسے کندھوں سے تھام گی۔ غازان چند  
منٹوں میں ہی اپنے دانتوں اور لبوں سے اس کے ہونٹ  
اور تل کوزخمی کر گیا تھا۔

پالو!۔۔۔ پالو!!!۔۔۔ ابھی غازان مزید شدت اختیار  
کرتا اسکی زبان گرفت میں لیتا جب میٹھو نے ماہ پارہ  
پہ جھکے غازان کو دیکھ کر چلانا شروع کر دیا۔ غازان

میٹھو کی آواز سن کے ہوش میں آتا ایک پل میں ماہ  
پارہ کے لبوں کو آزادی بخشا اسے پیچھے دھکیل گیا۔ ماہ  
پارہ اس اچانک افتاد کے لئے تیار نہیں تھی، پیچھے  
دھکیلنے سے اس کے قدم لڑکھڑائے تھے وہ پاس پڑی  
چسیر کا سہارا لیتی خود کو گرنے سے بچا گئی تھی۔ ماہ پارہ  
غازان کے ایسے انداز میں دھتکارنے پر آنسو اپنے

حلق میں اتارتی دوپٹہ زمین سے اٹھا کے خود پہ  
اوڑھتی اندر کی جانب بھاگ گئی جبکہ غازاں بے حس  
بنا سے جاتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔  
پالو!! پالو!!۔۔۔ ماہ پارہ کو جاتے دیکھ کر میٹھو  
نے اسے آواز لگانا ضروری سمجھی۔

شٹ اپ!!۔۔۔ پالو کے چچے، اب اگر تمہاری آواز  
آئی تو گردن مروڑ کے رکھ دوں گا۔۔۔ غازان غصے  
سے میٹھوپہ دھاڑتا شیر کے پنجرے کی جانب بڑھ گیا  
تھا۔

کمینا!!۔۔۔ غازان کے یوں غصہ کرنے پر میٹھو  
نے بھی اسے جواباً ایک خطاب سے نوازا۔ صد شکر



تھا غازان نے سنا نہیں تھا ورنہ سچ میں آج میٹھو کی  
فاتحہ خوانی ہو جانی تھی۔۔ میٹھو کو کچھ ایسے الفاظ  
وریام نے سیکھائے تھے۔ جب بھی میٹھو وریام کی  
بات کا جواب نہیں دیتا تھا تو وہ اسے کمینا بولتا تھا۔  
اسلئے آج غازان کے ڈانٹنے پر وہ اسے بڑے آرام سے  
کمینا بول گیا تھا۔

Oh my, U are looking like a  
Model

تمہیں ماڈلنگ جوائن کرنی چاہیے ایشی، تمہارا فیس  
اور فلر بالکل ماڈلز جیسا ہے۔ کیا کوئی اتنا خوبصورت  
بھی ہو سکتا ہے اگر ہاں تو سارے کا سارا کیسے ہو سکتا

ہے؟۔۔۔ اپنی تصویر پہ اسکا سپلائے پڑتی ایشم سرخ

پڑی۔

ہمارے یہاں اس سب کی اجازت نہیں ہے، یہاں تو  
میں بغیر چادر کے حویلی سے باہر نہیں نکل سکتی اور تم  
ماڈلنگ کی بات کر رہے ہو؟ ہاؤ فنی۔۔۔ ہا ہا ہا۔۔۔ ایشم  
نے زیر لب مسکراتے ہوئے اسے سپلائے دیا۔

اوو بے بی کوئی بات نہیں جب تم میرے پاس ہمیشہ  
کے لئے آ جاؤ گی تب میں تمہیں تمہارے سارے  
شوق پورے کر واؤں گا، تم ایسا کرو اپنی یہ پکچرز  
ڈیلیٹ کر دو، مجھے صرف تمہیں دیکھ کے اپنا دن اچھا  
کرنا تھا جو میں کر چکا ہوں، میں تمہاری پرائیویسی کی  
ریسپیکٹ کرتا ہوں، تمہیں یہ پکچرز اور ویڈیوز چیٹ

سے ڈیلیٹ کر دینی چاہیے۔ دوسری طرف سے  
محبت سے لبریز آواز میں وائس نوٹ آیا تھا۔

"What a gentleman"

اس وائس نوٹ کو سننے کے بعد ایشم ایمپریس ہوتی  
خود سے مخاطب ہوئی۔ وہ مقابل کے میسج کا گھنٹوں  
ویٹ کرتی تھی، جیسے ہی اسکا سپلائے آتا تھا وہ بہت

ڈیسیپر میٹ ہو جایا کرتی تھی اور بھی بھی یہی  
ڈیسیپر لیٹن دوسری طرف سے دیکھنے کو بھی ملتی تھی  
جب ایشم کالج میں ہوتی تھی، ایشم اکثر اس سے کال  
پہ بات کرنے کے لئے کلاس Bunk کر دیا کرتی  
تھی۔ ایشم کے بدلتے رویے اور حرکتوں کو اسکی کافی  
ٹیچرز نے بھی نوٹ کیا تھا، باتوں باتوں میں دوستوں

کی لمپنی چھینج کرنے کا اشارہ بھی کیا لیکن ایشم ڈھیٹ  
بن کے ایک کان سے سن کے دوسرے سے کال  
دیتی۔

مجھے تم پہ پورا بھروسہ ہے یا ایسی باتیں مت کرو،  
میں جانتی ہوں تم سے زیادہ مجھے ریسپیکٹ کوئی نہیں  
دے سکتا۔ ایشم نے بجائے تصاویر اور ویڈیوز

ڈیلیٹ کرنے کے براہمناتے ہوئے مصنوعی خفگی سے  
وائس میسج کیا۔

Ahh baby, Love U

سپلائے میں محبت کا اظہار پڑھتے ایشم شرماتی ہوئی اپنا  
چہرہ تکیے میں چھپا گئی۔



تم مجھے بھی چھوڑو گے تو نہیں شہباز؟۔۔۔ ایشم ایک  
دم سے ایہو شتل ہوتی من میں آیا سوال کرنے لگی۔

Never baby

اللہ کی قسم کبھی نہیں۔۔۔ دوسری طرف سے اس  
قدر مضبوط لہجے میں وائس نوٹ سنتی ایشم کے  
ہو ننوں پہ بڑی سی مسکراہٹ پھیلی تھی۔

ایسی!!!!۔۔۔۔۔ ماہ پارہ نے حیرت کی انتہاء پہ ایشم کو  
پکارا، وہ اسے کھانا دینے آئی تھی لیکن موبائل سے  
آتی کسی لڑکے کی آواز سن کے وہ اپنے قدموں پہ سن  
ہو گئی، ایشم ابھی مزید کوئی میسج کرتی جب ماہ پارہ کی  
آواز اپنے اتنے قریب سے سن کے اپنی آنکھیں

پھیلاتی جلدی سے انسٹا گرام بند کر کے گردن موڑ  
کے اسکی طرف دیکھنے لگی۔

تمہاری جرأت کیسے ہوئی میرے کمرے میں بنا  
دشک کے آنے کی؟۔۔۔ اسے اپنے سر پہ کھڑے  
دیکھ کے ایشم اپنا فون ایک سائیڈ پہ رکھتی غصے سے دبی  
دبی آواز میں غراتی ماہ پارہ سے مخاطب ہوئی۔

میں نے۔۔ ناک۔۔ کیا۔۔ تھا۔۔ لیکن۔۔ تم۔۔  
نے۔۔ کوئی۔۔ جواب۔۔ نہیں۔۔ دیا۔۔ تھا۔۔  
ایشم۔۔ اسے غصہ کرتے دیکھ کے ماہ پارہ دو قدم  
پچھے کی طرف لیتی معصومیت سے لڑکھڑاتے لہجے  
میں بولی۔

اچھا بس ٹھیک ہے! یہاں کھانا رکھ دو اور آئینہ جب  
تک میں اجازت نہیں دوں گی تم میرے کمرے میں  
داخل نہیں ہو گی!!۔۔ ایشم نخوت سے جواب دیتی  
اٹھ کے بیٹھتے ہوئے اپنے بکھرے لمبے بالوں کو  
جوڑے میں باندھنے لگی، اس کے چہرے پہ ماہ پارہ کو

کوئی ملال نہیں دکھاتھا، وہ ایک نامحرم لڑکے سے  
باتیں کرنے کے بعد اتنی مطمئن کیسے ہو سکتی تھی؟  
ایشم! تم ابھی کس سے بات کر رہی تھی؟۔۔۔ ماہ پارہ  
نے کھانے کی ٹرے بیڈ پہ رکھتے خود میں کافی ہمت  
لاتے ہوئے سوال کیا۔ اسکے اتنے ڈائریکٹ سوال پہ  
ایشم کا رنگ فق ہوا لیکن اگلے ہی پل وہ سنبھل گئی۔

کیا مطلب کس سے باتیں کر رہی تھی؟ اکلورس میں  
اپنی دوست سے باتیں کر رہی تھی۔ ایشم لاشاری  
بھڑک اٹھی تھی، اسکا دل کسی سوکھے پتے کی مانند  
لرز رہا تھا لیکن بظاہر چہرے پہ غصیلے تاثرات تھے، وہ  
شہباز سے بات کرتے ہوئے ارد گرد سے اتنی بے  
خبر کیسے ہو جایا کرتی تھی؟

ایشم جو تم کر رہی ہو وہ درست نہیں ہے! پلیز غصہ  
کرنے کی بجائے۔۔۔

شٹ اپ!!! اپنا اچھا برا میں خود جانتی ہوں۔ میری  
ماں بننے کی ضرورت نہیں ہے!۔۔۔ ماہ پارہ کا جملہ  
ابھی مکمل بھی نہیں ہوا تھا جب ایشم اپنے بیڈ سے اٹھ  
کے اسکے مقابل آتی اپنی شہادت والی انگلی اٹھاتے



ہوئے غرائی۔ ماہ پارہ تھوک نکلتے ہوئے اس سے  
فاصلے پہ ہو گئی۔ اسکی آنکھیں نم ہوئی تھیں، یہ اسکی  
ایسی تو نہیں تھی جو اس سے ذرا سی اونچی آواز میں  
بات کرنے کے بعد پیار اور لاڈ سے منایا کرتی تھی، یہ  
تو کوئی اور ہی مخلوق تھی۔  
میں نے خود کسی لڑکے کی آواز۔۔۔

واٹ دا ہیل!! تم الزام لگا رہی ہو مجھ پہ؟۔۔۔ ایشم  
پھر سے اسکی بات کاٹتی مصنوعی حیرانی سے آنکھیں  
پھیلا کے دبی دبی آواز میں چلائی۔  
نہیں الزام نہیں لیکن میں نے۔۔۔

دفعہ ہو جاؤ میرے کمرے سے اور خبردار جو تم نے  
جھوٹی کہانیاں گھڑ کے کسی کے کان بھرے، تم کسی

حقیقت سے واقف نہیں ہو، ضروری نہیں ہے ہر  
آنکھوں دیکھی بات سچ ہو۔۔۔ ماہ پارہ کے سہمنے پہ  
ایشم اس پہ مزید روعب ڈالتے کمرے کے دروازے  
کی طرف اشارہ کرتی اسے یہاں سے جانے کا حکم  
دے رہی تھی۔ ایشم نے اسے ایک بھی جملہ مکمل  
کرنے کا موقع نہیں دیا تھا۔

کیا اتنی نزدیک سے آنکھوں دیکھی اور کانوں سنی  
باتیں جھوٹ ہو سکتی تھیں؟۔۔۔ ماہ پارہ دل میں  
سوچتی افسوس سے ایشم کو دیکھتی اسکے کمرے سے  
بھاگ گئی۔

کیا ہوا گڑیا؟؟۔۔۔۔۔ یزدان جو بالکل ابھی لاؤنچ  
میں داخل ہوا تھا، ماہ پارہ کو بے آواز روتے ایشم کے

کمرے سے نکلتے دیکھ کے ناچاہتے ہوئے بھی اسکی  
طرف بڑھتا نرمی سے سوال کرنے لگا، اس نے کافی  
دفعہ اس لڑکی کو کونوں کونوں میں روتے پایا تھا لیکن  
کبھی مخاطب کرنے کی ہمت نہ پیش آئی، آج وہ  
ساری جھجھک ایک سائیڈ پہ رکھ کے اس سے مخاطب  
ہوا تھا۔ وہ ایشم کی ہم عمر لگتی تھی، اتنی بے تکلفی نہیں

تھی کہ اسے نام سے پکارتا، پہلے تو غاذان اور اسکے  
رشتے کے حوالے سے اسے بھابھی بولنے کا سوچا  
لیکن پھر سیچویشن کو مزید اکورڈ کرنے کی بجائے گڑیا  
بول لیا کیونکہ مقابل غاذان کی من چاہی بیوی نہیں  
بلکہ ایک ونی تھی جسے غاذان نے ابھی تک شاید خود  
بھی بطور بیوی قبول نہیں کیا تھا۔

ک۔ کچھ۔۔ بھی۔۔ نہیں۔۔۔۔۔ یزدان کو ایک دم  
سے اپنے مقابل آتے دیکھ کے ماہ پارہ اپنے آنسو تیزی  
سے صاف کرتی معصومیت سے نفی میں سر ہلا کے  
بولی۔

ایشم نے کچھ بولا ہے؟۔۔۔ اس کے معصوم سے جواب  
پہ یزدان نے نرمی سے اپنا سوال تبدیل کیا۔

ن۔ نہیں۔۔۔۔۔ ماہ پارہ نے نفی میں سر ہلاتے جلدی  
سے جھوٹ بولا۔ یزدان نے مسکرا کے اس موم سی  
گڑیا کی طرف دیکھا جس کی آنکھوں میں نمی جبکہ  
ہو ننٹوں پہ زبردستی کھینچی گئی مسکان تھی۔  
رویا مت کرو پیاری گڑیا۔۔۔ یزدان اس کے سر پہ ہاتھ  
رکھ کے مٹھاس سے بھرپور لہجے میں بول کے اسکی



طرف مدھم سی مسکراہٹ اچھالتا سیڑھیوں کی  
جانب بڑھ گیا، اتنے دنوں میں آج پہلی بار کسی نے ماہ  
پارہ سے اس قدر نرم لہجے میں بات کی تھی، کیا کوئی  
ونی میں آئی لڑکی سے اتنے نرم لہجے میں بات کر سکتا  
تھا؟ اتنی عقیدت سے پیش آ سکتا تھا؟ اس طرح سے  
بھائیوں والا مان دے سکتا تھا جس طرح سے اس نے

اسکے سر پہ ہاتھ رکھ کے دیا تھا؟۔۔ وہ آسودہ سی  
مسکراہٹ ہونٹوں پہ سجا کے حیرانی سے سوچتی اسکی  
غائب ہوتی چوڑی پشت کی طرف دیکھ رہی تھی۔

---

وہ جو کب سے اپنے کمرے میں چھپ کے بیٹھی  
خوف سے ارد گرد دیواروں کو گھور رہی تھی اچانک

سے گیٹ پہ بیل کی آواز سنتی اپنی جگہ سے اچھل  
پڑی۔ یقیناً حد آیا ہوگا! وہ دل میں سوچتی جلدی سے  
دوپٹا اٹھا کے خود پہ اوڑھتی باہر کی جانب بڑھ گئی۔  
ک۔ کون؟۔۔۔ حیات نے ڈائریکٹ دروازہ  
کھولنے سے پہلے پوچھنا ضروری سمجھا۔ اسکی آواز

لڑکھڑارہی تھی، جبکہ ڈر کے باعث ماتھے پہ ٹھنڈے  
پینے آرہے تھے۔

میں ہوں حیات! دروازہ کھولو۔۔ آحد کی آواز سنتے  
ہی اسکی جان میں جان آئی تھی، حیات نے تیزی سے  
دروازہ کھول دیا، آحد کے اندر آنے کی دیر تھی جب  
وہ زور سے اسکے سینے سے لگتی رونے لگی۔

کیا ہوا حیات؟ روکیوں رہی ہو؟۔۔۔ آحد نے  
دروازہ بند کرتے ہی اپنے چہرے سے سیاہ ماسک  
اتارتے حیات کے گرد اپنا بازو حائل کرتے پریشانی  
سے سوال کیا۔ وہ بری طرح سے کانپ رہی تھی۔  
تم۔۔۔ نے۔۔۔ آنے۔۔۔ میں۔۔۔ اتنی۔۔۔ دیر۔۔۔ کر۔۔۔  
دی۔۔۔ آحد!۔۔۔ میں۔۔۔ بہت۔۔۔ ڈر۔۔۔ گئی۔۔۔

تھی۔۔ حیات سمجھتے ہوئے اپنا چہرہ اسکی جیکٹ میں  
گھسیر رہی تھی۔

تم نے جو لسٹ بنا کے دی تھی وہ چھوٹی نہیں تھی  
میری جان! مجھے رات کے اندھیرے میں سب کچھ  
خریدنا تھا۔ میں نے بولا بھی تھا لیٹ ہو جاؤں گا،  
ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے لیکن یہاں تو تم نے

آنسوؤں سے سیلاب لایا ہوا ہے۔۔۔ آحد اسے اپنے  
سینے میں چھپائے آگے کی طرف بڑھ کے ٹیبل پہ  
ساراسامان رکھتا تاسف سے بولا، اسے جب بھی  
راشن یا کوئی بھی سامان خریدنا ہوتا تھا وہ رات کے  
وقت بازار جاتا تھا، چہرے پہ ماسک ہوتا تھا جبکہ  
آئیڈنٹی بالکل چینج۔۔۔ اس نے ابھی تک کہیں بھی

کام تلاش نہیں کیا تھا کیونکہ ابھی اسکے پاس یہاں  
رہنے کے لئے کافی پیسے تھے۔

میرا دل اتنی بری طرح سے دھڑک رہا تھا آحد! تم  
جب بھی باہر جاتے ہو میں پریشان اور بے چین رہتی  
ہوں اس ڈر سے کہ کہیں تم ان سنگدل سرداروں  
کے ہاتھ نہ آ جاؤ۔۔۔ حیات سوں سوں کرتے ہوئے



بولی، آحد نے اسکے گرد اپنے دونوں بازو باندھتے  
نرمی سے اسکی کمر سہلائی تھی۔

جب تک اللہ نہ چاہے کوئی ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا  
حیات۔۔۔ آحد اسکا چہرہ اپنے سینے سے باہر نکال کے  
اسکے ماتھے پہ پیار سے ہونٹ رکھتا نرمی سے بولا۔

مجھے اماں سائیں اور بابا سائیں کی بہت یاد آرہی  
ہے۔۔۔ حیات نے روتے ہوئے ہر روز والا جملہ  
دہرایا، وہ اکیس سال کی ہونے والی تھی لیکن حرکتیں  
اسکی بچوں جیسی تھیں، وہ آحد کی زیادہ تر باتیں سمجھنے  
کی بجائے اپنی ضد پہ اڑی رہتی تھی۔ اور کبھی کبھار تو

اسے اپنے الفاظ سے ہر ٹ بھی کر دیتی تھی لیکن آحد  
اسکا بھولا پن سمجھ کے اسکی باتیں در گزر کر جاتا۔  
حیات تم جانتی ہمارا ان سے ملنا ناممکن ہے، پھر کیوں  
ایسی باتوں سے خود کو اور مجھے تکلیف دیتی ہو؟۔۔  
آحد نے اسکے چہرے کو اپنے ہاتھوں میں بھرتے  
ہوئے اسے بے بسی سے سمجھانے کی کوشش کی۔

میرے سے نہیں رہا جاتا ان کے بغیر۔۔۔ وہ افیت  
سے روتے ہوئے چلائی۔

فارگاڈ سیک حیات تم بچی نہیں ہو! لڑکیوں کو ایک نہ  
ایک دن ماں باپ کا گھر چھوڑنا ہوتا ہے تم کیوں یوں  
رو کر مجھے مینٹلی ڈسٹرب کر رہی ہو؟ میں پریشان  
ہوتا ہوں تمہیں روتے دیکھ کر!!۔۔۔ اسے یوں

ہچکیوں سے روتے دیکھ کے آہ اس کے چہرے سے  
ہاتھ ہٹا کے اپنے بال نوچتا ہوا دبے دبے غصے سے  
بولا، وہ جتنا خود کو اور حیات کو زندگی کی طرف لانے  
کی کوشش کر رہا تھا وہ اتنا ہی اسے پیچھے کھینچتی تھی۔ وہ  
ایک مہینے پہلے والا سیاہ واقعہ یاد نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن  
حیات جب جب روتی تھی وہ اس واقعے کو یاد کرنے

پہ مجبور ہو جاتا تھا، آحد کے غصہ کرنے پہ حیات  
تیزی سے اس سے دور ہو گئی۔

میں تمہیں مینٹلی ڈسٹرب کرتی ہوں؟ کیا کبھی  
میری زہنی حالت کا اندازہ لگایا ہے تم نے آحد؟ میں  
ایک ایسے شوہر کی بیوی ہوں جو ایک سردار کے بیٹے  
کا قاتل ہے! چاہے وہ قتل سیلف ڈیفنس میں ہوا تھا

لیکن پورا ڈیرہ غازی خان تمہیں قاتل مانتا ہے آحد!  
کیا مجھے یہ سوچ پریشان نہیں کرتی اگر تم لاشاریوں  
کے ہاتھ لگ کے تو میرا کیا ہوگا؟ اگر انہوں نے  
تمہیں دیکھتے ہی قتل کر دیا تو حیات کے زندہ رہنے کا  
مقصد ختم ہو جائے گا، اس قدر ذہنی ٹینشن کا شکار  
ہوتے ہوئے بھی اگر میں اپنے ماں باپ کو یاد نہ

کروں تو کیا کروں؟۔۔۔ حیات روتے ہوئے چیخ  
اٹھی، پورا دن ایک گھر میں خوف سے بند رہنا آسان  
کام نہیں تھا۔

تم نے وعدہ کیا تھا حیات، ہم اس ٹاپک پہ مزید بات  
نہیں کریں گے! ہم نے جانتے ہماری تقدیر میں کیا  
لکھا ہے۔۔۔۔۔ احد شکوے سے بولا، وہ پوری دنیا کے



منہ سے خود کے لئے قاتل لفظ سن سکتا تھا لیکن  
حیات کے منہ سے یہ لفظ اسے بری طرح سے چھبا  
تھا۔

ہر چیز کو بھول جانا اتنا آسان نہیں ہوتا آحد، مجھے کبھی  
کبھی لگتا ہے میں نے تم سے محبت کر کے اپنی زندگی  
کی سب سے بڑی غلطی کی ہے۔ میری بد قسمتی یہ ہے

کہ مجھے قاتل اور مقتول کی بہنوں کی بددعا ہے، شاید  
اسی لئے میں ابھی تک سکون میں نہیں ہوں! وہ  
دونوں ضرور مجھے بددعاؤں میں یاد رکھتی ہوں گی  
کیونکہ میری وجہ سے ان کے بھائی چھن گئے۔۔۔  
حیات اپنے آنسو رگڑ کے صاف کرتی غم و غصے کی  
کیفیت میں جو منہ میں آئے بولتی ہوئی اپنے کمرے

کی جانب بڑھ گئی۔ آحد نم آنکھوں سے اسے کمرے  
میں بند ہوتے دیکھ رہا تھا، نہ وہ ایک اچھا بیٹا بن پایا تھا،  
نہ بھائی اور نہ ہی محبوب۔۔ آحد گہری سانس بھرتا  
اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرتے آنسو پیچھے کی طرف  
دھکیلنے لگا۔ اس نے ٹیبل سے کھانے کے شاپراٹھا  
کے کچن کہ طرف قدم بڑھائے تھی، حیات نے

دوپہر سے کچھ نہیں کھایا تھا، وہ پلیٹوں میں کھانا نکال  
کے پانی کا جگ بھرتا سنجیدگی سے اپنے کمرے کی  
طرف بڑھ گیا۔ پیر کی ٹھوکر سے کمرے کا دروازہ  
کھولتے ہی نظریں حیات کی طرف اٹھیں جو اس  
درمیانے سائز کے بیڈ پہ اوندھے منہ گری رونے  
میں مصروف تھی۔

اٹھ کے کھانا کھا لو پھر اپنی زندگی کی سب سے بڑی  
غلطی کو رو لینا۔۔۔ آحد نے بیڈ پہ کھانے کی ٹرے  
رکھتے سنجیدگی سے حیات کو مخاطب کیا۔ روتی ہوئی  
حیات نے نچلا لب دانتوں تلے دباتے اپنے کچھ دیر  
پہلے بولے کئے جملے پہ خود کو کوسا، شاید وہ کچھ زیادہ  
بول گئی تھی۔

مجھے بھوک نہیں ہے۔۔ حیات نے سوں سوں  
کرتے ہوئے جواب دیا، آحد نے اسکا جواب سنتے ہی  
اسے بازو سے پکڑ کے اپنی طرف کھینچا، وہ سنجیدگی  
سے اسکے روئے روئے چہرے کو دیکھتا اسکے وجود  
سے دوپٹا اتار کے دورا اچھال گیا۔

لیکن مجھے بہت بھوک لگ رہی ہے، اگر تم چپ  
چاپ میرے ساتھ بیٹھ کے کھانا نہیں کھاؤ گی میں  
آج واقعی ہی تمہیں ڈنر سمجھ کے کھا جاؤں گا اور  
میرے کھانے کا انداز اس قدر شدت سے بھرپور ہو  
گا کہ تمہاری چخیں اس کمرے کی دیواروں سے ٹکڑا  
کے واپس آ جائیں گی کیونکہ تمہیں یہاں مجھ سے

بچانے کوئی نہیں آئے گا!۔۔ آحد اس پہ اپنا چہرہ جھکا  
کے اسکے دوپٹے سے ندارد سراپے پہ بے باکی سے  
اپنے ہاتھ پھیرتا گھمبیر آواز میں بولتے ہوئے حیات  
کے گال سرخ کر گیا۔ حیات نے سٹپٹاتے ہوئے  
جلدی سے اسکے ہاتھ اپنے وجود کے نازک خدو خال  
سے ہٹانے کی کوشش کی جس پہ وہ جھک کے اسکی



شہ رگ پہ اپنے دانت گاڑ گیا، اسکے انداز میں غصہ تھا  
جو شاید اسکی کچھ دیر پہلے بولی گئی باتوں کے باعث آیا  
تھا۔

آہہ۔۔ حیات نے سسکی بھرتے ہوئے اسکی سیاہ  
جیکٹ اپنے ہاتھ کی مٹھی میں دبوچی۔

م۔ مجھے۔۔ بھو۔۔ بھوک۔۔ لگ۔۔ رہی۔۔ ہے۔۔  
اسے شدت سے اپنی گردن سک کرتے دیکھ کے  
حیات اسکی جیکٹ جھنجھوڑتی بھوکھلاتے ہوئے بولی،  
آحد اس سے دور ہوتا ہے تاثر انداز میں اسکی طرف  
دیکھتے اسے بازو سے پکڑ کے ٹھیک سے بٹھانے لگا۔

خاموشی سے کھانا کھاؤ۔۔۔ آحد سنجیدگی سے بولتا  
چھوٹا سا نوالہ بنا کے اسکے لبوں کے قریب کر گیا،  
حیات نے اسکے چہرے کی غیر معمولی سنجیدگی نوٹ  
کرتے ناک سکوڑتے ہوئے نوالہ منہ میں ڈالا۔ آحد  
خود کھانے کی بجائے یو نہیں چھوٹے چھوٹے نوالے بنا  
کے حیات کو کھلا رہا تھا، اس نے خود ابھی تک ایک

بھی نوالہ منہ میں نہیں ڈالا تھا، شاید اس کا موڈ خراب  
ہو چکا تھا، کم از کم حیات نے تو یہی اخذ کیا تھا۔  
تم۔۔ بھی۔۔ کھالو۔۔ حیات نے اسکا اپنی طرف  
بڑھایا ہاتھ پکڑ کے واپس سے اسکے لبوں کی طرف  
موڑا۔

مجھ سے محبت کر کے اپنی زندگی کی سب سے بڑی  
غلطی تم پہلے ہی کر چکی ہو حیات، اب رات کے اس  
وقت مجھے لاڈ دیکھا کے دوسری غلطی بالکل مت کرنا  
ورنہ۔۔۔ آہ ابھی سپاٹ انداز میں اپنا جملہ مکمل کرتا  
جب حیات اسکی بات کاٹ گئی۔

ورنہ کیا؟ پھر سے ڈانٹو گے مجھے؟۔۔ حیات اپنے اور  
اسکے درمیان سے کھانے کی ٹرے دور کرتی اسکے  
سینے سے لگتے ہوئے لاڈ اور خفگی کے ملے جلے  
تاثرات سے بولی۔ احد نے بجائے جواب دینے کے  
اپنے ہاتھ میں موجود آخری نوالہ اسکی طرف بڑھایا،  
حیات اسکی ڈھیٹائی پہ یہ نوالہ منہ میں ڈالنے کے

ساتھ ساتھ جان بوجھ کے اسکی انگلیوں پہ اپنے  
موتیوں سے دانت گاڑ گئی۔ آحد کو کوئی ریکشن نہ  
دیتے دیکھ کے وہ اسکے سینے سے سراو پر کواٹھا کے  
اسکے سنجیدہ چہرے کو دیکھ کر ہنستی ہوئی اسکی گود میں  
بیٹھ کے اسکی گردن کے گرد اپنے ہاتھوں کا ہار باندھ  
گئی۔

اب نہیں کرتی۔۔۔ وہ اس کے سر کے ساتھ اپنا سر  
جوڑتی معصومیت سے بولتی سیاہ آنکھوں میں پھر سے  
آنسو لے آئی۔

نہیں میں تمہاری زندگی میں آنے والی سب سے بڑی  
غلطی ہوں، تمہیں میرے ساتھ ایسا ہی سلوک کرنا  
چاہیے۔۔۔ آج اس دفعہ بجائے پگھلنے کے بیڈ کراؤن



کے ساتھ ٹیک لگاتا سنجیدگی سے بولا، ابھی کہ اسے  
اپنی گود میں بیٹھے دیکھ کے دل اچھل کے حلق میں آیا  
تھا۔ اسے اس کے ان الفاظ سے کافی ہرٹ ہوا تھا  
لیکن وہ اسکی زہنی حالت بھی سمجھ رہا تھا۔  
نہیں! وہ تو منہ سے نکل گیا تھا آحد۔ معاف کر دو نا،  
اب نہیں کروں گی پکا۔۔۔ حیات اپنا گال اسکی

لھنی بئیر ڈ کے ساتھ رگڑتی لاڈ سے بول رہی تھی،  
ایک یہی انسان تھا جسے وہ ڈانٹ بھی لیتی تھی اور اسکی  
ڈانٹ بھی سن لیتی تھی۔

اچھا تو پھر زبان کو لگام میں دوں یا خود لگاؤں  
گی؟۔۔۔ آہ اسے ایک دم سے اپنی گود سے تکیے پہ  
گرا کے خود اسکے اوپر آتا بو جھل آواز میں دانت پیس

کے پوچھنے لگا، اسکا انداز زو معنی تھا، وہ بجائے جواب  
دینے کے لاڈ سے اسکی گردن میں چہرہ چھپا گئی۔ آحد  
نے اسکا چہرہ اپنی گردن سے نکال کے خود کے مقابل  
کرتے اسکے لبوں کو اپنے ہونٹوں سے وا کرتے اسکی  
زبان نرمی سے اپنے دانتوں میں جکڑ لی، اسکی بے  
باک رکے پہ حیات کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ

ہوئی، وہ تھوک نگلتے ہوئے آحد کی طرف دیکھ رہی  
تھی جو اپنی پوری شدت سے اسکی زبان کی نمی اپنے  
ہو نوٹوں سے چنتے اسکے سر اُپے پہ ہاتھ پھیر رہا تھا۔  
حیات اس کی قربت میں کچھ پل کے لئے ساری زہنی  
ٹینشن بھول گئی تھی، وہ شرماتی ہوئی آحد کی شدت  
برداشت کرنے لگی، آحد اسکے ہو نوٹوں پہ اپنی منمائی

دیکھا کے انہیں آزادی بخشا اسکے پہلو سے اسکی قمیض  
ہٹانے لگا۔

آ۔۔ آحد۔۔ حیات نے بھوکھلاتے ہوئے اسکا ہاتھ  
تھاما، اسے اپنے ہونٹوں اور زبان پہ بری طرح سے  
جلن محسوس ہو رہی تھی۔ آحد اس سے اپنا ہاتھ  
چھڑوا کے اسکے پیٹ سے قمیض ہٹاتے جھک کے اسکی

ناف پہ دانت گاڑتا اپنے ہاتھ اسکی قمیض کے اندر سر کا  
رہا تھا، اپنی زبان سے اسکے بیلی بٹن کے ساتھ چھیڑ  
چھاڑ کرتے وہ حیات کو مچلنے پہ مجبور کرتا اوپر کی طرف  
ہاتھ سرکاتے اسکے نازک خدو خال کی نزاکت  
محسوس کرنے لگا۔ حیات مچلتی ہوئی سسکیاں  
بھرتے اس میں چھپ رہی تھی، اپنی ذرا سی

جسارتوں پہ حیات کو یوں منہ چھپاتے دیکھ کے آحد  
مسکراتا ہوا اس پر سے اٹھ گیا۔

اسی لئے بول رہا تھا مجھے رات کے اس وقت مت  
چھیڑا کرو۔۔۔ وہ حیات کے گلابیاں بکھیرتے چہرے  
کو اپنی نظروں میں بسا کے گھمبیر آواز میں بولتا اس کی  
قمیض درست کرتے ہوئے اب کھانے کے برتن

اٹھارہا تھا، حیات میں اتنی ہمت نہیں تھی اس بے  
شرم انسان کو بول دے کہ کھانا کھا لو ورنہ کوئی بعید  
نہیں تھی وہ پھر سے اسے کھانا شروع کر دیتا۔ کمرے  
سے باہر نکلتے آ حد کے تاثرات پھر سے پہلے جیسے ہو  
کئے تھے، پریشان، سنجیدہ، بے بس !!

---



تشنگی یار۔۔۔ قسط 18

از قلم۔۔۔ علیشہ خان

ایک مہینے بعد:

کیا ہوا؟ اداس کیوں ہو؟۔۔۔ ماہ پارہ جو روز کے

معمول کی طرح رات کو سونے سے پہلے شاہ

جہاں بیگم کے پیر و بار ہی تھی، اسکے چہرے پہ  
آج حد سے زیادہ ادا سی دیکھتے وہ بے ساختہ اس  
سے اسکی ادا سی کی وجہ پوچھ بیٹھیں، ان کے لہجے  
میں نرمی محسوس کرتے ماہ پارہ نے تعجب سے ان  
کی طرف دیکھا، آج ان کا لہجہ ہمیشہ کی طرح بے

تاثر نہیں تھا بلکہ آج ان کے لہجے کے ساتھ ساتھ

چہرے پہ بھی نرم گرم تاثرات تھے۔

ن۔ نہیں۔۔ م۔ میں۔۔ تو۔۔ نہیں۔۔۔ ماہ پارہ

اپنے آنسو پیچھے کی طرف دھکیلتی نفی میں سر ہلا

کے معصومیت سے جواب دے رہی تھی لیکن

لہجہ بے ثبات تھا۔

کھانا کھا لیا تم نے؟۔۔۔ شاہ جہاں بیگم نے روز  
والا سوال دہرایا، وہ اس گول مٹول سی لڑکی کو  
کبھی بھوکا نہیں رہنے دیتی تھیں، اکثر اوقات  
اس سے کھانے کے بارے میں پوچھتی رہتی  
تھیں لیکن لہجہ لاپرواہ سا ہوتا تھا۔ آج ان کے  
لہجے میں فکر تھی۔

ہم۔۔ کھا لیا۔۔۔ ماہ پارہ نے کیلی سانس اندر کی  
طرف کھینچتے لبوں پہ غمگیں مسکراہٹ سجا کے  
جواب دیا، اسے بہت اچھا لگتا تھا شاہ جہاں بیگم  
اسکے کھانے کا خیال رکھتی تھیں، جبکہ جہاں آرا  
بیگم کا بس نہیں چلتا تھا وہ اس پر کھانا پین کر

دیتی۔

وری کے جانے کے بعد میں سکون کی نیند نہیں  
سو پاتی تھی لیکن جس روز سے تم نے میرے پر  
دبانا شروع کئے ہیں، میں بہت سکون کی نیند  
سوتی ہوں۔۔ شاہ جہاں بیگم اسکے معصوم سے  
چہرے پہ نظریں جما کے آسودگی سے بولیں۔ ماہ  
پارہ معصومیت سے اپنی ایش گرین آنکھیں پھیلا

کے کنفیوز سی انکی طرف دیکھنے لگی، وہ آج پہلی  
دفعہ اس سے یوں باتیں کر رہی تھیں، ورنہ ان کا  
لہجہ ٹوڈا پوائنٹ ہوتا تھا، اسی لئے ماہ پارہ کو سمجھ  
نہیں آرہی تھی وہ کس طرح سے کیا جواب

دے۔

مجھے اماں سائیں کے پیر دبانے کی عادت تھی اسی  
لیے جب بھی آپ کے پیر دباتی ہوں مجھے یوں  
محسوس ہوتا ہے جیسے اماں سائیں کے پیر دبارہی  
ہوں۔۔۔ ماہ پارہ نے نم آنکھوں سے ان کے پیر  
دباتے ہوئے جواب دیا، اسکا لہجہ بھیگ رہا تھا۔



تمہیں اپنی ماں کے پیردبانے کی عادت تھی اور  
مجھے اپنے وری کے بالوں میں ہاتھ پھیرنے کی!  
عادتیں بہت جان لیوا ہوتی ہیں۔۔ شاہ جہاں بیگم  
آنکھیں موندتی افیت سے بولیں۔ ان کے لہجے  
کی افیت کے مقابلے میں ماہ پارہ کو اپنا دکھ بہت  
کم لگاتھا، اسکے ماں باپ تو آج بھی حیات تھے

جنہیں وہ ہر روز یاد کر کے رو لیا کرتی تھی، ان  
سے ملنے کی دعائیں مانگ لیتی تھی لیکن اس ماں کا  
تو لختِ جگر قبر میں دفن تھا، وہ اسے کس دل سے  
یاد کرتی ہوں گی؟ کس دل سے اس سے ملنے کی  
دعائیں مانگتی ہوں گی؟

آپ وری ادا سے زیادہ پیار کرتی تھیں یا غاذان  
سے؟۔۔ ماہ پارہ نرمی سے ان کے پیر سہلاتے  
ہمت کرتے ہوئے سوال کرنے لگی، اسے لگا  
شاید وہ اس وقت اپنے بیٹے کے متعلق باتیں کر  
کے اپنا دل ہلکا کرنا چاہ رہی ہیں۔

ماں باپ کا پیار ساری اولادوں کے لئے سانچھا  
ہوتا ہے، ہاں میرا دونوں کو پیار کرنے کا طریقہ  
مختلف تھا، وری کو ہر وقت مجھے لاڈ دیکھا کے پیار  
بٹورنا ہوتا تھا، پورے دن کا آدھا وقت میری گود  
میں سر رکھ کے گزارنا ہوتا تھا بالکل بچپن کی  
طرح جبکہ غاذان اس سے بالکل مختلف ہے، وہ

سنجیدہ ہے، اس میں پچپناڈھونڈنے سے بھی  
نہیں ملتا، وہ پیار بٹورنے کی بجائے جتنا جانتا  
ہے۔۔ شاہ جہاں بیگم نے نرمی سے اس کے  
سوال کا جواب دیا، البتہ آواز ان کی بھیگی ہوئی  
تھی۔

اور ایشم؟۔۔۔ ماہ پارہ نے جس سے پوچھا، وہ  
آج کل ایشم کی حرکتوں کو لے کر بہت پریشان  
رہتی تھی، اس نے کئی دفعہ اس سے بات کرنا  
چاہی تھی لیکن وہ ہمیشہ اسے جھڑک دیتی۔  
ایشم بدل گئی ہے، وہ جس طرح وری کے ساتھ  
مل کے رونق لگاتی تھی اس کے جانے کے بعد اپنے

کمرے کی ہو کر رہ گئی ہے۔ میں چاہتی ہوں وہ  
میرے پاس بیٹھ کے وقت گزارے لیکن وہ  
شاید ماں کے پاس دو گھڑی بیٹھنا بھول گئی ہے۔۔  
شاہ جہاں بیگم ادا سی سے بولیں، وہ نجانے کیوں  
اپنے دل کی کیفیات اس ونی میں آئی لڑکی کو سنا  
رہی تھیں؟ شاید اس لئے کیونکہ اس مشکل

وقت میں ایشم کی بجائے ماہ پارہ ان کے قریب ہو  
گئی تھی، وہ ان کا ہر کام شوق، احترام اور لگن سے  
کیا کرتی تھی۔ کبھی ان کی ڈانٹ کا بھی برا نہیں  
مانتی تھی، روز رات کو پیر دباتی تھی، غم بانٹ دیا  
کرتی تھی۔ ان کی دواؤں کا خیال رکھتی تھی۔ ہر  
وہ کام کرتی تھی جو ایک سلجھی ہوئی بیٹی کو کرنے



چاہیے۔۔ ماں باپ چاہے جتنے مرضی امیر ہوں  
انہیں ملازموں سے زیادہ اپنی اولاد کا وقت درکار  
ہوتا ہے، وہ چاہتے ہیں ان کی اولاد ان کی کثیر  
کرے بالکل اسی طرح جس طرح ماں باپ  
بچپن میں اولاد کی حفاظت کرتے ہیں۔

آپ رور ہی ہیں؟۔۔۔ ان کے جڑیوں ذودہ  
عارض پہ آنسو گرتے دیکھ کے ماہ پارہ ان کے پیر  
چھوڑ کے ان کے قریب ہوتی معصومیت سے  
پوچھنے لگی۔ شاہ جہاں بیگم نے اپنی آنکھیں وا  
کرتے اسکے پریشان چہرے کی طرف دیکھا، وہ

ان کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کے کافی فکر مند  
نظر آتی تھی۔

ہم! مجھے وری کی یاد آرہی ہے۔۔۔ وہ اپنا غم  
چھپائے بغیر بے آواز روتے ہوئے بھیگی آواز  
میں بولیں۔ ماہ پارہ کو سمجھ نہیں آرہی تھی انہیں

کیسے خاموش کروائے اسی لئے وہ خود بھی رونا  
سٹارٹ کر گئی۔

تم کیوں رو رہی ہو؟۔۔۔ اسے ہچکیوں سے  
روتے دیکھ کے شاہ جہاں بیگم اپنا رونا بولتی  
چونک کے اس کے رونے کی پوچھنے لگیں۔

کیونکہ۔۔ آپ۔۔ رو۔۔ رہی۔۔ ہیں!۔۔۔ ماہ  
پارہ اپنے آنسو صاف کرتی معصومیت سے ہچکی  
لیتے ہوئے بولی، شاہ جہاں بیگم کو بے ساختہ ہنسی  
آئی تھی، وہ روتے روتے ہنس دیں۔ انہیں اس کا  
یہ ایکٹ بے حد کیوٹ لگا تھا۔

آپ کیوں ہنس رہی ہیں؟۔۔۔ ماہ پارہ نے رونا

بند کرتے حیرانی سے ان سے سوال کیا۔

کیونکہ تم رورہی ہو۔۔۔ شاہ جہاں بیگم نے ہنوز

ہنستے ہوئے جواب دیا۔

جب جب میں روؤں گی آپ یونہی ہنسیں

گی؟۔۔۔ ماہ پارہ نے بظاہر خفگی سے سوال کیا جبکہ

دل میں ان کے ہنسنے سے کافی خوش ہوئی تھی۔  
اسکے معصومیت اور خفگی سے ملے جلے تاثرات  
سے کئے کئے سوال پہ شاہ جہاں بیگم یو نہی اسکا  
رکیشن دیکھنے کے لئے ہاں میں سر ہلا گئی۔  
اچھا! اگر ایسی بات ہے تو پھر میں آپ کو روزرو  
کے دیکھاؤں گی اور آپ مجھے ہنس کے دیکھائیں

گی! پٹلی پر اس؟۔۔۔ ماہ پارہ اپنے بائیں نرم و  
ملائم ہاتھ سے ان کے آنسو صاف کرتی دائیں  
ہاتھ کی چھوٹی انگلی ان کی طرف بڑھاتی چہک  
کے بولی، وہ اب رونا چھوڑ کے ان سے ڈیل ڈن  
کر رہی تھی۔ شاہ جہاں بیگم اس معصوم سی لڑکی  
کو دیکھ کے رہ گئی، جو ہر روز رونے کو تیار تھی



صرف ان کے چہرے پہ ہنسی بکھیرنے کے لئے؟

شاہ جہاں بیگم کو یہ لڑکی اپنے دل کے بہت  
قریب لگتی تھی، وہ چاہ کے بھی کبھی اس پہ ظلم نہ

کر پائیں۔ ہاں انہوں نے اس پہ روعب جھاڑا  
تھا، اسکی ڈیوٹیاں آئے روز بڑھائی تھیں (جہاں  
آرا بیگم کے کہنے پہ)، اسے حویلی کے فالتو کمرے

میں رہنے کو جگہ دی تھی لیکن ابھی ہاتھ نہیں  
اٹھایا تھا۔

کیا تم واقعی ہی اتنی معصوم ہو یا میرے سامنے بنتی  
ہو؟۔۔۔ شاہ جہاں بیگم نے الجھے تاثرات سے  
سوال کیا، وہ واقعی ہی اسکے اتنے شفاف دل اور  
معصومانہ انداز پر پریشان تھیں، ان کے سوال پر

ماہ پارہ کی مسکراہٹ غائب ہوئی، اسکی آنکھوں  
میں نمی آئی تھی، کیا یہ بھی اپنے بیٹے کی طرح  
اسکے ایکشنز کو ایکٹنگ کا نام دے رہی تھیں؟

کیا آپ کو بھی ایسا لگتا ہے میں بناوٹی ہوں؟۔۔ ماہ  
پارہ اپنے ہاتھ پیچھے کی طرف کرتی تکلیف سے  
شاہ جہاں بیگم سے سوال کرنے لگی، اسے شاہ

جہاں بیگم کا سوال افیت سے دوچار کر گیا تھا  
کیونکہ وہ ان کے ساتھ بہت مخلص تھی اور جس  
کے ساتھ ہم مخلص ہوتے ہیں ان کی ذرا سی بے  
اعتباری ہمیں بری طرح سے تکلیف میں مبتلا  
کرتی ہے۔

میں تو صرف پوچھ رہی ہوں؟۔۔۔ اسکی  
آنکھوں میں آنسو دیکھ کے شاہ جہاں بیگم نے  
نار مل لہجے میں سوال کیا، وہ نہیں جانتی تھیں ان  
کا چھوٹا سا سوال اسے ہرٹ کر جائے گا۔  
میں جاتے ہوئے لائٹس آف کر دوں یا آپ دیر  
سے سوئیں گی؟۔۔۔ ماہ پارہ ان کے سوال کا

جواب دینے کی بجائے بیڈ سے نیچے اترتی بھیگی  
آواز میں پوچھنے لگی، وہ اپنے آنسو ضبط کر رہی  
تھی۔

کیا تم خفا ہو رہی ہو؟۔۔۔۔۔ اسے چپل پہنتے دیکھ  
کے شاہ جہاں بیگم نے اسکا نرم و ملائم ہاتھ اپنے  
ہاتھ سے تھامتے نرمی سے سوال کیا۔

ن۔ نہیں تو!!!۔۔۔ انہیں نرمی سے اپنا ہاتھ  
پکڑتے دیکھ کے ماہ پارہ چو نکلتے ہوئے ان کی بات  
کی نفی کر گئی، کیا اس کے پاس ان سے خفا ہونے  
کا کوئی حق تھا؟

یہاں بیٹھو!۔۔۔ شاہ جہاں بیگم نے اسے نرمی  
سے اپنے پاس بیٹھایا، ماہ پارہ اچھنبے سے ان کی

طرف دیکھ رہی تھی۔

مجھے تمہاری معصومیت پہ شک نہیں ہے، میں  
نے آج تک تم جیسی شفاف لڑکی نہیں دیکھی جو  
بنا کسی غرض کے مخلص ہو، اسی لئے میں نے وہ  
سوال پوچھ لیا جو نہیں پوچھنا چاہیے تھا۔ تم مجھ  
سے خفا مت ہو۔ شاہ جہاں بیگم نے شاید ہی



بھی کسی کو یوں تفصیل دی ہو جس طرح سے وہ  
آج ماہ پارہ کو تفصیل دیتی اسکی خفگی دور کرنا چاہ  
رہی تھیں، ماہ پارہ اتنے پروٹو کول پہ ششدر سی  
ان کی طرف دیکھنے لگی۔

کیا آپ کو میرے خفا ہونے سے فرق پڑا  
تھا؟۔۔۔ ماہ پارہ نے چہکتے ہوئے سوال کیا، کون

سی خفلی؟ کیسی خفلی؟

کیا تمہیں میرے رونے سے فرق پڑتا ہے؟۔۔۔  
شاہ جہاں بیگم نے اس کے سوال کا جواب دینے کی  
 بجائے اپنا سوال داغا۔

ہمم۔۔۔ بہت زیادہ۔۔۔ میں آپ کو خوش دیکھنا  
 چاہتی ہوں کیونکہ اگر میں کسی کو روتے دیکھ لوں

مجھے خود کو رونا آ جاتا ہے۔۔ ماہ پارہ نے بے حد

معصومیت سے جواب دیا۔

تم مجھے خوش کرنے کے لئے کیا کر سکتی ہو؟۔۔

شاہ جہاں بیگم نے اس کے معصوم چہرے کو نظروں

کے حصار میں لئے اگلا سوال داغا۔

جو آپ بولیں! صبح میں آپ اور میں باہر پرندوں  
کے ساتھ وقت گزارا کریں گے، دوپہر میں ہم  
دونوں چھم چھم کھیلیں گے اور رات میں  
آپ کو روکے دیکھاؤں گی جس کے بدلے آپ  
مجھے ہنس کے دیکھائیں گی! کیسا؟۔۔۔ ماہ پارہ  
اپنے ہاتھ سے چٹکی بجا کے پورے دن کا ٹائم ٹیبل

تیار کرتی معصومیت سے پر عزم ہوتے شاہ جہاں  
بیگم کی رائے لینے لگی جنہوں نے افسوس سے  
ہنستے ہوئے اپنے سر پہ ہاتھ مارا تھا۔ وہ دل میں  
نجانے کون سے پلان بنا رہی تھی اور یہ لڑکی  
بچوں کی طرح "چھم چھم" بول کے ان کے  
سارے پلان پہ پانی پھیر گئی تھی۔ ماہ پارہ

خوشگوارى سے انہیں ہنستے ہوئے دیکھ رہی تھی  
لیکن پھر انہیں ساتھ ہی افسوس سے سر پکڑتے  
دیکھ کے معصومیت سے ان کی طرف دیکھنے لگی،  
کیا وہ کچھ زیادہ بول گئی تھی؟

کتنے سال کی ہو تم؟۔۔۔ اسے خاموش ہوتے  
دیکھ کے شاہ جہاں بیگم نے آنکھوں کو چندھیا

کرتے ہوئے سوال پوچھا۔

اس مہینے کے شروع میں بیس سال کی ہوئی تھی

لیکن آپ نہیں مانیں گی!۔۔۔ ماہ پارہ ہونٹ

لٹکاتی ناک سکوڑتے ہوئے بولی۔

اور میں کیوں نہیں مانوں گی؟۔۔۔ شاہ جہاں

بیگم نے جواب دینے کی بجائے مسکراتے ہوئے

## سوال کیا۔

کیونکہ سب کہتے تھے میں اپنی صحت کی وجہ سے  
اپنی عمر سے بڑی لگتی ہوں، کیا آپ کو بھی میں  
بہت زیادہ موٹی لگتی ہوں؟۔۔۔ ماہ پارہ نے اپنا  
گول مٹول چہرہ پھولاتے ہوئے شاہ جہاں بیگم کی  
وجہ بتانے کے ساتھ ساتھ سوال پوچھا۔ شاہ



جہاں بیگم کو آج معلوم ہو رہا تھا اسکے منہ میں  
زبان بھی ہے ورنہ وہ تو انہیں خاموش طبیعت  
لڑکی لگتی تھی، خیر اسکا پٹر پٹر بولنا شاہ جہاں بیگم  
کو اچھا لگ رہا تھا، یہ لڑکی شاید کسی کے ساتھ بھی  
جلدی ایڈ جسٹ ہو جاتی تھی۔ اپنی معصوم

حرکتوں کے باعث شاہ جہاں بیگم کو وہ اسکی عمر  
سے کم کی لگ رہی تھی۔

نہیں زیادہ موٹی تو نہیں ہو، تم گول مٹول اچھی  
لگتی ہو۔ شاہ جہاں بیگم نے اسکے سراپے پہ ایک  
نظر ڈال کے صاف گوئی سے اسکی بات کا جواب  
دیا۔ ان کی تعریف پہ ماہ پارہ کے گلابی گال سرخ

ہوئے تھے، وہ شرمیلی سی مسکراہٹ سے ان کی  
طرف دیکھنے لگی۔ اسکے لال ہونے پہ شاہ جہاں  
بیگم کو پھر سے ہنسی آرہی تھی لیکن وہ ضبط کر  
گئی۔

تم نے ابھی بولا تم مجھے خوش کرنے کے لئے کسی  
بھی حد تک جاؤ گی؟۔۔ شاہ جہاں بیگم نے

سنجیدگی سے اسے یاد دلایا جس پہ ماہ پارہ بھی  
سنجیدہ ہوتی زور سے ہاں میں سر ہلانے لگی۔ اسے  
ان کے ساتھ باتیں کر کے بہت اچھا لگ رہا تھا،  
اس نے تو خواب میں بھی نہیں سوچا تھا غاذان کی  
ماں اتنی سویٹ ہوگی۔

کیا تم مجھے چھوٹا ساوریام دو گی؟۔۔۔ اسے پوری  
طرح سے اپنی طرف متوجہ ہوتے دیکھ کے شاہ  
جہاں بیگم کب سے دل میں سوچی گئی بات بالآخر  
زبان پہ لے آئی۔ ماہ پارہ نے نا سمجھی سے آنکھیں  
پھیلاتے ہوئے ان کی طرف دیکھا۔

چھوٹے سے وری ادا کہاں سے ملیں گے؟ میں  
سمجھی نہیں؟۔۔۔۔۔ ماہ پارہ انہی کی طرح  
رازداری سے سوال کرنے لگی، اسے واقعی ہی ان  
کے جملے کی سمجھ نہیں آئی تھی، اس کے سوال پہ  
شاہ جہاں بیگم کا دل کیا اپنا سر پیٹ لیں۔

کل غازی دو ہفتے بعد حویلی واپس آئے گا، میں  
چاہتی ہوں وہ جتنے دن یہاں حویلی میں رہے گا تم  
اسکے ارد گرد رہو بالکل ایک زمرہ دار بیوی کی  
طرح کیونکہ مجھے جلد از جلد اپنا پوتا چاہیے جس کا  
نام میں وریام رکھوں گی!۔۔۔ شاہ جہاں بیگم  
نے اس دفعہ اسے کھلے الفاظ میں اپنی بات کا

مطلب سمجھایا کیونکہ وہ ڈھکے چھپے الفاظ میں  
سمجھنے والوں میں سے نہیں تھی، ان کی بات سنتے  
ہی ماہ پارہ کا چہرہ لال سرخ ہوا تھا، وہ منہ پہ دونوں  
ہاتھ جما کے معصومیت سے بنا پلکیں جھپکائیں ان  
کی طرف دیکھنے لگی۔ اسکی کان کی لویں سرخ ہو  
رہی تھیں۔



اس میں اتنا حیران ہونے والی کیا بات ہے؟ کیا تم  
مجھے خوش کرنے کے لئے اتنی سی کوشش نہیں  
کر سکتی؟۔۔۔ اسے گنگ ہوتے دیکھ کے شاہ  
جہاں بیگم نے خفگی سے سوال کیا۔  
و۔ وہ۔۔ م۔ میں۔۔ آپ۔۔ ک۔ کیسی۔۔ با۔۔  
باتیں۔۔ کر۔۔ رہی۔۔ میرا۔۔ مطلب۔۔

وہ۔۔۔ میں۔۔۔ ماہ پارہ سٹیٹاتے ہوئے ٹوٹے  
پھوٹے الفاظ میں کچھ بولنے کی کوشش کر رہی  
تھی لیکن ناکام ہوتی خاموش ہو گئی، شاہ جہاں  
بیگم نے تو اس کے طوطے اڑا کے رکھ دیئے تھے۔  
کیا وہ اسے بہو کے طور پر قبول کر چکی تھیں؟ وہ  
شدرسی سوچنے لگی۔

ابھی وہ یہاں نہیں ہے! بعد میں شرمالینا، ابھی  
کوئی اچھا سار وایتی سوٹ استری کرو، کل تم اس  
کے لئے خود کو تیار کرو گی اور جتنے دن وہ حویلی  
میں رہے گا تم اسکے کمرے میں رہو گی! سمجھ رہی  
ہو؟۔۔۔ اسے کپکپاتے لبوں سے بولنے کی  
کوشش میں ناکام ہوتے دیکھ کے شاہ جہاں بیگم

اسکی لپٹی پہ اپنی انگلی بجاتی مسکراہٹ دبا کے  
بولیں۔

آ۔۔ آپ۔۔ کا۔۔ بیٹا۔۔ مجھے۔۔ کمرے۔۔  
کی۔۔ کھڑکی۔۔ سے۔۔ نیچے۔۔ پھینک۔۔  
دے۔۔ گا۔۔ پلیز۔۔ ایسے۔۔ مت۔۔  
بولیں!۔۔ ماہ پارہ روہا نسی ہوتی پریشانی سے

بولتے ہوئے شاہ جہاں بیگم کو ہنسنے پہ مجبور کر  
گئی۔

اسے میں دیکھ لوں گی! تمہیں جتنا کہا ہے تم وہ  
کرو۔۔ شاہ جہاں بیگم نے اسکی غیر ہوتی حالت  
کامزہ لیا تھا، وہ شاید اس وقت اس بات کو جان  
بوجھ کے پس پشت ڈالے ہوئے تھیں کہ مقابل

ایک ونی ہے، وہ ان کے بیٹے کے قاتل کی بہن  
ہے۔ اس سب میں ماہ پارہ کا قصور تو نہیں تھا؟  
قصور اسکے ادا کا تھا جسے سزا مل کے رہنی تھی۔۔  
شاہ جہاں بیگم نے اپنے دل میں اڈتے خدشات  
کو دباتے خود کو سمجھایا۔

وہ مجھے قبول نہیں کریں گے، وہ تو کیا مجھے یہاں  
کوئی بھی قبول نہیں کرے گا۔ ماہ پارہ نے گہری  
سانس بھرتے ہوئے انہیں سنجیدگی سے سمجھایا،  
وہ اپنی اوقات جانتی تھی۔

غازی اگر تمہیں اپنے کمرے میں دیکھ کر غصہ  
کرے گا تم جو اب خاموش رہو گی، باقی سب کو میں

دیکھ لوں گی، اور تمہارا روایتی لباس بھی کل تم  
تک پہنچ جائے گا، کل تم کوئی کام نہیں کرو  
سوائے خود کو میرے بیٹے کے لئے تیار کرنے  
کے۔ سمجھ گئی؟۔۔۔ شاہ جہاں بیگم اسکے دونوں  
ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھامتی اسے مزید تفصیلات



سمجھانے لگیں، ماہ پارہ سرخ پڑتی لرزتے دل  
سے ان کی باتیں سنتی نگاہیں جھکا گئی۔

---

آحد میرا ہاتھ زور سے تھام کے رکھو، مجھے بہت  
ڈر لگ رہا ہے۔۔۔ اس کے پہلو میں چلتی حیات

دھڑکتے دل سے بولتی احد کے ہمقدم تھی۔ وہ  
اس وقت سیاہ دبائیے اور نقاب میں تھی جبکہ احد  
نے چہرے پہ سیاہ ماسک پہن رہا تھا۔  
شش!!! ہم باہر ہیں، نام لئے بغیر آہستگی سے  
بات کرو اور کانفیڈنٹ ہو کر چلو، میں تمہارے  
ساتھ ہوں۔۔۔ احد مدھم مدھم سرگوشی نما آواز میں

بولتا حیات کے ہاتھ پہ اپنی گرفت مضبوط کر گیا،  
وہ حیدر آباد کے ریلوے سٹیشن پہ کھڑے آگے  
کی طرف بڑھتے جا رہے تھے، ٹرین کچھ ہی  
منٹوں میں آنے والی تھی، وہ دونوں حیدر آباد  
سے لاہور جا رہے تھے۔

مجھے ایسا لگ رہا ہے کوئی ہم پہ نظر رکھے ہوئے  
ہے!۔۔۔ حیات ڈرے سہمے لہجے میں بولی،  
اسکا دل بری طرح سے دھڑک رہا تھا۔  
پریشان ہونے کی بجائے اللہ سے مدد مانگو، ان  
شاء اللہ ہم خیریت سے لاہور پہنچ جائیں گے۔۔  
آحد نے اسے نرمی سے حوصلہ دیا، لگ تو اسے

بھی پچھلے کئی دنوں سے رہا تھا کوئی ان کا پیچھا کر  
رہا ہے اسی لئے اس نے حیدر آباد چھوڑ کے لاہور  
جانے کا سوچا کیونکہ وہاں اسکے دو سے تین جاننے  
والے دوست احباب تھے۔

---

---

کیسی باتیں کر رہی ہیں اماں سائیں! میں اس لڑکی  
کو اس حویلی میں نجانے کیسے برداشت کر رہا  
ہوں اور آپ نے اسے میرے کمرے کا راستہ  
دیکھا دیا ہے؟۔۔۔ غاذان جو حویلی آتے ہی باپ  
سے ملنے کے بعد اپنی ماں سے ان کے کمرے  
میں ملنے آیا تھا، ان کا مدعا سنتے بھڑک اٹھا۔ وہ

حیرانی سے اپنی ماں کو دیکھ رہا تھا جو اسے اس وئی  
میں آئی لڑکی کو بیوی کا درجہ دینے کا حکم دے  
رہی تھیں۔

مجھے اس لڑکی سے اس حویلی کا وارث چاہیے  
غازی اور یہ میرا آخری فیصلہ ہے!۔۔۔ شاہ  
جہاں بیگم اسکے بھڑکنے کی پروا کئے بغیر روعب

سے اپنا حکم سنار ہی تھیں، غاذان کا چہرہ سرخ ہوا  
تھا۔

ایک ونی میں آئی لڑکی سے اس حویلی کا وارث  
چاہیے آپکو؟۔۔۔ غاذان اپنے سیاہ بالوں میں  
غصے سے ہاتھ پھیرتا دبی دبی آواز میں غرایا۔



ہاں! بالکل درست سنا تم نے۔۔۔ شاہ جہاں بیگم  
کی ضد جوں کی توں تھی۔ غاذان ان کی ضد پہ  
انہیں دیکھ کے رہ گیا۔

ایسا کچھ نہیں ہونے والا، اسے میرے کمرے  
سے باہر نکلوائیں فوراً۔۔۔ غاذان ان کی طرف

سے رخ موڑتا اپنا غصہ قابو کرنے کی غرض سے  
سیاہ بتیر ڈپہ ہاتھ پھیرتا دانت پیس کے بولا۔  
تم اسے اپنے کمرے سے باہر نہیں نکالو گے  
غازی! وہ لڑکی بہت معصوم ہے، بہت شفاف  
دل کی مالک ہے، یہ سب جو بھی ہوا ہے اس میں  
اس لڑکی کا کوئی قصور نہیں ہے، مجھے اپنے وری

کی کمی سونے نہیں دیتی، مجھے جلد از جلد میرا پوتا  
چاہیے جو وریام کی کمی کو پورا کر سکے۔ اپنی ماں کو  
سمجھو۔۔۔ شاہ جہاں بیگم نے آنکھوں میں آنسو  
لئے غاذان کو ایمو شٹل بلیک کیا، اپنی ماں کی بھیگی  
آواز پہ غاذان رخ موڑ کے ضبط سے ان کی طرف  
دیکھنے لگا، اس نے اپنی آنکھیں میچ کے کھولتے

ہوئے ماہ پارہ کو اچھی طرح سے سبق سیکھانے کا  
ارادہ دل میں باندھ لیا تھا۔

---

بالاچ لاشاری بالکل ابھی شاور لے کر باتھ روم  
سے نکلا تھا جب چنگھاڑتے فون کی آواز کانوں

سے ٹکرائی، اسکا فون نجانے کب سے بج رہا تھا،  
بالاچ لاشاری اپنے گیلے بال ٹاول سے رگڑتا ہوا  
سائیڈ ٹیبل کی طرف بڑھ گیا، اپنے خاص بندے  
کی کال دیکھ کے اس نے یس کرتے فون کان سے  
لگایا۔

ہم بولو صدیقی؟۔۔۔ بالاج نے روعب دار لہجے

میں اسکی کال کا مقصد پوچھا۔

واٹ؟ یہ مجھے کال کر کے وقت ضائع کرنے کا

وقت ہے صدیقی؟ عقل کو ہاتھ مار کے ان

دونوں کو ابھی اور اسی وقت اپنی حراست میں لو،

فاسٹ!!!! اگر وہ تم لوگوں کی پہنچ سے دور نکلے

میں جان لے لوں گا تم سب کی !!۔۔ بالاج  
لاشاری دوسری طرف کی بات سنتے ہی اپنے  
بائیں ہاتھ کی مٹھی بھینچتا کر جدار آواز میں  
دھاڑا۔

جی سائیں کام ہو جائے گا۔ بھروسہ رکھیں۔۔  
اسکے دھاڑنے پہ دوسری طرف موجود صدیقی

نے تھوگ نکلتے ہوئے اسے مطمئن جواب دے  
کر فون بند کرتے ہوئے اپنے ساتھیوں کو تیزی  
سے الرٹ کیا جبکہ بالاچ لاشاری کی خوشی کی  
انتہاء نہیں تھی بالآخر ان سب کی دو مہینوں کی  
محنت رنگ لانے والی تھی۔ بالاچ نے ٹاول دور



اچھالتے تیزی سے غلام بخش کو کال ملائی۔۔ کال  
پہلی بیل پہ اٹھائی گئی تھی۔

غلام بخش! فوراً سے پہلے میری حیدر آباد کی ٹکٹ  
بک کرواؤ!! ہری اپ!۔۔ بالاج لاشاری نے  
ہوا کے گھوڑے پہ سوار ہوتے ہاتھ کی چٹکی  
بجاتے ہوئے تیزی سے غلام بخش کو حکم دیتے

اسکی سنے بغیر فون کاٹ کے الماری کی طرف  
قدم بڑھائے۔ وہ غاذان اور یزدان کو بتائے بغیر  
پہلے خود حید آباد پہنچ کے وہاں کے حالات چیک  
کرنا چاہتا تھا۔

بہت جلد تمہارے قاتل میری گرفت میں ہوں  
گے وری! میں ان دونوں کا وہ حال کروں گا کہ

ان کی سات نسلیں میرا نام یاد رکھیں گی۔۔  
بالاچ لاشاری سیاہ ہڈی نکال کے فیہ تن کرتا  
اپنے خیالات میں وریام لاشاری سے مخاطب  
ہوتا اپنی ضروری چیزیں پکڑتے افراد تفری کے  
عالم میں دروازے کی طرف بڑھ گیا، اس وقت  
رات کے گیارہ بج رہے تھے، سب اپنے کمروں

میں آرام کر رہے تھے، اس نے غاذان اور  
یزدان کو کل میسج چھوڑنے کا ارادہ کرتے ہوئے  
سیڑھیوں کی طرف قدم بڑھا دیئے۔ غاذان  
جس نے پاگلوں کی طرح ان دو مہینوں میں کام  
میسج کرنے کے ساتھ ہی آحد کی تلاش جاری رکھی  
تھی، آج دو ہفتوں بعد حویلی لوٹا تھا اور یزدان کا

صبح فائنل ٹرم کا پیپر تھا۔ وہ ان دونوں کو  
ڈسٹرب نہیں کرنا چاہتا تھا۔

---

اس لڑکے کو ڈھونڈو! وہ ہمارے ہاتھوں سے  
نکلنا نہیں چاہیے!۔۔۔ صدیقی اس سر سے پیر  
تک سیاہ عبا یے میں ملبوس لڑکی کے منہ پہ ہاتھ

جمانا غراتے ہوئے اپنے دوسرے ساتھیوں سے  
مخاطب اس لڑکی کو گاڑی میں بیٹھا رہا تھا، وہ اس  
کی گرفت میں جھپٹاتی ہوئی کچھ بولنے کی  
کوشش کر رہی تھی لیکن ناکام ٹھہری۔  
ہم نے ہر جگہ تلاش کر لیا ہے وہ شاید بھینٹ کا فائدہ  
اٹھا کے ٹرین میں سوار ہو گیا ہے۔ صدیقی کے

حکم پہ اسکا نقاب پوش سا بھی گہری سانس  
بھرتے ہوئے بولا۔ لاہور جانے والی ٹرین نکل  
چکی تھی اور بالاج کی دہشت کا سوچ کے ان  
تینوں کے اوسان خطا ہو رہے تھے، آحد کے اتنی  
آسانی سے ان کے ہاتھ سے نکلنے پہ اس نے ان  
سب کا نجانے کیا حشر کرنا تھا؟

---

اس نے جب سے غاذان کی گاڑی کے ہارن کی  
آواز سنی تھی اسکی دھڑکنیں کانوں میں بج رہی  
تھیں، وہ کل رات اور آج پورا دن شاہ جہاں بیگم  
کی منت کرتی رہی تھی وہ ان کے کھڑوس بیٹے  
کے کمرے میں نہیں جائے گی لیکن وہ اپنی ضد



کی پکی تھیں، انہوں نے جب تک اسے تیار نہیں  
کروایا تھا سکون کا سانس نہیں لیا تھا۔

یا اللہ مجھے بچالے یا اٹھالے!۔۔ ماہ پارہ نے  
معصومیت سے اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے اللہ سے  
دعا مانگی، وہ مغرب کے وقت تیار ہونے کے بعد  
غاذان کے کمرے میں آگئی تھی۔ غاذان کا کمرہ

ایک وسیع و عریض جگہ پہ مشتمل تھا، جس کی  
دیواریں کرسی کی رنگ سے پینٹ کی گئی تھیں، جو  
روشنی کو منعکس کرتے ہوئے ایک پُر سکون  
ماحول پیدا کر رہی تھیں، بلند چھت اور اس میں  
شاندار کرسٹل کے چاندنیوں کا جھرمٹ لٹک رہا

تھا، جو روشنی بکھیرتے ہوئے کمرے کو چمکدار بنا

رہا تھا۔

ایک جانب بڑی کھڑکیاں تھیں، جو زمین سے  
لے کر چھت تک پھیلی ہوئی تھیں۔ کھڑکیوں  
کے پردے نرم اور ہلکے تھے، جو ہوا کے ساتھ  
رقص کرتے تھے۔ دوسری جانب ایک بڑے

صوفے کے ساتھ ساتھ جدید طرز کی کرسیاں  
رکھی گئی تھیں، جن پر نازک کٹھن سجائے گئے  
تھے۔

دیواروں پر جدید فن پارے اور غاذان کی  
خوبصورت تصویریں آویزاں تھیں، جو کمرے  
کی خوبصورتی میں اضافہ کر رہی تھیں، اسکی بڑی

سی پور ٹریٹ کے گرد وریام، یزدان اور بالاج  
کے ساتھ کچھ تصاویر کے چھوٹے چھوٹے سے  
فریم آویزاں تھے۔ ایک بڑی لکڑی کی میز  
صوفے کے قریب موجود تھی، جس پر کچھ  
کتابیں اور ایک خوبصورت گلدان تھا۔

فرش پر نرم قالین بچھاتا تھا، جو قدم رکھتے ہی آرام  
وہ محسوس ہوتا تھا۔ شاہ جہاں بیگم نے سردی کے  
باعث غاذان کے کمرے میں ہسپتال آن کر دیا تھا  
تاکہ کنفیوز سی ماہ پارہ سردی کے باعث مزید  
کاٹتی نہ رہے۔ آج تقریباً ڈیڑھ مہینے بعد ماہ پارہ کو  
اتنا پروٹوکول دیا گیا تھا لیکن یہ پروٹوکول اسکی بینڈ

بجارتھا، وہ جانتی تھی غاذان کمرے میں آتے ہی  
غصے سے اس پہ چیخنا چلانا شروع کر دے گا۔ وہ  
ابھی یہی سب سوچ رہی تھی جب کمرے کا  
دروازہ کلک کی آواز سے کھلا تھا، غاذان کی آمد کا  
سوچ کر صوفے کے پاس کھڑی ماہ پارہ کی اگلی  
سائنس حلق میں انکی تھی، میر غاذان لاشاری جو

شدید غصے سے کمرے میں داخل ہوا تھا، سامنے  
کھڑی سچی سنوری ماہ پارہ کو دیکھتے وہ ایک پل کے  
لئے اپنی جگہ پہ سٹل ہو گیا، وہ ویلوٹ کی میروں  
ایمبرائیڈڈ فرائک میں ملبوس شانوں پہ دوپٹا لئے  
اپنے لمبے بالوں کی مانگ نکال کے انہیں کمر پہ  
بکھیرے ہوئے تھی، گلابی ہونٹوں کو مزید گلابی



کرنے کے لئے لپ گلو زلگایا گیا تھا جبکہ ایش  
گرین آنکھوں کو مزید خوبصورت بنانے کے  
لئے کاجل اور مسکارا لگایا گیا تھا، مسکارے کے  
باعث اسکی مڑی ہوئی لمبی پلکیں مزید گھنی لگ  
رہی تھیں، روایتی زیور اور ایک بڑا سا خالص  
سونے کا ہار پہنے ہاتھوں میں سونے کے کنگن

چڑھائے وہ اس حویلی کی نئی نویلی ایک روایتی  
دلہن معلوم ہو رہی تھی، غاذان اپنی ہیزل منٹ  
آنکھوں کو پھیلانے اسے دیکھ کے رہ گیا، وہ آج  
پہلی دفعہ اسے اتنا تیار دیکھ رہا تھا، وہ ایک منٹ  
میں اسکا اوپر سے نیچے تک جائزہ لے چکا تھا۔  
غاذان نے سنبھلتے ہوئے اس پر سے نگاہیں ہٹا کے

پیر کی ٹھوکر سے زور سے دروازہ بند کرتے ماہ  
پارہ کی طرف قدم بڑھائے، جو دیوار کے ساتھ  
لگی نگاہ ہے جھکائے کنفیوز سی اپنی انگلیاں موڑ رہی  
تھی۔ غاذان تیز قدموں سے ایک جست میں  
اسکے قریب آتا بازو سے پکڑ کے اپنی طرف کھینچ

کیا، ماہ پارہ کسی کٹی ہوئی شاخ کی طرح زور سے  
اسکے سینے سے ٹکرائی تھی۔

کیا جادو کیا ہے تم نے میری غیر موجودگی میں  
میری ماں پر جو وہ تمہارے نام کی تسبیح پڑتی پھر  
رہی ہیں۔۔۔ غاذان اسکے بازو پہ اپنے ہاتھ کی  
گرفت سخت کرتا غصے سے پھنکارتے اسکے

جبرٹے کو اپنے دائیں ہاتھ سے دبوچ گیا۔ ماہ پارہ  
نے سمجھتے ہوئے اسکی طرف دیکھ کے فوراً سے  
نفی میں سر ہلایا، وہ کچھ بول نہیں پارہی تھی  
کیونکہ غاذان کی گرفت اسکے جبرٹے پہ مضبوط  
تھی۔

مجھے پہلے ہی لگ رہا تھا تم اپنی اس جھوٹی  
معصومیت کے اس ڈونگ سے بہت جلد میری  
بھولی ماں کو اپنی طرف کرو گی لیکن میں غاذان  
لاشاری ہوں، تم سب کو بیوقوف بنا سکتی ہو مجھے  
نہیں! سنا تم نے؟۔۔۔ وہ اسے پیچھے دیوار کے  
ساتھ لگا کے اسکے جبرے کو مزید مضبوطی سے

دبوچتا اسکے کان کے پاس اپنی پوری قوت سے  
دھاڑا۔ اسکی سخت گرفت میں ماہ پارہ کا جبرہ دکھ  
رہا تھا، ماہ پارہ نے پھلتے ہوئے اپنے ہاتھوں سے خود  
کو آزاد کروانے کی کوشش کی لیکن ناکام ٹھہری،  
وہ کا جل لگی ایش گرین آنکھوں میں نمی لئے اس

بے رحم انسان کی طرف دیکھنے لگی جو بلا کا  
خوبصورت اور سنگدل تھا۔

یہ تو میں پہلے روز سے سمجھ گیا تھا تمہیں میرے  
کمرے میں آنے کا بہت شوق تھا اب اگر پوری  
رضامندی سے سچ سنور کے اس کمرے میں آہی  
گئی ہو تو مجھے نہیں لگتا مجھے اماں سائیں کی خواہش



پوری کرنے میں مزید دیر کرنے چاہیے۔۔  
غاذان اسکے جبرے سے ہاتھ ہٹا کے غصے سے  
ویلوٹ کا دوپٹا اسکے شانوں سے ہٹاتا بے باکی سے  
غراتے ماہ پارہ کو سرخ کر گیا۔ اسے اپنی سفید  
شرٹ کے بٹن کھولتے دیکھ کے ماہ پارہ نے اپنے  
خشک پڑتے ہونٹوں پہ زبان پھیرتے انہیں تر

کیا تھا، غاذان کی لشیلی ہیزل آنکھوں میں موجود  
غصے کی سرخی دیکھتے ماہ پارہ کی جان لبوں پہ آرہی  
تھی۔

م۔ میں۔۔۔ نے۔۔۔ آپ۔۔۔ کی۔۔۔ اماں۔۔۔  
سائیں۔۔۔ سے۔۔۔ کچھ۔۔۔ نہیں۔۔۔ کہا۔۔۔  
انہوں نے۔۔۔ خود۔۔۔ مجھے۔۔۔ تیار۔۔۔

کروا۔۔ کے۔۔ یہاں۔۔ بھیجا۔۔ ہے۔۔ ماہ پارہ  
نے بے آواز روتے ہوئے اپنی صفائی پیش کی،  
غاذان اسکی بات سنی ان سنی کرتی اپنی وائٹ  
شرٹ ایک جھٹکے میں خود پر سے اتار کے دور  
اچھالتا اسے دیوار کے ساتھ پن کرتے اس پہ  
جھک گیا۔ وہ اب وائٹ ویسٹ اور بلیک جینز میں

تھا، اسکی وائٹ ویسٹ سے نظر آتا اسکا چوڑا سینہ  
اور اسکے بازوؤں کے پھولے مسلز دیکھتے ماہ پارہ  
کا حلق خشک ہو رہا تھا، وہ تیزی سے نگاہیں جھکا  
گئی، ماہ پارہ کا پورا بدن لرز رہا تھا۔  
اور تم روٹی کو چوچی بولتی ہو جو ان کے منہ سے  
پوتے کی ڈیمانڈ سننے کے بعد نا سمجھی سے میرے

کمرے میں چلی آئی؟ واؤ گریٹ! واٹ آکور  
آپ!!۔۔۔ غاذان استہزایا انداز میں ہنس کے  
بولتا اسکے کانوں سے آویزے نوچنے ہی والا تھا  
جب وہ پہلے ہی چیخ مارتی اپنے گالوں پہ ہاتھ رکھ  
گی، اسے لگا شاید وہ اسے تھپڑ جھڑنے والا ہے۔

پل۔۔۔ پلینز۔۔۔ مجھے۔۔۔ مت۔۔۔ مار پے۔۔۔  
گا۔۔۔ میں۔۔۔ آپکی۔۔۔ اماں۔۔۔ سائیں۔۔۔ کے۔۔۔  
سونے۔۔۔ کے۔۔۔ بعد۔۔۔ اپنے۔۔۔ کمرے۔۔۔  
میں۔۔۔ چلی۔۔۔ جاؤں۔۔۔ گی۔۔۔ ماہ پارہ بے آواز  
روتی التجائیہ انداز میں بولتے اسکی دائیں سائیڈ  
سے نکلنے کی کوشش کرنے لگی جب غاذان اسکے

دائیں بائیں اپنے ہاتھ جماتا جھک کے اسکی چھوٹی  
سی ناک پہ زور سے دانت گاڑ گیا، ماہ پارہ نے  
سسکتے ہوئے پھر سے چیخ ماری چاہی جب غاذان  
بنا کسی دیر کے اسکے لبوں پہ جھکنا اسکے اپر لب  
مول کو اپنے دانتوں تلے کچلنے لگا، اسکے شدت  
سے بھرپور انداز پہ ماہ پارہ نے اپنے گالوں سے

ہاتھ ہٹا کے اسکی وائٹ ویسٹ کو سینے سے اپنی  
مٹھیوں میں جکڑا تھا۔ غازان اسے جھٹکے سے اپنے  
بازوؤں میں اٹھاتے اسکے لبوں پہ ظلم ڈھاتا ہوا بیڈ  
کی طرف بڑھ گیا، آج وہ اس لڑکی کو چھوڑنے  
کے موڈ میں نہیں تھا۔ اسے بیڈ پہ پٹک کے اس  
پہ گرتا وہ اپنے باڈی بلڈر وجود کا سارا وزن اسکے



نازک بدن پہ ڈالتے ایک دفعہ پھر سے اسکی  
نازک گلاب کی پنکھڑیوں کو شدت سے اپنی قید  
میں لیتے سک کرنے لگا، ماہ پارہ کی سسکیاں اسکے  
عنابی لبوں میں دب رہی تھیں، اسکے لبوں سے  
آتی سیکریٹ کی مہک ماہ پارہ کو اپنی سانسوں میں  
گھلتی محسوس ہو رہی تھی، وہ بکھرتی سانسوں سے

اسکی ویسٹ کو مزید زور سے اپنے ہاتھوں میں  
دبوچ گئی، اپنی ویسٹ پہ بڑھتے اسکے ہاتھوں کے  
دباؤ کے باعث غاذان کے سینے پہ ہلکی سی تکلیف  
اٹھ رہی تھی وجہ اپنے وجود کو پہنچائی ابھی دودن  
پہلے کی تکلیف تھی۔ غاذان نے اسکے اپر لپ

مول پہ دانت گاڑتے اسکے ہونٹوں کو آزادی  
بخش دی۔

تمہیں تڑپا کے رکھ دوں گا لیکن تم سے اپنا وارث  
کبھی پیدا نہیں کروں گا۔ غاذان اسکے بھگے  
لبوں کو اپنے انگوٹھے سے بے دردی سے مسلتا  
کڑک دار لہجے میں اسکے کان کے پاس دھاڑتا

اسکے ہاتھ اپنے سینے سے ہٹا رہا تھا۔ ماہ پارہ نے  
پھولتی سانسوں کے درمیان نم آنکھوں سے  
اسکی طرف دیکھا، جو اس پر سے اپنا وزن ہٹا کے  
کمنیوں کے بل اوپر کو ہوتا اپنے انگوٹھے سے  
اسکے لب سہلاتا اسکے سر اپنے کو گہری نگاہوں  
سے دیکھ رہا تھا، میروں ویلوٹ کی فراک ماہ پارہ کو

کافی فٹ بھی اسی لئے تو اس نے کچھ دیر پہلے  
شانوں پہ اچھے سے دوپٹا لے رکھا تھا، اس فراک  
میں اسکے بدن کے خدو خال ابھر کے نمایاں ہو  
رہے تھے، غاذان نے بے ساختہ ہاتھ بڑھاتے  
اسکی دھڑکنوں کو چھوا، ماہ پارہ کے پورے بدن  
میں سپارک ہوا تھا، اسکے یوں بے باکی سے

چھونے پہ وہ بیڈ شیٹ زور سے اپنی مٹھیوں میں  
بھینچ گئی، ایک طرف وہ بول رہا تھا اس سے اپنا  
وارث پیدا نہیں کروائے گا اور دوسری طرف وہ  
اسے یوں پورے حق سے چھو رہا تھا۔ ماہ پارہ نے  
اپنی ہر فی سے آنکھوں سے غاذان کی طرف دیکھا

جس کی نظریں اسکے وجود کے ایک ایک حصے کا  
جائزہ لے رہی تھیں۔

**Scene to be continued**



تشنگی یار۔۔ لیسوڈ (19)

از قلم۔۔ عیشے خان

اچھا کھیل تیار کیا ہے میری ماں نے میرے لئے،  
مزہ آئے گا تمہارے ساتھ کھیل کر۔۔ غاذان  
اسکے وجود کا جائزہ لینے کے بعد اپنا ہاتھ اسکی



دھڑکنوں سے ہٹا کے گردن تک لے کر آتا کھمبیر

آواز میں بولا، لہجہ استہزایا تھا۔ ماہ پارہ نے نم

آنکھوں سے اسکی طرف دیکھا۔ کیا وہ اس کے لئے

کھلونا تھی جس کے ساتھ وہ کھیلنے والا تھا؟ کیا ماہ پارہ

اتنی بے مول تھی کہ وہ اسے صرف اپنے کھیل یا

اینٹرٹینمنٹ کے لئے استعمال کرنا چاہتا تھا؟ ماہ پارہ

اپنے آنسو روکتے ہوئے غاذان کی طرف دیکھ کر  
سوچ رہی تھی جو ایک جست میں اسکی گردن سے  
ہار اور اسکے کانوں سے آویزے اتار کے سائیڈ  
ٹیبل پہ پکنتا اسکی شہہ رگ پہ اپنی انگوٹھا سہلا رہا  
تھا۔

Let's Take it off, Panda

Bear

غاذان اسکی نم ایش گرین آنکھوں میں اپنی سرد  
ہیزل نٹ آنکھیں گاڑتا اسکی فراک کی طرف  
اشارہ کرتے خمار آلود آواز میں بولا، اسکے لہجے میں  
حکم تھا۔ اسکے منہ سے خود کے لئے "پانڈہ بئیر"

جیسے الفاظ سنتے ماہ پارہ پھیلتی آنکھوں سے اسکی  
طرف دیکھنے لگی۔

کیا وہ اسکی باڈی شیمنگ کر رہا تھا؟۔۔ ماہ پارہ نے  
تکلیف سے سوچا۔

I said, Take it off

ماہ پارہ کو اپنے نیچے سے نکلنے کی مزاحمت کرتے دیکھ  
کے غاذان اسکی فراک کے فرنٹ ٹسلز اپنی مٹھی  
میں دبو چتا اسکے کان میں چلایا۔ ماہ پارہ اسکے چلانے  
پہ سرخ چہرہ لئے سہمتی ہوئی ایک دفعہ پھر سے  
اسکی سفید ویسٹ مٹھیوں میں جکڑ گئی۔

کیا تمہاری انگریزی کمزور ہے؟ میں بکواس کر رہا  
ہوں اتار واسے۔ غاذان کو اسکی ہٹ دھرمی پہ  
غصہ آیا تھا، وہ اسکے بال اپنے ہاتھ کی مٹھی میں  
دبوچ کے اسکا چہرہ خود کے نزدیک کرتا اسکے لبوں  
کے قریب اپنے ہونٹ کرتے بلند آواز میں گرجا،

جبکہ دوسرا ہاتھ ابھی تک اسکی فراک کے فرنٹ  
ٹسلز پہ تھا۔

پل۔۔ پلینز۔۔۔ مج۔۔ مجھے۔۔ چھوڑ۔۔۔ دیں۔۔  
ماہ پارہ نے اسکے حکم کی تعمیل کرنے کی بجائے آنسو  
بہاتے ہوئے التجاء کی۔ وہ شاہ جہاں بیگم کو خوش  
کرنے کے چکر میں خود بری طرح پھنس گئی تھی۔

ارے ارے! تمہاری اتنی ساری تیاری کو سرا ہے  
بنا کیسے چھوڑ دوں؟ یہ تو زیادتی ہو جائے گی نا  
تمہارے ساتھ؟۔۔۔ اسے آنسو بہاتے دیکھ کے  
غاذان اپنے عنابی لب سکوڑتا مصنوعی افسوس سے  
بولتے اسکے فرنٹ ٹسلسز ایک جھٹکے سے توڑ گیا،  
غاذان کی زیرک نگاہوں نے اسکے نشیب و فراز کی



گہرائیوں کا بھرپور انداز میں جائزہ لیا تھا، ماہ پارہ کو  
چھپنے کے لئے جگہ چاہیے تھے۔

اگر تو تم چاہ رہی ہو یہ فراک میں اپنے ہاتھوں سے  
اتاروں تو میں ایسے ہی انداز میں اتاروں گا تا کہ یہ  
فراک اگلی دفعہ پہننے کے قابل نہ رہے!۔۔ غاذان  
بو جھل آواز میں بولتا اسکی فراک اپنے دونوں

ہاتھوں سے سینٹر سے چاک کر گیا، اسکا دودھیا  
سفید روئی کی طرح نرم وجود غاذان کی آنکھوں  
کے سامنے تھا، اسکے بدن کی خوبصورتی دیکھتے  
غاذان کے گلے میں بے ساختہ گلٹی بھر کے معدوم  
ہوئی جبکہ ماہ پارہ نے شر مندہ ہوتے آنسو بہاتے  
ہوئے جلدی سے اپنے ہاتھوں سے اپنا فرنٹ کور

کرنے کی ناکام کوشش کی، غاذان غصے سے اس کے  
ہاتھ اس کے سینے سے ہٹاتا نہیں اپنے ایک ہاتھ میں  
جلڑ کے پیچھے کی طرف پن کر گیا، وہ فرصت سے  
اس کے شعلہ جوالہ بدن کی گہرائیاں ماپ رہا تھا،  
غاذان نے بے رحمی سے اپنے بائیں ہاتھ کی مدد  
سے اس کی دھڑکنوں کو چھوا، ماہ پارہ کے لبوں سے

سکی برآمد ہوئی تھی، اسکی سانسوں کا زیر بم اسکے  
بدن میں ہلچل مچا رہا تھا، غاذان نے بڑے ہی  
استحقاق سے اسکی سانسوں کا یہ رقص دیکھا تھا،  
غاذان کی بے باک نگاہوں کو اپنے دل کے مقام پہ  
دیکھتے ماہ پارہ نے شرم اور بے بسی سے اپنی آنکھیں

زور سے پیچ لی، غاذان کے ہاتھ کا بے رحم لمس  
اسے کھٹی کھٹی سسکیاں بھرنے پہ مجبور کر رہا تھا۔  
تم جب جب میرے سامنے یوں بن سنور کے آؤ  
گی میں تمہاری ساری تیاری یو نہی تباہ کروں گا تاکہ  
تم گلی دفعہ نئی لک کے ساتھ ایسا لباس پہن کے آؤ  
جسے چیرنے میں مجھے مشقت کرنی پڑے! ہمیں

اس ٹھیل کو بورنگ بنانے کی بجائے انٹر سٹنگ بنانا  
ہے تاکہ اماں سائیں کے پوتے کو اس دنیا میں لانے  
کی ایکٹنگ کرنے کے بہانے انٹر ٹینمنٹ کالیول  
پیک پہ پہنچا سکیں۔۔۔۔۔ ماہ پارہ کو شکوہ کناں  
نظروں سے روتے ہوئے اپنی طرف دیکھتا پا کے  
غاذان اسکی دھڑکنوں سے ہاتھ ہٹا کے اسکے کان

کے پاس جھک کے مذاق اڑانے والے انداز میں  
بولتا اسکی گردن پہ جھک گیا، اسکے دانتوں کے لمس  
پہ تضاد اسکی گرم سانسوں کی تپش اپنی گردن پہ  
محسوس کرتے ماہ پارہ آنکھیں موند گئی۔ غاذان نے  
اسکی گردن کی شفاف چمکتی سکن پہ جگہ جگہ زور  
سے اپنے دانت گاڑے، ماہ پارہ نے اپنی آنکھیں

زور سے میچتے سسکی بھری، اسکے سسکی بھرنے پہ  
غاذان اسکی گردن سے نیچے کی طرف بڑھتا اسکے  
دل کے مقام پہ پہلے سے زیادہ قوت سے دانتوں کا  
دباؤ بڑھا گیا، ماہ پارہ نے اسکی بے رحمی پہ ہچکی  
بھرتے اسکی ویسٹ سے اپنے ہاتھ ہٹا دیئے، اسے  
اسکی جان لیوا قربت سے ڈر لگ رہا تھا۔ اسکی افیت



سے بھرپور ہچکی پہ غاذان اسکی دھڑکنوں سے سر  
اٹھا کے اسکے معصوم چہرے کی طرف دیکھنے لگا۔  
ابھی تو دن پر سنٹ بھی نہیں ہوا اور تم نے رونا  
شروع کر دیا ہے، خالی کس اور لو بائٹ سے اماں  
سائیں کا پوتا تھوڑی نا اس دنیا میں آئے گا؟ اصل  
پر اسیس تو ابھی باقی ہے۔۔۔ غاذان اپنے دائیں

ہاتھ کے انگوٹھے سے اسکے آنسوؤں کو اسکے اپر لپ  
مول پہ پھسلنے سے باز کرتا بے شرمی سے اسکے کان  
میں بولا۔ ماہ پارہ کو لگا وہ مسلسل اسکا مذاق اڑا رہا  
ہو۔ غاذان اس پر سے تھوڑا سا اٹھ کے اپنی وائٹ  
ویسٹ ایک جست میں اپنے وجود سے اتار کے دور  
اچھالتا پھر سے اس پہ جھک گیا، اسکے سفید چوڑے

وجود کے کش دیکھتے ماہ پارہ کے گلے میں کلٹی بھر  
کے معدوم ہوئی، ماہ پارہ کی نگاہیں اسکے پھولے  
سینے پہ ٹھہر گئیں، اسکے دل کے مقام پہ سیاہ ٹیٹو  
دیکھتے وہ آنکھیں پھیلا گئی، چھوٹے سے گھوڑے  
کے ٹیٹو کے بالکل ساتھ سیاہ اٹالین رائیٹنگ میں  
"Wari" کے نام کا ٹیٹو تھا، اسکے سینے پہ ٹیٹو

والی جگہ سرخ پڑ رہی تھی، شاید ماہ پارہ ابھی کچھ دیر  
پہلے اسکی ویسٹ کھینچتے ہوئے یہاں تکلیف دینے کا  
باعث بن رہی تھی، اسے یہ ٹیٹو بنوائے دو سے تین  
روز گزرے تھے اسکی تھوڑی بہت درد چند دن  
تک مزید رہنی تھی۔

کیا آپ نہیں جانتے خود کو تکلیف دینا گناہ  
یے؟۔۔۔ ماہ پارہ کے ہاتھوں پہ غاذان کے ہاتھ کی  
گرفت ڈھیلی تھی، وہ بے ساختہ اپنی شہادت والی  
انگلی سے اس کے ٹیٹو کی طرف اشارہ کرتی  
معصومیت سے پوچھنے لگی، وہ اپنی حالت شاید  
فراموش کر چکی تھی، غاذان کے ٹیٹو والی جگہ کو

سرخ ہوتے دیکھ کے ماہ پارہ کو نجانے کیوں بہت  
تکلیف ہو رہی تھی۔ غاذان اسے جواب دینے کی  
 بجائے اسکی نظروں کے تعاقب کی طرف دیکھ رہا  
 تھا، اسے تکلیف سے پریشان چہرہ بناتے دیکھ کے وہ  
 سر جھٹک گیا، یہ بھی یقیناً اسکی ایکٹنگ تھی، وہ اس

طرح سے منہ بنارہی تھی جیسے اسکے ٹیٹو کی تکلیف  
اسے ہو رہی ہو۔

ٹیٹو بنوانا حرام ہے غاذان۔۔۔ ماہ پارہ نے ہمت  
کرتے ہوئے اسے بتانا ضروری سمجھاتا کہ وہ مزید  
گناہ کمانے سے بچ سکے۔

اور فحل حلال ہے؟ ہم بولو؟ میرے وری کا فحل  
تمہارے ادا پہ حلال تھا؟ ثواب کا کام تھا؟ یہ لیکچر  
تم نے اپنے اس بے غیرت ادا کو کیوں نہیں دیئے  
تھے؟ تمہیں کیا لگتا ہے میں تمہاری ان باتوں اور  
حرکتوں سے ایمپریس ہوتا ہوں جو ایک منٹ کے  
لئے بھی اپنی بکو اس بند نہیں کرتی ہو۔۔۔ غاذان



ایک دم سے اسکے گلے پہ اپنا ہاتھ رکھتا شدید غصے  
سے دھاڑا، اپنے ٹیٹو کو دیکھتے لاڈلا بھائی ہی تو یاد آنا  
تھا اور اسکا غصہ بھی ہمیشہ کی طرح ماہ پارہ پہ اترنا  
تھا۔ اسکے مضبوط ہاتھ کا دباؤ اپنی گردن پہ محسوس  
کرتے ماہ پارہ نے تڑپتے ہوئے اسکی طرف دیکھا۔

غ۔ غا۔ ذان۔۔۔ ماہ پارہ نے کھٹی کھٹی آواز میں  
اس بے رحم انسان کو پکارا، اسکی سانسیں رک رہی  
تھیں، آنسو چہرے سے پھسل کے شہہ رگ کی  
طرف سفر کر رہے تھے، اسے تڑپتے دیکھ کے  
غاذاں جلدی سے اپنا ہاتھ اسکے گلے سے ہٹا گیا، ماہ  
پارہ نے کھانستے ہوئے اپنے گلے پہ ہاتھ رکھا۔ وہ

ہچکیوں سے روتے ہوئے غاذان کی طرف دیکھ  
رہی تھی، سانسیں بے ترتیب تھیں۔

تمہاری بھلائی اسی میں ہے میری نظروں کے  
سامنے سے دور ہو جاؤ ورنہ تمہارے قدموں تلے  
جنت لانے سے پہلے ہی میں تمہیں قبر کی سیر کروا  
دوں گا۔۔۔ ماہ پارہ کو گہرے سانس بھرتے دیکھ

کے غاذان غصے سے دانت کچکچا کے غرایا تھا، ماہ پارہ  
رونا بھول کے اپنی حالت کو دیکھتی شر مسار ہوئی،  
وہ بھیگی آنکھوں سے غاذان کو خود پر سے اٹھتے دیکھ  
رہی تھی، غاذان ایک گہری نگاہ اسکے سر اُپے پہ  
ڈالتا سائیڈ ٹیبل سے سگار اور لائٹر پکڑتے غصے سے  
سر جھٹکتا کمرے کے ٹیرس کی طرف بڑھ گیا،

اسے دفعہ ہونے کا بول کے وہ خود دفعتاً ہو گیا تھا،  
ماہ پارہ نے اسکے جانے کے بعد بیڈ سے کھڑے  
ہوتے جلدی سے صوفے کی طرف قدم بڑھائے  
جہاں اسکا ویلوٹ کا بڑھا سادو پٹا کچھ فاصلے پہ گرا  
ہوا تھا، وہ یہ دوپٹا خود پہ اچھی طرح سے اوڑھ کے  
شکوے سے ٹیرس پہ کھڑے غاذان کی چوڑی

پشت دیلتی ڈریسنگ روم کی طرف بڑھ گئی تاکہ  
یہ پھٹا ہوا لباس تبدیل کر کے کوئی سادہ سا لباس  
پہن سکے، شاہ جہاں بیگم نے ڈریسنگ روم کی  
وارڈروب میں اس کے کپڑے سیٹ کروا دیئے تھے  
اور اسے سختی سے حکم دیا تھا غاذان جتنا چاہے  
ڈانٹ دے وہ اس کے کمرے سے نہیں نکلے گی۔

---

میرا جی چاہ رہا ہے میں تم لوگوں کو زمین سے چھ  
فٹ نیچے زدہ درگود کردوں، ہاتھ آ یا شکار نہیں  
پکڑا کیا تم لوگوں سے؟ چلو بھر پانی تو دور تم لوگوں  
کے ڈوب مرنے کے لئے بھرے سمندر کا پانی

بھی کم ہے۔ لعنت ہو تم سب پہ!۔۔ آحد کے  
بھاگنے کی خبر سن کے میرا لالچ لاشاری اپنے سب  
آدمیوں پہ چلایا تھا، وہ سب معذرت خواہ انداز  
میں سر جھکائے ہوئے تھے۔

دفعہ ہو جاؤ میری نظروں سے، شکر مناؤ وہ لڑکی تم  
لوگوں کے ہاتھ آگئی ہے ورنہ اسی بیسمنٹ میں



ایک ساتھ تم سب کی قبریں کھود دیتا۔۔۔ انہیں  
صم بکم بنتے دیکھ کے بالاج لاشاری اپنے گہرے  
بھورے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے غصے سے  
دھاڑا، وہ سب اسکا حکم سنتے ہی تیزی سے یہاں  
سے نود و گیارہ ہوئے تھے۔

فائنلی جس روز کا مجھے اتنے وقت سے انتظار تھا وہ  
روز آج آن پہنچا ہے۔ آج کی رات آحد جکھرا نی  
تمہاری محبوبہ کے نام۔۔ ہا ہا ہا۔۔ بالاج لاشاری  
دل میں استہزایا انداز میں آحد سے مخاطب ہوتا  
قہقہہ لگاتے ہوئے سیکریٹ روم میں داخل ہو گیا۔  
سیکریٹ روم میں اس وقت اندھیرا تھا، رات کے

ساڑھے تین ہو رہے تھے۔ کمرے میں ہر سو گھپ  
اندھیرا تھا، صرف اوپر دیوار پہ لگے چھوٹے سے  
روشن دان کے باعث چاند کی تھوڑی سی روشنی  
اندرا آنے کی کوشش کر رہی تھی لیکن ناکام ٹھہری  
کیونکہ روشن دان کافی چھوٹا تھا، بالاج لاشاری اتنی  
سی روشنی میں بھی محسوس کر چکا تھا، وہ لڑکی

سامنے دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے اپنے گٹھنے فولڈ  
کر کے سینے سے لگائے ان پہ سر رکھے نیچے ٹھنڈی  
زمین پہ بیٹھے ہوئے تھی، بالاج اسکی دھندلی سی  
جھلک کے علاوہ کچھ نہ دیکھ پایا۔

چچ چچ!! کیا سوچ رہی ہو؟ یہی کہ تمہارا بے  
غیرت محبوب یہاں بھی پیٹھ دیکھا کے بھاگ گیا؟

بہت ظلم ہوا تم پہ! لیکن پریشان مت ہو، اس  
خب۔ یس۔ کو تو بھاگنے کی عادت ہے، مجھے تم سے  
ہمدردی ہے، میں تمہاری آج کی رات اتنی یادگار  
بناؤں گا کہ تم اپنے اس دو ٹکے کے محبوب کو آئندہ  
کبھی بھی یاد کرنے کی غلطی نہیں کرو گی۔۔ بالاج  
ایک ایک لفظ پہ زور دے کر گھمبیر آواز میں بولتا

توہین آمیز انداز میں قہقہہ لگا اٹھا۔ زمین پہ بیٹھی  
صنفِ نازک اپنے گھٹنوں سے چہرہ اٹھائے ساکت  
وصامت اسے دیکھ اور سن رہی تھی، روشن دان  
سے آتی تھوڑی سی روشنی صرف بالابچ کے  
چہرے پہ پڑ رہی تھی کیونکہ وہ اسی دیوار کی سمت  
بیٹھا ہوا تھا جس پہ روشن دان ثبت تھا جبکہ وہ لڑکی

اسکے مقابل تھی، روشنی کا جھکاؤ اس لڑکی کی طرف  
نہیں تھا۔ وہ صرف اس کے گھٹنوں سے نظر آتا  
سیاہ عبایا دیکھ پایا تھا۔

جانتا ہوں آج تم دل میں اپنے اس بے غیرت  
محبوب کے ساتھ میرور یام لاشاری کا موازنہ  
ضرور کر رہی ہو گی، اس ذندگی سے اچھا تھا تم

میرے بھائی کی کنیز بن جاتی، کم از کم اس کی کنیز  
کے عہدے پہ فائز ہو کر تمہیں یوں دردِ بھٹکانا  
پڑ رہا ہوتا کیونکہ وہ اپنی ملکیت میں آئی چیزوں کی  
حفاظت خود سے زیادہ کرنے کا عادی تھا لیکن بد  
قسمتی سے تم اتنا اچھا چانس ضائع کر چکی ہو، مجھے  
پھر سے تم سے ہمدردی ہو رہی ہے حیات، سچ



بیچ!۔۔۔ بالاج مصنوعی افسوس سے گردن ہلا  
کے بولتا ایک دم سے گردن پیچھے کو پھینکتا قہقہہ لگا  
اٹھا، آج اسکا جشن منانے کا جی کر رہا تھا کیونکہ وہ  
حیات کی صورت میں اپنا ٹارگٹ اچھو کر چکا تھا۔  
یعنی اس کا میں ٹارگٹ "وجہ قتل"

جانتا ہوں میرے بھائی کی کنیز نہ بننے پہ تم خود کو  
ضرور کوس رہی ہو گی کہ کیوں اتنا اچھا موقع ہاتھ  
سے جانے دیا، لیکن میں نے بولانا میں تمہارا ہمدرد  
ہوں، تمہیں خود کو کوسنے کی ضرورت نہیں ہے  
بشرطیکہ تم نے اپنے محبوب کے ساتھ منہ کالا نہ  
کیا ہو، اگر تمہیں وہ خب۔ یس چھوچکا ہے تو تم

میرے کسی غلام کی کنیز کے عہدے پہ فائز ہو سکتی  
ہو لیکن میر بالاچ لاشاری کی کنیز خواب میں بھی  
نہیں بن پاؤ گی، ویسے تو اس روز میں غصے میں خود  
سے عہد کر چکا تھا تم اس بے غیرت آحد کے  
بچوں کی ماں بھی بن جاؤ گی تب بھی میں تمہیں  
اپنی کنیز کے عہدے پہ فائز کر کے تمہارے اس

تم پہ لگانا چاہتا تھا لیکن تم نے اس پہ اپنے بے  
غیرت محبوب کو فوقیت دے کر اتنا اچھا چانس  
ضائع کر ڈالا۔۔۔ بالاج اسکے کان کے پاس جھک  
کے ہر لفظ پہ زور دیتا اپنی پوری قوت سے غرایا،  
اسکے یوں نزدیک آنے پہ مقابل کا ہمتی ہوئی پیچھے  
دیوار میں گھسنے کی کوشش کر رہی تھی۔ بالاج

لاشاری کی بکواس سن کے اسکے جسم میں آگ  
بھڑک رہی تھی، وہ چاہ کے بھی اسکی توہین آمیز  
گفتگو کا مقصد نہیں سمجھ پارہی تھی، اہانت سے اس  
کا نقاب میں چھپا چہرہ سرخ پڑ رہا تھا، وہ کچھ بولنا چاہ  
رہی تھی لیکن اسکے لبوں میں اسکے نقاب کا آدھا  
کپڑا ٹھونس کے اوپر سختی سے ٹیپ لگائی گئی تھی، وہ

ذرا سی آواز بھی نہیں نکال پارہی تھی، وہ بنا پللیں  
جھپکائیں اس ایڈوکیٹ کو دیکھ رہی تھی۔ اس نے  
شاید ہی کبھی خود کو اتنا بے بس اور بے سہارا  
محسوس کیا تھا جتنا وہ خود کو اس وقت محسوس کر  
رہی تھی، باپ کا سفید کفن میں لپٹا وجود اسکی  
آنکھوں کے سامنے لہرایا تھا، کیا باپ کا سایہ اٹھ

جانے سے سیٹیاں اتنی بے وقعت ہو جاتی ہیں کہ  
انہیں کوئی بھی اپنے الفاظ سے بے مول کر دیتا

ہے؟

نجانے کیوں مجھے تم پہ رحم نہیں آرہا، مجھے تم سے  
اس قدر نفرت اور گھن محسوس ہو رہی ہے کہ میں  
بیان نہیں کر پا رہا، میرا جی چاہ رہا ہے، میں تم پہ کسی

حیوان کی طرح ٹوٹ پڑوں، تم پہ اپنی دہشت کی  
ایسی چھاپ چھوڑوں کہ پورا حیدر آباد تمہاری  
چینوں کی آوازیں سنے لیکن اس سے پہلے مجھے یہ  
کنفرم کرنا ہے کیا تم ان چھوٹی ہو یا اس سالے نلے  
کے ساتھ اپنی راتیں کالی کر چکی ہو؟ دعا کرو تم  
میرے کسی غلام کے حصے میں آؤ کیونکہ اگر تم ان



چھوٹی ہوئی اور میرا لالچ لاشاری نے تم پہ اپنی  
دہشت کی چھاپ چھوڑنا شروع کر دی تو شاید تم  
زندہ بچ کے بھی مردوں سے بدتر حالت میں پائی  
جاؤ کیونکہ میں تمہیں اس وقت تک نہیں  
چھوڑوں گا جب تک تمہارا جسم آئینہ کبھی نہ  
چھونے کے قابل نہیں ہو جائے گا! شاید میرا کوئی

غلام تم پہ رحم کھالے لیکن میرا لالچ لاشاری تم پہ  
رحم نہیں کھائے گا کیونکہ میری رگوں میں  
سرداروں کا خون دور رہا ہے۔۔۔ بالالچ لاشاری  
کی بلنٹ اور نازیبا گفتگو پہ مقابل بیٹھی صنفِ  
نازک کا دل کیا زمین چھٹے اور وہ اس میں کہیں  
غائب ہو جائے یا اللہ اسے اپنے پاس بلا لے جس

طرح سے اسکے باپ کو اتنی جلدی اپنے پاس بلا لیا  
تھا کیونکہ وہ اس سے زیادہ اسکی توہین آمیز گفتگو  
برداشت نہیں کر سکتی تھی، مقابل کو لگ رہا تھا  
ایڈوکیٹ میربالا ج لاشاری اسکے کانوں میں پگھلا  
ہوا سیسہ انڈھیل رہا ہو، اس وقت وجود اس وقت  
آندھیوں کی ضد میں تھا، وہ بنا پلکیں جھپکائیں بے

یقینی سے اسکی طرف دیکھ رہی تھی۔ کیا یہ واقعی  
حقیقت تھی؟ میربالاج لاشاری کا اپنے عبا یے کی  
طرف بڑھتا ہاتھ دیکھ کے وہ چل اٹھی، اسکے ہاتھ  
پیر بندھے ہوئے تھے، وہ اس وقت ان کا استعمال  
نہیں سکتی تھی۔

ارے ارے! ابھی تو میں نے ٹھیک سے چھو ا بھی  
نہیں اور تم نے پہلے ہی مچھلیوں کی طرح تڑپنا  
شروع کر دیا ہے! رکو ذرا صبر کرو، میں جانتا ہوں  
میری قربت پانے کے لئے تم اندر تک تڑپ رہی  
ہو گی لیکن پہلے مجھے اپنے طور پہ کنفرم تو کرنے دو  
تم اس لائق بھی ہو کہ تمہیں چھوا جائے یا کسی

غلام کے آگے پھینک دیا جائے!۔۔۔ اسکی  
مزاحمت پہ بالاج اسکی نازک کمر زور سے اپنے  
ہاتھ کی منہی میں جکڑتا اسکے پیٹ پہ بندھی سیاہ  
عبائیے کی ڈوری اندازے سے ڈھونڈ کے کھولنے  
لگا، مقابل مسلسل اسکی سخت گرفت میں مچل رہی  
تھی۔ وہ اس گھٹیا انسان کی پہنچ سے دور جانا چاہتی

کھی جس نے اسکا تمام مردوں سے اعتبار پوری  
زندگی کے لئے اٹھا کے رکھ دیا تھا۔

اپنے ماں باپ کے سر پہ دھول جھونک کے اپنے  
دو نمبر عاشق کے ساتھ بھاگی گئی لڑکی کو اس  
عبائیے کے پیچھے چھپنا فریب نہیں دیتا، یہ عبائیہ  
صرف پاکیزہ لڑکیوں کے لئے ہوتا ہے نہ کہ تم

جیسی گندی لڑکیوں کے لئے۔۔ بالاچ ایک جھٹکے  
سے اسکے عبا یے کی ڈوری کھولتا اپنی پوری قوت  
سے اسکے کان کے پاس دھاڑا تھا۔ مقابل نے اپنی  
رسی میں بندھی ٹانگوں کو حرکت دینا چاہی تھی  
لیکن ناکام ٹھہری، بالاچ لاشاری ابھی اسکا عبا سیہ  
اسکے وجود سے سرکا تا جب مقابل نے ہمت کرتے



ہوئے دل میں اللہ کا نام لیتے اپنی پوری قوت سے  
میر بالاچ لاشاری کے سینے پہ اپنی کہنی جڑ دی، اسکا  
وار عام لڑکیوں کی طرح نازک بالکل نہیں تھا بلکہ  
اسکا وار اتنا جاندار تھا کہ نہ چاہتے ہوئے بھی بالاچ  
لاشاری کراہ اٹھا۔ بالاچ حیرانی سے اس اندھیرے  
میں چھپے وجود کی طرف دیکھنے لگا، کیا کوئی گاؤں کی

عام سی لڑکی خود میں اتنی ہمت رکھ سکتی تھی کہ میر  
بالاچ لاشاری پہ یوں وار کرے؟ بالاچ نے آئیبرو  
اچکا کے سوچا۔

تمہاری اتنی جرأت کہ تم میرا بالاچ لاشاری پہ وار  
کرو؟ بالاچ لاشاری نے غراتے ہوئے شدید غصے  
سے اسکا جبرہ اپنے ہاتھ کی مٹھی میں دبوچا۔

اب میرے وار کا انتظار کرو اور میرا وار ڈائریکٹ  
تمہارے جسم کی گہرائیوں پہ ہو گا لیکن اس سے  
پہلے تمہارا منہ کھولنا ضروری ہے تاکہ تمہاری  
چنچیں میرے کانوں کو راحت پہنچا سکیں۔۔۔  
بالاچ لاشاری گر جدار آواز میں دھاڑتا اسکے  
چہرے کی طرف ہاتھ بڑھا کے ٹیپ تلاشتا ہے

دردی سے ہینچ گیا، اسکے یوں ٹیپ کھینچنے پہ اس  
صنفِ نازک کو جھٹکا سا لگا تھا، وہ بے ساختہ بالاج  
کی اوڑھ کھینچی گئی تھی، چاند کی روشنی اب بالاج  
کے ساتھ ساتھ مقابل کی سیاہ آنکھوں کو روشن کر  
رہی تھی، ان سیاہ آنکھوں سے اپنی نیلی سرخی  
چھائی آنکھیں چار کرتے میر بالاج لاشاری کو لگا وہ

اگلا سانس نہیں لے پائے گا، اُس کے دل کی  
دھڑکن تھم گئی، جیسے وقت نے اپنی رفتار روک لی  
ہو۔ جیسے کوئی پردہ گرا دیا گیا ہو، وہ ان سیاہ آنکھوں  
کو پہچانتا تھا، یہی تو وہ آنکھیں تھیں جو اسے سونے  
نہیں دیتی تھیں جن میں زمانے بھر کی تھکاوٹ  
تھی۔

تھو ہے تم پہ اور تمہاری سات نسلوں پہ میرا لالچ

لاشاری!!۔۔ روشانے زیدی اپنے منہ میں

ٹھونسا کیا نقاب کا کپڑا بمشکل نکالتی کھٹی کھٹی آواز

میں اپنی پوری قوت سے چلائی تھی، وہ اس پہ

تھوک نہیں پائی تھی کیونکہ اسکے نقاب کا کپڑا اسکے

لبوں کے آگے آچکا تھا، اسکا لہجہ مضبوط تھا لیکن

جسم بری طرح سے کانپ رہا تھا، آج پہلی دفعہ  
روشانے زیدی کے جسم کو غیر مردوں کے ہاتھ  
لگے تھے، اسے اپنے پورے وجود پہ چیونٹیاں  
رینگتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں۔ بالاج لاشاری  
نے تیر کی تیزی سے روشانے زیدی کی کمر سے  
ہاتھ ہٹایا تھا، اسے لگا جیسے زمین اُس کے پیروں

تِلے کھسک رہی ہے، ایک پل میں سب کچھ بے  
رنگ ہو گیا تھا۔ بالاج لاشاری نے بے یقینی کی  
کیفیت میں اپنی جیب سے فون تلاشتے کانپتے  
ہاتھوں سے اسکی ٹارچ آن کی، وہ دعا کر رہا تھا  
مقابل روشنانے زیدی نہ ہو، بھلے ہی حیات کی  
آواز اور آنکھیں روشنانے سے ملتی ہوں وہ دل پہ



پتھر رکھ کے اتنی شراکت داری برداشت کر سکتا  
تھا، لیکن سامنے بیٹھے وجود کو روشنانے زیدی نہیں  
ہونا چاہیے تھا، بالاج لاشاری نے دھڑکتے دل  
سے فون کی ٹارچ اسکی طرف گھماتے اسکے چہرے  
پہ نگاہیں دوڑائیں، اسکا نقاب کھسک رہا تھا جس کے  
باعث اسکا آدھا چہرہ واضح ہو رہا تھا، بالاج لاشاری

ابھی اور اسی وقت مر جانا چاہتا تھا، یہ تقدیر نے کیسا  
کھیل کھیلا تھا؟ قسمت نے کیسی پلٹی کھائی تھی۔ وہ  
کچھ بولنے کے قابل نہیں رہا تھا۔

ابھی کیا بول رہے تھے تم کہ میری اتنی جرات میں  
میر بالاچ لاشاری پہ وار کروں تو سنو میری بات،  
میر ابس چلے تو میں تم جیسے مردوں کی مردانگی پہ

سو ہزار دفعہ تھو کوں جو عورت کو فقط جسم سمجھ  
لیتے ہیں، عورت میں روح بھی ہوتی ہے یہ سوچنا  
وہ گوارہ ہی نہیں کرتے!! میں تم سے پوچھتی  
ہوں تمہاری جرأت کیسے ہوئی روشا نے زیدی کو  
ہاتھ لگانے کی؟۔۔۔ وہ جھنجھلاتے ہوئے اپنے  
ہاتھ پیر کھولنے کی بھرپور کوشش کرتی ہدیائی

انداز میں چلائی تھی۔ بالآخر لاشاری کو اپنی سمجھ  
بوجھ ختم ہوتی محسوس ہو رہی تھی، اسکے کپکپاتے  
ہاتھ کی گرفت اسکے فون پہ ڈھیلی پڑی تھی، اسکا  
دل دھڑک دھڑک کے باہر آ جانا چاہتا تھا، اس  
نے خواب میں بھی نہیں سوچا تھا کبھی روشنانے  
زیدی سے ملاقات یوں ہوگی، وہ تو اسکے دل کی

ملکہ تھی، اسکی شیرنی تھی، اسکی پہلی نظر کی محبت  
تھی، وہ کبھی نہیں چاہتا تھا اسکی محبت اسکے دہشت  
ناک روپ سے واقف ہو لیکن وہ یہ بات سمجھنے  
میں بہت دیر کر گیا تھا یا شاید اب بھی نہیں سمجھا تھا  
کہ "اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہوتا ہے"

میں نہیں جانتی کون لڑکی تمہارے بھائی کی کنیز  
کے عہدے پہ فائز ہونے والی تھی، میں نہیں  
جانتی میں اس وقت یہاں کیوں ہوں، میں نہیں  
جانتی کون لڑکی اپنے کس دو نمبر عاشق کے ساتھ  
بھاگی تھی، میں نہیں جانتی کس نے اپنی راتیں  
کس کے ساتھ کالی کی ہیں، میں نہیں جانتی تم کس

لڑکی کو چھو کے کنفرم کرنا چاہتے تھے کہ وہ چھوٹی  
ہے یا ان چھوٹی، میں صرف اتنا جان پائی ہوں تم  
آج کسی درندے کی طرح ایک بنتِ حوا کو نوچنے  
والے تھے، میں صرف اتنا جان پائی ہوں تم انسان  
کے روپ میں ایک شیطان ہو، میں صرف اتنا  
جان پائی ہوں تم پیشہ وار وکیل نہیں بلکہ پیشہ وار

بے رحم سردار ہو جن کی نظروں میں عورت کی  
عزت رتی برابر بھی نہیں ہے، جو خود کو مہمان اور  
عورت کو اپنے پیر کی دھول سمجھتے ہیں، جنہیں اپنی  
غیرت کی پروا ہوتی ہے لیکن کسی دوسرے کی  
غیرت ان کے لئے معنی نہیں رکھتی، تم پڑھ  
لکھے جاہل ہو میرا لاج لاشاری!!! مجھے تمہیں



ایڈوکیٹ کہتے ہوئے شرم آرہی ہے، میں نہیں  
جانتی تھی تم دوسروں کو انصاف دلوانے والے  
وکیل نہیں بلکہ ایک ڈبل فیس سردار ہو جو جتنا  
چاہے پڑھ لکھ جائے، جتنی چاہے ڈگریاں حاصل  
کر لے لیکن سرداری کا بھوت اسکے سر سے کبھی  
نہیں اترتا، جس روز تم نے سڑک پہ بھرے معجمے

کے درمیان عورتوں کے لئے اسٹینڈ لیا تھا اس  
وقت مجھے لگا تھا کہ تم ایک عورت کو کمفر ٹیبل فیل  
کروا سکتے ہو، لیکن کھینکس ٹوپو کہ تم نے مجھے اپنا  
اصل چہرہ دیکھایا، تم ان گھٹیا مردوں میں سے ہو  
جو ایک عورت کو ان سیف فیل کروا رہے ہیں، جو  
عورت سے عورت ہونے کا حق چھین لیتے ہیں،

جن کا غرور ان کے سر پہ چڑھ کے بولتا ہے۔۔۔  
چنچ چنچ کے روشنانے زیدی کی آواز بھیک چکی تھی،  
اسے آج پہلی دفعہ کسی غیر مرد نے رلایا تھا۔ وہ  
چاہے جتنی مرضی مضبوط تھی لیکن اسے آج  
محسوس ہوا تھا باپ کے جانے کے بعد اسکی ساری  
مضبوطی ہوا ہو رہی ہے اسی لئے تو اسکا جسم

کچکا ہٹ کا شکار تھا، اسی لئے تو وہ آنسو بہانے پہ  
مجبور ہو گئی تھی، اسی لئے تو وہ آج اتنی بے سہارا  
تھی کہ اسکے ہاتھ پیر بندھے ہوئے تھے اور اسکے  
پاس اسکا فیورٹ ہتھار "چاقو" نہیں تھا جو اسکے  
باپ نے اسے چلانا سیکھایا تھا تاکہ وہ ایسے درندوں  
کو چیر دے۔۔ بالاج لاشاری کچھ بولنے کے قابل

نہیں تھا، اسکی آنکھوں کی پتلیاں ساکت تھیں، وہ  
پھیلتی آنکھوں سے اسکی طرف دیکھ رہا تھا، وہ  
روشانے زیدی کو سب کچھ بتانا چاہتا تھا جس کی  
وجہ سے وہ ایسا قدم اٹھانے پہ مجبور ہوا تھا لیکن اس  
کے منہ میں اس وقت جیسے زبان ہی نہیں تھی، وہ  
ایک لفظ بھی بولنے کی ہمت نہیں کر پا رہا تھا۔

ڈرو اس وقت سے جب اللہ تمہارا غرور خاک میں  
ملائے گا! تم بولتے ہو عباسیہ پاکیزہ لڑکیوں کے  
لئے ہوتا ہے، ارے میں پوچھتی ہوں کہ تم ہوتے  
کون ہو ہم عورتوں کے کرداروں کو نج کرنے  
والے! اپنے گریبان میں جھانکو اور خود سے پوچھو  
کیا تم ایک پاکیزہ مرد ہو؟ تم جیسے مرد ایک طوائف

اور پاکیزہ عورت میں کوئی فرق نہیں جانتے! تم  
جیسے مرد ایک پاکیزہ عورت کے نقاب اور عباۓ  
کی کبھی حیا نہیں کر سکتے، جیسے آج میری حیا نہیں  
کی گئی، میں نے اپنی تیس سالہ زندگی میں آج تک  
کوئی ایسا کام نہیں کیا جو ایک عورت کی پاکیزگی پہ  
سوالیہ نشان بنے، لیکن تم نے تو میرے پردے کی

بھی حیانہ کی! وہ میرا لالچ لاشاری کون تھا جو  
میرے سر سے اتراد و پٹا دیکھ کے نظروں کا رخ  
پھیر لیا کرتا تھا! تم کون ہو؟ تمہارا اصل چہرہ کیا  
ہے؟ کیا تم خود کو جانتے بھی ہو یا کبھی جاننے کی  
کوشش نہیں کی؟ کیا سارے سردار ایک جیسے  
ڈبل فیسڈ ہوتے ہیں؟۔۔۔ اسے اپنی جگہ سے ہلتے



نہ دیکھ کے روشا نے زیدی میں مزید ہمت آئی  
تھی، وہ اس سے فاصلہ قائم کر گیا تھا، وہ ایک لفظ  
نہیں بولا تھا، روشا نے اس کے ایکسپریشنز بخوبی نوٹ  
کر چکی تھی وہ صدمے کی کیفیت میں اسے سن رہا

ہے۔

یہ۔۔ یہ سب ایک مس۔۔ انڈرا سٹینگ۔۔  
ہے!۔۔ میرا بالاجی دبیر لاشاری کی زبان جو کبھی  
نہیں لڑکھڑائی آج اپنی محبت کے سامنے لڑکھڑا  
گئی۔ اسے اپنی رسیاں کھولنے کی کوشش کرتے  
دیکھ کے وہ تیزی سے اسکی طرف بڑھا، اس نے  
اسکے پیروں کی رسیاں کھولنی چاہی جب نظریں

اسکی سیاہ ہیل کی طرف اٹھیں جن کی ٹک ٹک کی  
آواز گھڑی کی سوئیوں کے مترادف ہر وقت اسکے  
کانوں میں گونجتی تھی۔

دور ہٹو مجھ سے!! ہاتھ مت لگاؤ چیر کے رکھ دوں  
گی تمہیں!!۔۔۔ اسے اپنے پیروں کی طرف ہاتھ  
بڑھاتے دیکھ رو شانے زیدی شیرنی کی مانند غرائی،

اسکی سیاہ آنکھیں طیش سے سرخ لال ہو رہی  
تھیں، چیخنے کے باعث نقاب چہرے سے ہٹ رہا  
تھا۔

شش! ہاتھ نہیں لگا رہا۔ بالاج نے نرمی سے  
ایک ہاتھ اٹھاتے اسے ریلکس کرنا چاہا جب وہ اپنے  
پیرپہ اسکا بانیاں ہاتھ دیکھتی اس پہ زور سے اپنی

ہیل ثبت کر گئی، بالاج نے کراہتے ہوئے اپنا  
بائیاں ہاتھ دور کیا تھا، وہ جو وار کرتی تھی  
زبردست کرتی تھی۔

مجھے چاقو دو، میں اپنی رسیاں خود کھولوں گی۔۔۔  
روشانے کا دل ابھی تک لرزیا تھا لیکن اس نے  
اپنے لہجے کو دھیمہ نہیں کیا تھا، وہ مضبوط لہجے میں

غرائی۔ عزت چھن جانے کا ڈر و خوف چھوٹا نہیں  
ہوتا۔ اگر اسکے منہ سے وقت پہ ٹیپ نہ ہٹائی جاتی  
تو وہ نجانے اسکے ساتھ کیا کر بیٹھتا۔ اسکے غرانے پہ  
بالاچ نے مزید بحث کرنے کی بجائے اپنی جیب  
میں ہاتھ ڈالا تھا، یہ واحد لڑکی تھی جو بالاچ  
لاشاری پہ چیخ چلا سکتی تھی۔ اسے تو سات خون بھی

معاف تھے، وہ اپنی جیب سے گاڑی کی چابی نکال  
کے اس کی طرف بڑھا گیا کیونکہ اسکے پاس الگ  
سے چاقو نہیں تھا، صرف اسی چابی کے ساتھ ایک  
درمیانے سائز کے چاقو کا کی رنگ لگا تھا۔  
روشانے نے خود کو موو کرتے ہوئے اپنی بیک پہ  
بندھے ہاتھ اسکی طرف کرتے اس طرح سے اس

سے چاقو تھامتا تھا کہ اسکے ہاتھ کی انگلی بھی اس سے  
ٹچ نہ ہو، اس نے کافی مشکل سے اس چاقو سے  
اپنے ہاتھ میں بندھی رسیوں کو کاٹا تھا، ہاتھ کی  
رسیاں کاٹنے کے بعد وہ بالاج کی طرف دیکھے بغیر  
اپنے پیروں پہ جھک کے رسیاں کاٹنے لگی، بالاج  
جو خاموشی سے ماؤف ہوتے دماغ سے اسکی طرف



دیکھتا جا رہا تھا ہوش اس وقت آئی تھی جب  
روشانے زیدی نے ایک دم سے اپنا ہاتھ اٹھاتے  
اپنی پوری قوت سے اس کے کندھے پہ چاقو کھونپ  
ڈالا۔ بالاچ نے آنکھیں میچتے ہوئے اپنے نچلے لب  
پہ زور سے دانتوں کا دباؤ ڈالتے اپنی بلند کراہ روکی  
تھی۔

آئیندہ کسی لڑکی کو اغواء کروانے سے پہلے سود فحہ  
سوچ لینا ہر لڑکی کمزور نہیں ہوتی، کچھ تم جیسوں کو  
چیر پھاڑ کر دینا بھی جانتی ہیں، میرا بس چلے تو یہاں  
فرصت سے بیٹھ کے تمہارے ٹکڑے کروں لیکن  
فلحال میری بوڑھی معذور ماں گھر پہ میرا انتظار کر  
رہی ہے جس کی بیٹی اب تک گھر نہیں پہنچی! وہ تو

اتنا بھی نہیں جانتی میں تم جیسے درندے کی قید میں  
ہوں، اگر جان لے تو شاید اسی وقت اپنی سانسیں  
کھودے! جانتے ہو ایک رات بیٹی گھر نہ پہنچے تو  
لوگ کیسی کیسی باتیں کرتے ہیں؟ کیا اپنی ماں بہن  
کو رات کے اس پہر کسی درندے کی قید میں  
برداشت کر سکتے ہو؟ بولو؟ جواب دو بالاج

لاشاری!!۔۔۔ روشانے زیدی چیتے ہوئے  
سوال کر رہی تھی لیکن بالاج لاشاری کے پاس  
جواب نہیں تھا، اسکی زبان تالو سے چپک چکی تھی،  
ماں اور بہن کے ذکر پہ وہ غصے سے چیخ اٹھتا اگر  
روشانے کی جگہ کوئی اور ہوتا لیکن یہاں تو وہ دلیر  
لڑکی تھی جس نے اسے اپنے الفاظ سے رکھ رکھ

نماچے مارے تھے، ایسا آئینہ دیکھایا تھا کہ بالاج  
لاشاری اپنے سارے ٹارگٹ سارے بدلے بھول  
بیٹھا تھا، کچھ یاد تھا تو صرف یہ کہ سامنے بیٹھی اسکی  
محبت ہے جس کا اعتبار اس پر سے ہمیشہ کے لئے  
اٹھ چکا ہے۔ کیا دلیل دیتا اسے؟؟ کہاں سے بات  
شروع کرتا اور کہاں پہ ختم کرتا؟ کندھے میں

دھنسے چاقو کی تکلیف سے زیادہ دل میں تکلیف اٹھ  
رہی تھی۔

کیا کہا تھا تم نے؟ تم سردار لوگ جھوٹا جسم کبھی  
قبول نہیں کرتے؟ میری بددعا ہے تمہیں بالاج  
لاشاری!! خدا تمہیں اتنا مجبور کر دے کہ تمہیں  
جھوٹے جسم پہ اپنی چھاپ چھوڑنی پڑے! تم آج

ایک بنتِ حوا کو روند کے اسکی چیخیں پورے  
حیدر آباد کو سنانا چاہتے تھے، میں تمہیں بد دعا دیتی  
ہوں ایک بنتِ حوا تمہیں چیخ چیخ کے رونے پہ مجبور  
کر دے لیکن تمہاری چیخوں پہ رحم کھانے والا کوئی  
نہ ہو۔۔۔ بالاج کو مکمل خاموشی سادھے دیکھ کے  
روشانے زیدی زمین سے اٹھ کے اپنا ہاتھ دعا کی

صورت میں اٹھا کے آسمان کی طرف دیکھتی بھیگی  
آواز میں چلائی تھی۔

پلیز ایسا مت بولوروش۔۔۔ اسکی بدعاؤں پہ بالاج  
لاشاری تیزی سے زمین سے کھڑا ہو کے اسکے  
مقابل ہوتا افیت سے بولتے ہوئے ابھی اپنا جملہ  
مکمل کرتا جب روشا نے اپنے اٹے ہاتھ کا تھپڑ



بالاچ لاشاری کے نبیر ڈودہ گال پہ جڑ دیا، پورے  
سیکریٹ روم میں چٹاخ کی آواز گونجی تھی۔ بالکل  
ویسا تھپڑ جیسا اس نے میڈکل کالج میں ارسلان  
افتخار کے گال پہ جڑا تھا۔ آج ارسلان افتخار اور  
بالاچ لاشاری میں فرق ختم ہو چکا تھا۔

خبردار جو اپنی گندی زبان سے میرا نام لیا! زبان  
کاٹ دوں گی تمہاری۔ وہ لہورنگ ہوتی آنکھوں  
سے دھاڑتی ہوئی اپنا ہاتھ اسکے کندھے کی طرف  
بڑھا کے مضبوطی سے وہ چاقو باہر نکال گئی۔ بالاج  
کے پورے وجود میں تکلیف سرائیت کر رہی تھی،  
وہ شاکڈ کیفیت میں اسکی طرف دیکھ رہا تھا، میر

بالاچ لاشاری کو آج تک اس کے ماں باپ نے  
ہاتھ نہیں لگایا تھا کیونکہ وہ اس سے بے حد محبت  
کرتے تھے لیکن جس سے وہ بے حد محبت کرتا تھا  
آج اس نے ایسا تھپڑ جڑا تھا جو ساری زندگی بھولنے  
والا نہیں تھا۔ وہ چاہ کے بھی اس لڑکی پہ چلا نہیں پا

رہا تھا، وہ چاہ کہ بھی اس پاکیزہ لڑکی سے نگاہیں  
نہیں ملا پارہا تھا۔

بہت ممکن ہے کل تک تمہیں تمہاری گاڑی  
حیدر آباد کی کسی کھائی سے ملے، مجھے اغواء کرنے  
کی جو غلطی تم نے کی ہے اس کا خمیازہ تمہیں اپنی  
مہنگی ترین گاڑی کی صورت میں بھگتنا ہوگا، کیونکہ

جتنا میں نے حساب لگایا ہے تم سرداروں کے لئے  
دوسروں کی ملکیت سے زیادہ اپنی ملکیت کی چیزیں  
معنی رکھتی ہیں! اگر اس وقت میرے ہاتھ میں  
بندوق ہوتی تو تمہیں قتل کئے بغیر یہاں سے نہ  
جاتی لیکن خیر ابھی کے لئے اتنا کافی ہے!! ڈنکے  
کے چوٹ پہ تمہاری ملکیت کی مہنگی لش پش گاڑی

حیدر آباد کی کسی بڑی سی کھائی میں گراؤں گی، جو  
اکھاڑنا ہوگا، اکھاڑ لینا آکر۔۔۔ روشانے زیدی  
اس چاقو کو بند کرتی گاڑی کی چابی اپنے ہاتھ میں  
اچھالتے بالاچ لاشاری کی نیلی آنکھوں میں اپنی  
سیاہ آنکھیں گاڑ کے چیلنجنگ انداز میں غراتی  
سیکریٹ روم کے دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

میری بات سنو! پلیز ایک دفعہ میری بات سن  
لو!۔۔۔ اسے تیزی سے باہر نکلتے دیکھ کے بالاج  
ہوش میں آتا فوراً اسے اسکے پیچھے بھاگتا منت کرنے  
لگا، لیکن وہ اپنے چہرے پہ واپس سے نقاب  
چڑھاتی اسکی سنے بغیر اپنی ہیل کو ٹک ٹک کرتے  
آگے کی طرف بڑھتی جا رہی تھی، اسے اس

بیسمنٹ سے جلد از جلد نکلنا تھا، وہ جتنی چاہے  
مضبوط بن رہی تھی لیکن اسکے اندر کے سارے تار  
ہل چکے تھے، اسکے جسم میں جیسے پٹا خے پھوٹ  
رہے تھے، اسے جتنی آیتیں آتی تھیں دل میں  
پڑھتے ہوئے اپنی عزت کی حفاظت کی دعا مانگنے  
لگی۔



پلیز روشا نے ایک دفعہ میری بات سن لو، میں  
تمہیں سب ایکسپلین کرنا چاہتا ہوں۔۔۔ بالاج  
نے بیسمنٹ سے باہر نکلتے ہوئے التجائیہ انداز میں  
روشا نے کوپکارا، اسکے منہ سے اپنا نام سنتے  
روشا نے کا دل کیا اب کی دفعہ یہ چاقو اسکے دل کے  
مقام پہ کھونپ دے لیکن وہ یہاں سے نکلنا چاہتی

نہی، اسی لئے جواب دیئے بغیر جلدی سے پورچ  
کی طرف بڑھ گئی، روشانے کو پورچ میں آتے  
دیکھ کے وہاں پہ کھڑے صدیقی اور بالاچ لاشاری  
کے باقی خاص بندے حیرانی سے اسکی طرف  
بڑھے۔ وہ لڑکی کیسے اتنی جلدی سیکریٹ روم کی  
قید سے نکل سکتی تھی؟

دور رہو!! دفعہ ہو جاؤ یہاں سے سب کے  
سب!۔۔ انہیں روشنائی کی طرف بڑھتے  
دیکھ کے بالاج لاشاری نے گرجدار آواز میں  
دھاڑتے ہوئے ان سب کے پیروں کو بریک  
لگوائی تھی، وہ اسکی طرف بڑھتا ہر ہاتھ اور ہر پیر  
کاٹ دینا چاہتا تھا۔ بالاج کے دھاڑنے پہ سب

ملازموں نے جلدی سے اپنے قدم واپس لئے  
تھے۔

روشانے پلیز آئی ایم سوری، ایک دفعہ۔۔۔ بالاج  
کے باقی کے الفاظ اسکے منہ میں رہ چکے تھے کیونکہ  
روشانے زیدی اسکی گاڑی کی ڈرائیونگ سیٹ پہ

سوار ہو کے اسے تیزی سے ریپورس کر رہی تھی،  
وہ کافی اچھی ڈرائیونگ کر لیتی تھی۔

دروازہ کھولو۔۔۔ روشانے نے گاڑی کا رخ گیٹ  
کی طرف موڑتے اپنی سائیڈ کاشیشہ ڈاؤن کرتے  
غصے سے چوکیدار کو حکم دیا جو کنفیوز انداز میں  
بالاچ کی طرف دیکھ رہا تھا، آیا وہ گیٹ کھولے یا

نہیں؟ روشا نے گاڑی کے دروازے لاک کرتی  
ضدی انداز میں ہارن پہ ہاتھ رکھے ہوئے تھی،  
ہارن کی تیز اور مسلسل آواز اس بڑے سے بنگلے  
میں گونجتی جا رہی تھی، صدیقی اور باقی ملازم دور  
کھڑے ہو نطق بنے کبھی میر بالاچ لاشاری کو دیکھتے

تو بھی گاڑی میں بیٹھی اس بہادر اور ضدی لڑکی کی  
طرف جس کی آواز میں ایک روعب تھا۔  
گیٹ کھول دو!!۔۔۔ بالاج لاشاری نے گہری  
سانس بھرتے آنکھیں میچ کے کھولتے ہوئے اپنی  
بھاری بلند آواز میں گیٹ کیپر کو حکم دیا کیونکہ وہ  
جان چکا تھا روشا نے اسے نہیں سنے گی، چوکیدار

نے سر جھکا کے اسکے حکم کی تعمیل کی تھی،  
روشانے زیدی سب ملازموں کو ہکا بکا چھوڑ کے  
میر بالاچ لاشاری کی گاڑی کو گھماتے ہوئے ان کی  
نگاہوں کے سامنے فرار ہو گئی تھی، بالاچ لاشاری  
خالی دل اور خالی ہاتھوں سے اسے دیکھ رہا  
تھا، وہ شدید غصے سے جارحانہ انداز میں صدیقی کی



طرف بڑھا، اسکے خاص ملازموں کی ایک عظمی  
اس سے اسکی محبت چھین چکی تھی۔



تشنگی یار۔۔۔ قسط 20

از قلم۔۔۔ علیشہ خان

کس لڑکی کو پکڑ لائے تھے تم لوگ؟ ہم؟ دماغ  
کہاں تھا تم سب کا! تم سب کی جرأت کیسے ہوئی  
اسے ہاتھ بھی لگانے کی۔۔۔ بالاج لاشاری اپنے

ملازموں پہ ٹوٹ پڑتا نہیں شدید غصے سے تھپڑ  
اور گھونسنے رسید کروانا بلند آواز میں چلا رہا تھا۔  
اسکے ملازم جو پہلے ہی اس لڑکی کے یوں چلے  
جانے پہ ہکا بکا تھے، بالاج کے ہاتھوں اپنی  
دھلائی ہوتے دیکھ کے مزید حیران ہوئے۔

سائیں یہ وہی لڑکی تھی جسے پکڑنے کے لئے  
آپ نے ہمیں حکم دیا تھا، یہ آحد کی منظور  
نظر۔۔۔ ابھی صدیقی اپنی صفائی دیتے ہوئے اپنا  
جملہ مکمل کرتا جب بالاج لاشاری نے اس کے لبوں  
پہ اپنی پوری قوت سے مکا جڑا تھا۔

شٹ اپ!!! بکو اس بند کرو اپنی، تم سب کے  
سب آج سے فارغ ہو، فوراً سے پہلے اپنا سامان  
باندھو اور ہمیشہ کے لئے میری نظروں سے دور  
ہونے کی تیاری پکڑو، سب کے سب حرام حور  
ہو۔۔۔ بالاج لاشاری غصے سے پاگل ہوتے  
گر جدار آواز میں غراتا ان پہ اپنا حکم صادر کرتے

اندر کی طرف بڑھ گیا، اس نے اور غاذان نے  
کافی شہروں میں اپنے بنگلے لے رکھے تھے تاکہ وہ  
جب بھی کہیں کام کے سلسلے میں جائیں، ہوٹلز  
کی بجائے اپنے بنگلوں میں رہیں۔ بالاج اپنے  
کندھے میں اٹھتی تکلیف نظر انداز کرتا تیز تیز  
قدم اٹھاتے اندر کی طرف بڑھ گیا، اسکا دل کر رہا

تھا پوری دنیا کو آگ لگا دے، جو ایک سیکنڈ کے  
لئے بھی کبھی نہیں سوچا تھا وہ ہو گیا تھا، بالاج  
نے اپنے کمرے میں آتے ہی ہر چیز اٹھا اٹھا کے  
اپنی پوری قوت سے بٹکتے ہوئے تباہی کی تھی۔  
آہہ !!!۔۔۔ وہ اپنے بالوں کو نوچ کے چیختا  
ہو اپنے نازیبا الفاظ یاد کرنے لگا جو اس نے ابھی

کچھ دیر پہلے روشنائی نے زیدی کے گوش و گزار  
کئے تھے، اپنے الفاظ یاد کرتے اسکا جی چاہ رہا تھا  
خود کو شوٹ کر لے۔

"جب محبت ایگزسٹ ہی نہیں کرتی تو پھر اتنا  
کیوں تڑپ رہے ہو؟"۔۔۔ بالاج کو اپنے کہیں  
اندر سے آواز آئی تھی۔



شٹ اپ!! محبت ایگزسٹ کرتی ہے، مجھے  
روشانے زیدی سے پہلی نظر میں محبت ہوئی  
تھی، روشانے زیدی سے کسی کو بھی محبت ہو  
سکتی ہے، وہ صرف محبت کے لائق ہے۔۔ بالاج  
لاشاری جنونی انداز میں حلق کے بل چلاتے  
ہوئے اپنے اندر کی آواز کو دباتا اپنی ہڈی اتار کے

ایک جست میں دو را چھال گیا۔ اس کے  
قدموں کا رخ سنگھار میز کی طرف تھا۔ اس نے  
آئینے کے سامنے کھڑے ہوتے اپنے کندھے  
کے زخم کی طرف نگاہ دورائی، چاقو نے اچھا خاصا  
گہرا زخم چھوڑا تھا، اس زخم سے خون ابھی تک  
رس رہا تھا لیکن بالاج لاشاری کو پرواہ نہیں تھی،

وہ آنکھیں موندے بار بار وہ منظر یاد کر رہا تھا  
جب روشا نے نے اسے چاقو کھونپا تھا، اسکا لٹے  
ہاتھ کا تھپڑ یاد کرتے اس نے اپنی نیلی سرخی  
چھائی آنکھیں وا کرتے اپنے گال کی طرف  
دیکھا، اسکے بائیں گال پہ بئیر ڈسے کچھ اوپر  
روشا نے کی نازک انگلیوں کی چھاپ تھی۔

یہ حرکت صرف تم کر سکتی روش! اگر تمہاری  
جگہ کوئی اور لڑکی ہوتی تو وہ اپنے پیروں پہ چل  
کے واپس نہیں جاسکتی تھی۔۔۔ بالاج اسکی  
انگلیوں کے نشان پہ انگلی پھیرتا خیالوں میں  
روشانے زیدی سے مخاطب ہوا۔

(وہ میرا لالچ لاشاری کون تھا جو میرے سر سے  
اترا دوپٹا دیکھ کے نظروں کا رخ پھیر لیا کرتا تھا!  
تم کون ہو؟ تمہارا اصل چہرہ کیا ہے؟ کیا تم خود کو  
جانتے بھی ہو یا کبھی جاننے کی کوشش نہیں کی؟  
کیا سارے سردار ایک جیسے ڈبل فیسڈ ہوتے

ہیں؟) روشنانے کے الفاظ یاد کرتے بالاج  
لاشاری نے خود کو غور سے آئینے میں دیکھا۔  
کیا تھا وہ؟ اسکا اصل چہرہ کونسا تھا؟ وہ بدلے کی  
آگ میں اس قدر اندھا ہو گیا تھا، کہ محرم اور نا  
محرم کا فرق بھی یاد نہ رہا؟ ایڈوکیٹ میر بالاج

لاشاری تبلیسی لڑکی کو اپنا ٹارگٹ بنایا؟ یہ سب کیا  
ہوا تھا؟

**Thanks for giving me a  
Reality Check**

بالاچ لاشاری گہری سانس بھرتے ہوئے پھر  
سے اپنے خیالوں میں روشنانے سے مخاطب ہوتا

اپنی آنکھوں میں آئی نمی پیچھے کی طرف دھکیلتا  
باتھروم کی طرف بڑھ گیا۔ وہ ٹھنڈے دماغ سے  
اگلے لائحہ عمل کے لئے سوچنا چاہتا تھا اسی لئے  
شاوور لینا ضروری سمجھا۔

---



غاذان جو سرد ہواؤں کی پروا کئے بغیر کافی گھنٹوں  
سے ٹیرس پہ شرٹ لیس کھڑا سیگریٹ کے  
دھوئیں کے مرغولے فضا میں اڑا رہا تھا، تھک  
جانے پہ سیگریٹ لبوں سے نکال کے زمین پہ  
پھینکتا اپنے جوتے سے مسلتے ہوئے کمرے میں  
چلا گیا، کمرے میں آتے ہی نظریں بیڈ کی طرف

انھیں، اپنے بیڈ پہ ماہ پارہ کو سوئے دیکھ کے اسے  
نئے سرے سے غصہ آیا تھا، وہ اب آرام کرنا  
چاہتا تھا اور وہ میڈیم کتنے حق سے اس کے بستر پہ  
آرام فرما رہی تھی۔ غاذان غصے سے سر جھٹکتا  
اپنے سیاہ گھنے بالوں میں ہاتھ پھیرتے بیڈ کی  
دوسری طرف بڑھ گیا، غاذان کو بیڈ پہ پھیل کے

سونے کی عادت تھی اور یہاں یہ پانڈہ پیچھے لگتی  
جگہ چھوڑ کے تقریباً بیڈ کے درمیان میں سو رہی  
تھی۔

یا اللہ مجھے صبر دے۔۔۔ غاذان نے اس تھوڑی  
سی جگہ میں ایڈ جسٹ ہوتے ہمیشہ کی طرح دل  
میں خدا سے دعا مانگی جو وہ اس لڑکی کی حرکتوں

سے تنگ آ کے مانگتا تھا۔ غاذان آنکھیں موندنے  
والا تھا جب نگاہیں اسکے چہرے کی طرف اٹھیں،  
اسکے بالائی لب پہ گہرا زخم تھا، غاذان نے بمشکل  
اپنے ہاتھوں کو قابو کرتے خود کو اسکے اپر لب  
مول کو چھونے سے باز کیا تھا، یہ سیاہ موٹا تل کافی  
اثریکٹو تھا لیکن نجانے کیوں غاذان کو قابل قبول

نہیں تھا، اسکے گالوں پہ آنسوؤں کے نشان تھے  
جبکہ چھوٹی سی ناک سرخ تھی۔ غازان کی  
نظریں اسکے چہرے سے ہوتی گردن کی طرف  
اٹھیں، اسکی گردن پہ غازان کی شدتوں کے  
نشان توجو تھے اسکے ساتھ ہی انگلیوں کے نشان  
بھی چھپ چکے تھے۔ کیا اس نے اتنی زور سے

اسکا گلہ گھونٹا تھا کہ یہاں اسکی انگلیاں چھپ گئی  
تھیں؟۔۔۔ غاذان نے اپنا نچلا لب زور سے  
دانتوں تلے دباتے بے ساختہ سوچا۔ غاذان نے  
اسکی گردن کی طرف ہاتھ بڑھاتے اپنی گہری  
سو غاتوں پہ انگلی پھیری۔ اسکا دوپٹے سے ندارد  
وجود اسے اپنی طرف اٹریکٹ کر رہا تھا لیکن وہ

لاپرواہ بنارہا۔ غاذان نے نامحسوس انداز میں اسکی  
کردن اپنے انگوٹھے سے نرمی سے سہلائی، ابھی  
کچھ ہی گھنٹوں پہلے سختی سے اسکا گلہ گھونٹا تھا اور  
اب نرمی سے انگلیاں پھر ریا تھا۔ غاذان کو معلوم  
تھا وہ اسکے کمرے سے نہیں جائے گی اسی لئے  
ٹیرس پہ اتنے گھنٹے گزار دیے تاکہ مزید غصے میں

آکے اس پانڈہ کا قتل نہ کر دے جس سے اپنا  
آپ سنبھالا نہیں جاتا تھا اور آئی تھی اسکے بچے کی  
ماں بننے۔۔۔ غاذان ابھی مزید کچھ سوچتا جب ماہ  
پارہ کی پلکوں میں جنبش ہوئی تھی، غاذان جلدی  
سے اپنی انگلی اسکی گردن سے ہٹا کے آنکھیں  
موند گیا، ماہ پارہ نے گہری نیند سے آنکھیں وا



کرتے اپنی گردن پہ ہاتھ پھیرا، اسے ابھی  
محسوس ہوا تھا جیسے اسکی گردن پہ کچھ رینگ رہا  
ہو، ماہ پارہ کو لگا کوئی کیڑا ہو گا اسی لئے تیزی سے  
آنکھیں کھولیں تھیں لیکن اسکی گردن پہ تو کچھ  
بھی نہیں تھا البتہ پہلو میں شرٹ لیس غاذان  
ضرور سویا ہوا تھا، وہ کب آیا تھا؟ اسکے سونے

سے پہلے تو نہیں تھا، خود میں اور اس میں ذرا سا  
فاصلہ دیکھتے ماہ پارہ کے گال سرخ ہوئے تھے، وہ  
سٹیٹاتی ہوئی جلدی سے اس سے فاصلہ قائم کر  
گئی۔

اففف۔۔۔۔۔ ماہ پارہ اپنے ماتھے پہ پسینے کی نمودار  
ہوتی بوندیں صاف کرتی ہر براتے ہوئے اس

سے فاصلے پہ سونے کے لئے لیٹ گئی، اسے  
شرٹ لیس دیکھ کے گال سرخ ہو رہے تھے اسی  
لئے زور سے آنکھیں میچی ہوئی تھیں، وہ کچھ ہی  
منٹوں میں پھر سے نیند کی گہرائیوں میں جا چکی  
تھی، غاذان جو بظاہر آنکھیں بند کئے ہوئے تھا  
اس نے اسکی ساری کاروائی دیکھی تھی۔ غاذان

کو نجانے کیوں اسکے یوں ہر برانے نے کافی مزہ  
دیا تھا، اس نے پھر سے ہاتھ بڑھاتے اسکی گردن  
سے لے کر اسکی قمیض کے گلے تک اپنی انگلی  
ٹریس کی تھی، ایسا اس نے دو سے تین دفعہ کیا تھا  
پھر جا کر ماہ پارہ کی پلکوں میں جنبش ہوئی، غاذان

تیزی سے اپنا ہاتھ پیچھے ہٹا کے پھر سے اپنی  
آنکھیں موند گیا۔

ہائے اللہ جی۔۔ اس بیڈ پہ کون سے  
Invisible کیڑے ہیں۔۔۔ ماہ پارہ پھر  
سے اٹھ کے بیٹھتی اپنی گردن اور قمیض کا گلہ  
جھاڑتی روہانے انداز میں خود سے مخاطب ہوئی،

اس نے تھوک نکلے ہوئے بیڈ شیٹ کا غور سے  
جائزہ لیا لیکن یہاں کچھ بھی نہیں تھا سوائے  
غاذان کے جو اوندھے منہ سو رہا تھا (سونے کی  
ایکٹنگ)

انویزیبل کیڑوں کا توپتا نہیں لیکن میرے بیڈ پہ  
اس وقت ایک بڑا سا Visible پانڈہ ضرور

ہے جس کی آواز اب اگر میرے کانوں سے  
ٹکرائی تو اٹھا کے باہر پھینک دوں گا!۔ غاذان  
بند آنکھوں سے دانت کچکچا کے روعب سے  
بولاً، اسے بالکل اچھا نہیں لگا تھا ماہ پارہ کا اسکی انگلی  
کو ایک کیڑے سے تشبیہ دینا، اسی لئے خود کو  
بولنے سے روک نہ پایا۔ غاذان کے ایک دم

سے بلند آواز میں بولنے پہ ماہ پارہ نے بمشکل خود  
کو چیخنے سے روکا تھا، پھر اس کے الفاظ پہ غور کیا تو  
خود کے لئے ایک دفعہ پھر "پانڈہ" کا لفظ سنتے ماہ  
پارہ نے اپنی چھوٹی سی ناک پھولائی۔ سمجھتا کیا تھا  
یہ انسان خود کو؟



ایک پہلوان بھی ہے جس کے وزن سے یہ بیڈ  
پناہ مانگ رہا ہے۔۔۔ ہو نہہ۔۔۔ اسکی سرخ  
ڈراؤنی آنکھوں کو بند دیکھ کے ماہ پارہ سر جھٹک  
کے مدھم آواز میں خفگی سے بڑبڑاتی پھر سے  
سونے کے لئے لیٹ گئی، اس نے بڑی ہی سادگی

سے غاذان کے لمبے چوڑے باڈی بلڈر وجود پہ  
چوٹ کی تھی، غاذان اسکی براہٹ سن چکا تھا۔  
کیا کہا تم نے؟؟۔۔۔ غاذان ایک جست میں  
اسکے قریب ہوتا سے اپنی سرخ ہیزل نٹ  
آنکھوں سے گھورتا دانت پیس کے دبی دبی آواز  
میں غرا کے سوال کرنے لگا۔

ک۔۔۔ کچ۔۔۔ کچھ۔۔۔ بھ۔۔۔ بھی۔۔۔ تو۔۔۔  
نہیں۔۔۔ ماہ پارہ جسے آنکھیں بند کئے دو سیکنڈ  
بھی نہیں ہوئے تھے اس پہلوان کو اپنے بے حد  
نزدیک غراتے دیکھ کے تھوک ٹنگلتی ہوئی  
معصومیت سے نفی میں سر ہلا کے ٹوٹے پھوٹے  
الفاظ میں جواب دینے لگی۔

# You'd Better Not

اسے معصومیت کی صورت بننے دیکھ کے غاذان  
اسے روعب سے انگریزی میں وارن کرتا اپنی  
آنکھیں موند گیا۔ اسے آنکھیں موندے دیکھ  
کے جہاں ماہ پارہ نے سکھ کا سانس لیا تھا وہی پہ  
اس میں اور خود میں فاصلہ نہ ہونے کے برابر

دیکھ کے رونے والی شکل بنا گئی، وہ اس سے فاصلہ  
قائم کرنے کی غرض سے ہی تو بیڈ کے آخر میں  
آئی تھی اور وہ تھا کہ پیچھے اپنی جگہ پہ واپس جانے  
کی بجائے یہی پہ سو گیا تھا، یہ اسکا بیڈ تھا، ماہ پارہ  
اس پہ حکم چلانا تو دور گزارش بھی نہیں کر سکتی  
تھی۔ وہ جتنا پیچھے ہو سکتی تھی سائید ٹیبل کے

ساتھ لگتی اس سے دو ہاتھ جتنا فاصلہ قائم کرتے  
پھر سے سونے کے لئے آنکھیں موند گئی۔ اسے  
سوئے پھر سے تین منٹ نہیں گزرے تھے  
جب غاذان نے اپنی انگلی اسکی شرٹ کے گلے  
سے کچھ نیچے تک سرکائی، ماہ پارہ کو جیسے کرنٹ لگا  
تھا، اس نے تیر کی تیزی سے آنکھیں کھولیں

لیکن اپنی شرٹ کے گلے پہ کچھ بھی نہ دیکھتے وہ  
پریشانی سے پھر سے بیڈ شیٹ پہ اپنا ہاتھ جھاڑنے  
لگی، غاذان نے آنکھیں یوں موندی ہوئی تھیں  
جیسے گہری نیند میں ہو۔ اسے گہری نیند میں دیکھ  
کے ماہ پارہ نے اپنی سادہ سی قمیض کے اوپری دو  
بٹن کھولتے اس کیڑے کو تلاش کرنا چاہا تھا جو

کب سے اسے تنگ کر رہا تھا، ماہ پارہ کو لگ رہا تھا  
شاید یہ کیڑا اسکی قمیض کے اندر جا چکا ہے اسی  
لئے تو بیچاری کانپتی ہوئی رونے والی ہو گئی تھی۔  
اسے بٹن کھولتے دیکھ کے غاذان کے گلے میں  
بے ساختہ گلٹی بھر کے معدوم ہوئی تھی۔ ماہ پارہ  
کو کیڑا تلاشنے میں مصروف اپنے گلے کے اندر



جھانکتے دیکھ کے غاذان نے نا محسوس انداز میں  
بڑے طریقے سے اسکی کمر کی ذپ پہ اپنی انگلی  
پھیر کے ہاتھ واپس کو کھینچ لیا۔

آہہ۔۔۔ ماہ پارہ نے سہمتے ہوئے چھوٹی سی چیخ  
مارتے اپنا ہاتھ پیچھے کمر کی طرف کرتے اپنی  
قمیض جھاڑی تھی، غاذان کو ہنوز گہری نیند میں

سوئے دیکھ کے اس نے سوٹھتی سانسوں سے اپنی  
بیک ذپ ابھی آدھی ہی کھولی تھی جب غاذان کی  
آواز کانوں سے ٹکرائی۔

ایسے کون سے کیڑے تمہیں کاٹ رہے ہیں جو  
مجھے نہیں کاٹ رہے؟ مجھے ایسا کیوں لگ رہا ہے  
تم اگلے دو منٹوں میں یہی پہ قمیض اتار دو گی۔۔

اسکی شفاف سفید کمر کی جھلک دیکھتے غاذان کا دل  
کیا ان پہ بے رحمی سے اپنے دہکتے لبوں کی مہریں  
ثبت کر دے لیکن پھر خود کو ڈیپٹ کے ماہ پارہ کو  
غصے سے مخاطب کرتے اسے پوری ذپ کھولنے  
سے باز کیا، غاذان کی آواز پہ ماہ پارہ نے عادتاً پھر  
سے چیخ مارتے جلدی سے اپنی ذپ واپس کو

چڑھائی تھی، اس نے غاذان کی طرف دیکھے بغیر  
بیڈ سے کھڑے ہوتے شر مندگی سے اپنے  
فرنٹ بٹن بند کئے تھے، اس کا چہرہ شر مندگی سے  
لال سرخ تھا جبکہ وجود کپکپاہٹ کا شکار تھا۔  
غاذان کا ایک بے باک جملہ اسکے کانوں سے  
دھواں نکالنے کے لئے کافی تھا اور اس پہ تضاد

اسکی بڑی بڑی بے باک اور ڈراؤنی آنکھیں خود پہ  
جمی دیکھ کے ماہ پارہ کا دل کیا کمرے کی کھڑکی سے  
خود ہی چھلانگ لگا دے۔۔۔ وہ کیسے اتنی غائب  
دماغی سی اپنی شرٹ کے بٹن اور زپ اسکے بیڈ پہ  
بیٹھ کے کھول سکتی تھی۔ وہ نجانے کیا سوچ رہا ہو

گا؟

یہاں۔۔ اس۔۔ بیڈ۔۔ پہ۔۔ واقعی۔۔ ہی۔۔  
کیڑے۔۔ ہیں۔۔ ماہ پارہ نے دوپٹا اٹھا کے خود پہ  
اوڑھتے معصومیت سے غاذان کو اپنی صفائی دی  
جوا سے غصے سے گھور رہا تھا۔

ہم! ابھی کچھ دن پہلے میرے بیڈ پہ ایک چھوٹی  
سی چھپکلی نجانے کہاں سے گری تھی جسے مارنا

میں بھول گیا تھا، وہ شاید تمہاری فمیض کے اندر  
چلی گئی ہو، ڈریسنگ روم میں جا کے چیک کر  
لو!۔۔۔ غاذان نے اب کی دفعہ غرانے کی  
بجائے سنجیدگی سے جواب دیتے اپنی آنکھیں  
موند لیں، اگلے ہی پل ماہ پارہ کی چیخ نہیں بلکہ  
چخیں کمرے میں گونجی تھیں۔

اہہ۔۔۔ چھکلی؟۔۔۔ اماں سائیں۔۔۔ چھکلی۔۔۔  
بابا سائیں چھکلی۔۔۔ آہہ۔۔۔ ماہ پارہ اپنی قمیض  
تیزی سے جھاڑتے اپنی جگہ سے اچھلتے ہوئے چیخ  
چیخ کے ماں باپ کو پکارنا لگے جنہیں کسی بھی  
تکلیف میں یاد کرنا اسکی عادت تھی، اسے روتے  
اور چیختے ہوئے ڈریسنگ روم میں بند ہوتے دیکھ



کے غاذان کچھ پل کے لئے تو اسے حیرانی سے  
دیکھ کے رہ گیا لیکن پھر جب اس کا رونا ایک دم  
سے بند ہوا غاذان تکیے میں چہرہ چھپا کے ہولے  
سے ہنس دیا، وہ شاید اپنا لباس اتار کے دیکھ چکی  
تھی اور کوئی بھی چھپکلی نہ ملنے پہ اس کا سپیکر بند  
ہوا تھا ورنہ تو اس نے اپنی چیخوں سے غاذان کو

بھی شاک میں ڈال لیا تھا، غاذان کو شک ہونے  
لگا تھا جیسے اسکے وجود پہ واقعی ہی کوئی چھپکلی رینگ  
رہی ہو۔۔

مل گئی چھپکلی یا میں آ کے تمہیں بھی چھپکلی سمیت  
مار دوں؟؟۔۔ غاذان نے اپنی ہنسی ضبط کرتے  
بلند آواز میں بے حد سنجیدگی اور روعب سے ماہ

پارہ سے سوال کیا۔ اسکے سوال پہ ماہ پارہ نے  
سرخ پڑتے ہوئے حویلی میں اپنا پہلا روزیاد کیا  
تھا جب غاذان نے بے دردی سے اپنے پیر سے  
اس چھپکلی کو مارا تھا، وہ ہر براتی ہوئی تیزی سے اپنا  
سرنفی میں ہلانے لگی۔

ن۔ نہیں۔۔ تو۔۔ چھپکلی۔۔ میں۔۔ نے۔۔

مار۔۔ دی۔۔ ہے۔۔۔ ماہ پارہ نے بے حد

معصومیت سے ڈریسنگ روم کے اندر سے جواب

دیتے دروازہ لاک کیا کجا کہ یہ بے شرم اور بے

رحم شخص واقعی ہی اندر نہ آجائے، ڈریسنگ روم

کالا ک گول گول گھومتے دیکھ کے غاذاں اسکا

جھوٹ سننا پھر سے تکیے میں چہرہ چھپا کے ہنس  
دیا۔ کیا اس پانڈہ میں اتنی ہمت تھی کہ وہ چھپکلی کا  
قتل کر سکے؟؟ جو بھی تھا یہ لڑکی اسے مسکرا نے  
اور ہنسنے پہ مجبور کر ہی دیتی تھی۔

**Panda is a complete  
entertainment package**

غاذان نے ہنستے ہوئے دل میں سوچا، وہ اتنی بے  
وقوف تھی کہ اسکی انگلی اور چھپکلی میں فرق نہیں  
کر پائی تھی۔

---

اپنے کہے کے مطابق بالاج لاشاری کی گاڑی کو  
بہت مشقت سے ایک بڑی سی کھائی میں پھینکنے

کے بعد اس نے باقی کاراستہ پیدل طے کیا تھا، فجر  
کی اذانیں ہو رہی تھیں، لوگ نماز ادا کرنے کے  
لئے گھروں سے مسجد کی طرف روانہ ہونے  
والے ہوں گی، اسی سوچ کے ساتھ روشانی  
نے اپنے قدموں کی رفتار تیز کرتے آخری پانچ  
منٹوں کا فاصلہ تیزی سے طے کیا، وہ دل میں

سوچ رہی تھی وہ اپنی امی کو کیا بتائے گی کہ اتنی  
دیر تک گھر سے باہر کہاں رہ گئی؟ وہ تو کل کے  
لئے کلکٹس لینے ریلوے اسٹیشن گئی تھی تاکہ اپنی  
ماں کو اپنے ساتھ لاہور لے کر جاسکے لیکن اللہ  
نے شاید اسکے لئے کچھ اور پلان کیا تھا، صد شکر  
تھا اس کے محلے کی گلیوں میں اس وقت کوئی ذی



روح نہیں تھی اور وہ خیر خیریت سے گھر کے  
دروازے تک پہنچ گئی تھی، اس نے دروازے  
تک پہنچتے ہی غائب دماغی سے روز کے معمول کی  
طرح کندھے پہ اڑ سا بیگ اتارنا چاہا جب اسے یاد  
آیا کہ اسکا بیگ تو ریلوے اسٹیشن پہ ہی کسی جگہ پہ  
گرا گیا تھا جب بالاج لاشاری کے بندے اسے

اغواء کر رہے تھے، اس بیگ میں اسکا فون، گھر  
کے گیٹ کی چابی، اور اسکی کوئی ایک دو ضروری  
چیزیں ہوتی تھیں، وہ اپنے بیگ میں ہمیشہ گیٹ  
کی ایکسٹرا چابی رکھتی تھی تاکہ اسکی ماں کو اٹھ کے  
اسکے لئے گیٹ نہ کھولنا پڑے۔ روشا نے  
گہری سانس بھرتے ہوئے ڈور بیل بجائی، وہ خود

کو اپنی ماں کے سوالات کے لئے تیار کر رہی تھی،  
سعدیہ بیگم جو کب سے پریشانی سے روشنانے کے  
نمبر پہ فون ملائی اللہ سے اسکی حفاظت کی دعائیں  
مانگ رہی تھیں، ڈور بیل کی آواز سنتے ہی انہوں  
نے تیزی سے فون سائیڈ کیا تھا، وہ اپنے بائیں  
دھر کو حرکت دیتی سہارے سے اپنے بیڈ کے

پاس پڑی اسٹینڈنگ ویل چیمپر پر چڑھی تھیں، یہ  
ویل چیمپر کافی مہنگی تھی لیکن دانیال زیدی نے  
اپنی بیوی کے چلنے پھرنے کی آسانی کے لئے  
پیسوں کی پرواہ کئے بغیر انہیں یہ اسٹینڈنگ ویل  
چیمپر خرید کر دی تھی، ان کا رخ گیٹ کی طرف  
تھا۔

امی دروازہ کھولیں۔۔۔ صبح تک آتے ہی  
روشانی کی آواز ان کے کانوں سے ٹکرائی، بیٹی  
کی آواز سنتے ان کے دل پہ ٹھنڈی پھوار پڑی  
تھی، انہوں نے یہ پوری رات کیسے گزار دی تھی  
یہ صرف وہی جانتی تھیں، بیٹا ابھی کچھ ہی دن  
پہلے واپس سے ڈیوٹی پہ لوٹ گیا تھا وہ اسے فون

کر کے پریشان نہیں کرنا چاہتی تھیں، انہیں اللہ  
پہ بھروسہ تھا، وہ اسکی بیٹی کی حفاظت کرے گا  
اور اس خدا نے حفاظت کی تھی اسی لئے تو وہ اس  
وقت ان کے سامنے تھی۔

کہاں رہ گئی تھی روشی؟ ماں کا ایک فون اٹھانا تم  
نے ضروری نہیں سمجھا؟ میں پریشانی سے پاگل

ہو رہی تھی! جانتی بھی ہو میرے دل میں کیا کیا  
وسوسے آرہے تھے، اگر تم گھر لوٹنے میں مزید  
تھوڑی سی بھی دیر کر دیتی تو شاید میں اپنی  
سانسیں ہار جاتی۔۔ دروازہ کھولتے ہی سعدیہ  
بیگم روتے ہوئے روشانے کو جھڑکنا شروع کر  
چکی تھیں، روشانے نے اندر داخل ہو کے

دروازہ بند کرتے اپنے چہرے سے نقاب ہٹا کے  
ہو ننوں پہ زبردستی کی مسکراہٹ سجاتے ماں کا  
ہاتھ تھاما۔

سب ٹھیک ہے امی، اندر چلیں! سب بتاتی  
ہوں۔۔۔ روشانے نرمی سے بولتی ان کے مزید  
سوالات کو نظر انداز کرتی انہیں ان کے کمرے



تک لے کر جا رہی تھی، انہیں اسٹینڈنگ چئیر  
سے بیڈ پہ منتقل کرتے وہ ان کے مقابل بیٹھ گئی۔  
تم سے ماں کی ایک کال۔۔۔۔۔ ابھی سعدیہ بیگم  
روتے ہوئے کچھ بولتی جب روشانے ان کی  
بات کاٹ کے ان کے ہاتھ مضبوطی سے تھام  
گئی۔

رونار و بند کریں امی، میں جانتی ہوں آپ  
میرے لئے بہت پریشان ہو رہی تھیں لیکن پہلے  
میری پوری بات سنیں۔۔۔ روشا نے ان کے  
آنسو کرتی تحمل سے بولتے ہوئے سائیڈ ٹیبل پہ  
پڑا پانی گلاس اٹھا کے انہیں تھما گئی۔

میں ریلوے اسٹیشن پہ لاہور کی ٹلٹس لینے گئی  
تھی لیکن راستے میں میرا بیگ نجانے کہاں کھو  
گیا، کافی تلاش کرنے کی کوشش بھی کی لیکن شاید  
اسے گم ہی ہونا تھا اسی لئے وہ واپس نہیں ملا، پھر  
جب واپسی پہ آنے لگی تو سڑک پہ کسی کا بری  
طرح سے ایکسیڈنٹ ہو گیا اس سڑک پہ مدد کے

لئے اتنے لوگ نہیں تھے اسی لئے میں نے اور  
کچھ باقی کے لوگوں نے انہیں اسپتال پہنچانے  
میں مدد کی، اسپتال پہنچ کے میں نے ان کی فیملیز  
کو انفارم کروایا، انہیں کنسول کیا، ہاسپٹل سے ہی  
آپ کو فون کرنا چاہ رہی تھی لیکن مجھے آپ کا نیا نمبر  
یاد نہیں آ رہا تھا، مجھے اندازہ نہیں ہو سکا اس

سارے مسئلے میں اتنا وقت لگ جائے گا ورنہ میں  
تمام کام سائیڈ کر کے جلد از جلد آپ تک پہنچتی  
اور اگر نمبر یاد ہوتا تو کم از کم آپ کو کال ہی کر  
دیتی۔۔۔ روشنانے جسے جھوٹ بولنے کی عادت  
نہیں تھی، اس وقت ماں کو مطمئن کرنے کے  
لئے جھوٹ پہ جھوٹ بول کے کہانی گھڑنے

لگئیں، کیونکہ وہ سچ بتا کے اپنی ماں کو ہارٹ اٹیک  
نہیں کروانا چاہتی تھی۔ وہ جانتی تھی اس نے  
بہت فضول سی کہانی گھڑی ہے اسی لئے تو اسکی  
ماں اسکے چہرے کے اتار چڑھاؤ کا سنجیدگی سے  
جائزہ لے رہی تھیں۔

تم سچ بول رہی ہو روشی؟ مجھے ایسا کیوں لگ رہا  
ہے تم کسی مشکل میں تھی! کیا تم مجھ سے کچھ  
چھپا رہی ہو؟۔۔۔ سعدیہ بیگم نے فوراً سے اسکا  
جھوٹ پکڑا تھا، روشا نے آنکھوں میں آنکھیں  
ڈال کے بات کرتی تھی لیکن اس وقت وہ  
نظریں چرا رہی تھی۔

ارے امی کیسی باتیں کر رہی ہیں؟ میں کیوں  
آپ سے کچھ چھپاؤں گی؟ آپ بتائیں رات میں  
کچھ کھایا تھا؟ دوا لی تھی آپ نے؟۔۔۔ روشنانے  
اپنا ازلی کانفیڈننس بحال کرتی بیڈ سے اٹھ کے اپنا  
عباسیہ اتارتے ہوئے بات کا رخ موڑنے لگی،  
اسے جھوٹ بولنا ہمیشہ سے بہت مشکل لگتا تھا،



اسکا غصہ اور نفرت بالاج لاشاری کے لئے  
بڑھتی جا رہی تھی۔

روشانے میں تمہارے باپ کے جانے کے بعد  
بہت ڈر گئی ہوں، میں تمہیں جلد از جلد  
تمہارے گھر کا کرنا چاہتی ہوں تاکہ میں سکون کی  
موت مر سکوں۔۔۔ سعدیہ بیگم نے اس کے

سوالات کا جواب دینے کی بجائے روتے ہوئے  
روشانے کو اپنے دل میں بسا ڈر بتایا، وہ اپنے اتنے  
پیار کرنے والے شوہر کی وفات کے بعد بہت ڈر  
چکی تھیں، وہ اگر اس وقت سانسیں لے رہی  
تھیں تو صرف اپنی بیٹی کا گھر بسانے کے لئے ورنہ  
پیٹا تو ان کا باغی اور اپنی مرضی کا مالک تھا۔

امی پلیز روئیں مت، آپکا جو دل چاہے گا کر لیجئے  
گا لیکن فلحال مجھے نماز پڑھنے دیں پھر مجھے آپ  
کے لئے کچھ کھانے کو بھی بنانا ہے۔۔۔ روشانے  
ماں کو گلے لگا کے پرسکون کرتی ان کے آنسو  
صاف کرتے ہوئے گال چوم رہی تھی۔

---

ہیے لڑکی رکو۔۔۔۔۔ جیکورڈ کے ٹی پنک ڈریس  
میں ملبوس ماہ پارہ جو دروازے کی طرف بڑھ  
رہی تھی غاذان کی روعب دار آواز پہ تھوک  
لگلا۔ شاہ جہاں بیگم نے ماہ پارہ کو صبح صبح صاف

ستھر الباس اور ٹھیک سے بال بنا کے غاذان کو پیار  
سے جگانے کے نجانے کون کون سے طریقے  
سمجھائے تھے لیکن ماہ پارہ نے کپڑے تو صاف  
پہن لئے تھے، مگر شیر کی کچھاڑ میں ہاتھ نہیں ڈالا  
تھا، اس میں اتنی ہمت ہی نہیں تھی وہ رات کے  
بعد اسے فیس کر سکے نیند سے جگانا تو دور کی بات

تھی، رات میں چھپکلی والا جو بھی مدعا ہوا تھا، وہ  
فجر کی آذانیں سن کے باہر آئی تھی اور پھر نماز  
پڑھ کے بیڈ پہ سونے کی بجائے صوفے پہ سو گئی،  
وہ اس خطرناک بیڈ پہ بالکل سونا نہیں چاہتی تھی  
جبکہ غاذان پورے بیڈ پہ پھیل کے مزے سے  
سویا تھا۔

ج۔ جی۔۔۔۔۔ ماہ پارہ نے گردن موڑتے ہوئے  
غاذان کی پکار کا جواب دیا جس کی نشیلی آنکھوں  
میں نیند کی سرخی تھی، وہ تکیے سے چہرہ باہر نکال  
کے بکھرے سیاہ سلکی بالوں میں ہاتھ پھیرتے  
سپاٹ انداز میں گہری نگاہوں سے اسکی طرف  
دیکھ رہا تھا، شرٹ ابھی تک نہیں پہنی تھی۔ ماہ

پارہ اسکے سینے پہ بنا سیاہ ٹیٹو دیکھتے ہی نگاہیں جھکا  
گئی۔

رات میں جو بھی ہوا تم اماں سائیں کو کچھ بھی  
نہیں بتاؤ گی، ان کے ہر سوال کا صرف تم ایک  
جواب دو گی "جی آپ کے بیٹے نے آپکے پوتے  
کی تیاری شروع کر دی ہے" خبردار جو تم نے اور



کوئی بھی بات اپنے منہ سے نکالی، اور اگر اماں  
سائیں کو زیادہ ثبوت چاہیے ہوں گے تو گردن  
سے دوپٹا سر کا دینا باقی وہ خود سمجھ جائیں گی، اتنا تو  
چلتا ہو گا تم دونوں ساس بہو میں۔۔۔ غاذان نے  
سنجیدگی سے ایک ایک لفظ پہ زور ڈالتے وارن  
کرنے والے انداز میں ماہ پارہ کو آگے کالائچہ عمل

سمجھایا تھا، ماہ پارہ منہ کھولے اسکی طرف دیکھنے  
لگی، جبکہ گردن سے دوپٹا سر کانے والی بات پہ  
اسکے گال سرخ ہوئے تھے، اس نے تو زور سے  
دوپٹا لیا تھا تاکہ کسی کی غلطی سے بھی اسکی گردن  
نظر نہ پڑ سکے جس پہ غاذان کی شدتیں مثبت  
ہیں اور یہ بے شرم انسان کیا باتیں کر رہا تھا۔

ی۔ یہ۔۔ کیسی۔۔ باتیں۔۔ کر۔۔ رہے۔۔  
ہیں۔۔ میں۔۔ کیسے۔۔ بولوں۔۔ گی۔۔۔۔ ماہ  
پارہ اپنی انگلیاں موڑتی روہانسی ہوئی تھی، وہ  
معصومیت سے بولی۔

ذبان سے بولنے میں اتنی شرم آرہی ہے تو رات  
کو اپنی چیخوں کی آواز ریکارڈ کر لیتی جن سے کسی

بھی عام انسان کے کان ایکسپازر ہونے کے  
ننانوے فیصد چانس تھے، وہ تمہاری ان پاگل  
چیخوں کو سن کے آسانی سے سمجھ جاتی ان کا بیٹا  
کتنی محنت کر رہا ہے اور بہو خواہ مخواہ میں چیخ چیخ  
کے noise pollution پیدا کرتی اسکا  
کام بگاڑ رہی ہے۔۔۔ اسے بھوکھلاتے دیکھ کے

غاذان کندھے اچکاتا اس پہ طنز کے تیر چھوڑتے  
مطمئن انداز میں مشوروں سے نوازنے لگا، اسکے  
بے باک مشوروں کو سن کے ماہ پارہ کے پورے  
جسم کا خون سمٹ کے چہرے پہ آیا تھا، وہ اس ٹی  
پنک لباس میں ہاٹ پنک ہو رہی تھی۔ غاذان  
اس پہ طنز کے تیر چھوڑنے کے چکروں میں کتنی

دفعہ اسکے لئے "بہو" کا لفظ استعمال کر چکا تھا  
اسے خود بھی معلوم نہیں ہوا تھا، اپنی رات کی  
چینیں یاد کرتے ماہ پارہ کو خود پہ شدید غصہ آیا تھا،  
صد شکر تھا دروازہ ساؤنڈ پروف تھا ورنہ وہ حویلی  
کے تمام مکینوں کو جگا دیتی۔

م۔ میں۔۔ نے۔۔ جان۔۔ کے۔۔ کچھ۔۔  
نہیں۔۔ کیا۔۔ تھا۔۔ ماہ پارہ نے شر مندگی سے  
نگاہیں جھکا کے اپنی صفائی دی۔

جان کے کیا تھا یا انجانے میں، وہ الگ بات ہے،  
ابھی جو میں نے سمجھایا ہے اگر تم نے اسکی خلاف  
ورزی کی تو رات کو اپنی خیر منالینا۔ غاذان اسکی

شرمندگی نظر انداز کرتے دانت پیستے ہوئے  
اسے پھر سے وارن کیا، غاذان اپنی ماں کے منہ  
سے مزید پوتے پوتے کی رٹ اور ازدواجی رشتے  
کے لیکچر نہیں سن سکتا تھا اسی لئے ماہ پارہ کو پکا کر  
رہا تھا، ماہ پارہ رونے والی ہو گئی تھی، وہ بڑی



مشکل سے اثبات میں سر ہلاتی تیزی سے اسکے  
کمرے سے باہر نکل گئی۔

ایک ونی میں آئی لڑکی میرا بچہ کبھی پیدا نہیں  
کرے گی! کبھی نہیں۔۔۔ ماہ پارہ کے جانے کے  
بعد غاذان سر جھٹک کے دل میں مضبوط انداز  
میں سوچتا پھر سے آنکھیں موند گیا۔

---

تم ان کی باتوں کو نظر انداز کرو اور یہاں بیٹھ کے  
مجھے بتاؤ، رات میں سب ٹھیک سے ہو گیا  
تھا؟۔۔ شاہ جہاں بیگم اپنے کمرے میں داخل  
ہوتے ہی ماہ پارہ کا ہاتھ پکڑ کے اسے صوفے پہ  
بٹھاتی رازداری سے پوچھنے لگیں، اسے اوپر

غاذان کے کمرے سے آتے دیکھ کے جہاں آرا  
بیگم اور ایشم نے تھوڑا بہت ہنگامہ کیا تھا جس پہ  
شاہ جہاں بیگم نے بالکل کان نہیں دھرے تھے  
جبکہ ماہ پارہ اکورڈ فیل کر رہی تھی، شاہ جہاں بیگم  
اسے وہاں مزید کھڑا کرنے کی بجائے انہیں  
سنجیدگی سے خاموش کرواتی ماہ پارہ کو لئے اپنے

کمرے میں آگئی۔ حویلی کے مرد ناشتہ کر کے  
پہلے ہی یہاں سے جا چکے تھے، یزدان پیپر دینے  
گیا تھا جبکہ ایشم نے کالج سے چھٹی کی تھی۔ شاہ  
جہاں بیگم کے زو معنی سوال پہ رات کے مناظر  
یاد کرتے ماہ پارہ کور ونا آ رہا تھا، اہانت سے گال  
بھی سرخ ہو رہے تھے لیکن وہ نگاہیں جھکاتی اپنی

آنکھوں کی نمی ان سے چھپانے لگی، شاہ جہاں  
بیگم مسکرا دیں کیونکہ انہیں لگ رہا تھا وہ ان کے  
سوال پہ شرمسار ہی ہے۔

آ۔ آپ۔۔ کا۔۔ بیٹا۔۔ کر۔۔ رہا۔۔ ہے۔۔  
تیار ی۔۔ پوتے۔۔ کی۔۔ انہیں سوالیہ نگاہوں  
سے اپنی طرف دیکھتا پا کے ماہ پارہ نے معصومیت

سے کسی طوطے کی طرح غاذان کارٹارٹا یا جملہ توڑ  
پھوڑ کے معصومیت سے شاہ جہاں بیگم کے  
گوش و گزار کیا تھا، وہ اسکا جواب سن کے سٹیٹا  
گئی، انہیں معصوم سی ماہ پارہ سے کسی بھی جواب  
کی امید نہیں تھی لیکن خیر انہیں بے ساختہ ہنسی  
آئی تھی اسکے جواب پہ جو وہ ضبط کر گئی۔

جگایا نہیں تم نے اسے؟ میں نے بولا تھا نا اسے  
اپنی جھلک دیکھا کے آنا! بہت پیاری لگ رہی ہو  
ماشاء اللہ۔۔۔ شاہ جہاں بیگم خوشی سے سوال  
کرنے کے ساتھ ہی اسکی تعریف کرتی نرمی سے  
اسکے ماتھے پہ لب رکھ گئی۔ ماہ پارہ ان کی خوشی پہ  
مسکرا دی جبکہ تعریف پہ گال سرخ ہوئے، ان

کے یوں ماتھا چومنے پہ اسے اپنی ماں کی یاد آئی  
تھی لیکن وہ اپنے آنسو روک گئی۔

م۔ مجھے۔۔ شرم۔۔ آ۔۔ رہی۔۔ تھی۔۔۔۔۔ ماہ  
پارہ نے نگاہیں جھکا کے جھوٹ بولا، اب انہیں کیا  
بتاتی کہ ان کے بیٹے نے صبح صبح اٹھتے ہی اسے بے  
باک مشوروں سے نوازہ تھا؟



بابا بابا۔۔۔ شاہ جہاں بیگم اسکے جواب پہ ہنستی ہوئی  
 اسے مزید سمجھانے لگیں، جبکہ ماہ پارہ مسلسل  
 نگاہیں جھکائے انہیں سنتی جا رہی تھی۔ اور وہ  
 بیچاری کر بھی کیا سکتی تھی؟ ساس کو پوتا چاہیے تھا  
 اور شوہر کو بھائی کی موت کا بدلہ !!

